العرفان

یعنی

مولفہ حضرت علامہ عصر زبدۃ السالکین قدوہ العارفین والمتصوفین عالیجناب

مولانا سید شاہ محمد صاحب فتح اللہی ایرایانی فتحپوری

حسب الحکم

حضرت مصنف علام باہتمام عاجز و گمنام اذل انام خاکسار

زیر نگرانی

احقر الکونین فدوی فقیر ازلی تلمیذ حضرت لکھنوی

حکیم ہہم واقع گورکھپور مطبوع گردید

[illegible] علامہ [illegible] رحمۃ اللہ علیہ

[illegible] حقیقت [illegible] فاتحۃ الکتاب تفسیر [illegible]

[illegible]

[illegible] الکتاب

مصنفہ

[illegible] محمد کامل حسین صاحب بی اے گورکھپوری

در مطبع [illegible] مشہور گورکھپور مطبوع گردید

کتاب سے پہلے یہ عرض ملاحظہ ہو

یہ ایک بے بہا تصنیف حضرت علامی شاہ فتح اللّٰہی صاحب قبلہ دامت برکاتہم کی ہے۔ اسکو پڑھکر جو روحانی اور وجدانی فیوض آپکو حاصل ہون گے وہ عقیدت مند دل کو متاثر اور سرنیاز کو جھکا دینگے۔ شاید کوئی ایسا ہی دل اور ایسی فطرت ہو جو اس کتاب کے مطالب و مقاصد سے استفادہ نہ حاصل کر سکے۔

اِن بے بہا اور روح کو تازگی بخشنے والے مضامین اور ملفوظات کی تفصیل و توضیح ہمارے شہر کے نوجوان تعلیم یافتہ جناب سید محمد کامل حسین صاحب ایم۔ اے۔ نے ایک بے مثل مقدمہ لکھکر فرمادی ہے اس لیے ہمکو اسوقت تبصرے کی ضرورت نہین۔ نہ ہم ایسی قابلیت و ادراک رکھتے ہین کہ ایسے غامض اور اسرار و وجدانیات پر قلم اٹھا سکین۔ ہم جس عذر کو لیکر آپکے سامنے حاضر ہوتے ہین وہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے

پہلا عذر تو یہ ہے کہ یہ کتاب چھ مہینے کی جگہ تین سال مین تیار ہوئی ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ لکھنؤ کے کاتب منشی واجد علی صاحب نے ہمکو بہت پریشان کیا اور پیشگی روپیہ لینے پر بھی اُنھون نے ڈھائی سال مین کتاب کو پورا کیا۔ اجرت اپنی قوت بھر انھون نے پوری لی اور کام اتنی دیر مین کیا کہ چار کتابین ایسی لکھ جاتین۔ گو ہم اِس معاملے مین مجبور تھے مگر حضرت مصنف علّام دامت فیوضہم کے سامنے ندامت سے نہین جا سکے۔ دوسرا عذر بھی قابل سماعت نہین۔ یعنی

اس کتاب کے مقدمہ اور نصف کتاب تک کی کاپیان جناب کامل صاحب نے ملاحظہ فرمائین اُسکے مطابق ترمیم بنا کر کتاب چھپ گئی۔ مگر جب تیار شدہ کتاب کے اجزا حضرت مصنف علّام دامت افضالکم کی خدمت مین گئے تو ایک انبار کثیر غلطیون کا نکل آیا۔ اسمین ہماری خطا یہ تھی کہ ہم نے جناب کامل صاحب کی صحت پر بھروسہ کیا۔ اور جناب کامل صاحب کی صحت و ترمیم کا دار و مدار مصلح سنگ پر زیادہ تھا۔ مصلح سنگ کا حال کچھ نہ پوچھیے۔ زشتی اعمال کی ایک سزا یہ بھی ہمکو دی گئی ہے کہ ایک لاثانی اور لاجواب مصلح سنگ تو ملا۔ مگر جس طرح وہ اپنے فن مین استاد ہین اسی طرح کام خراب کرنے مین ید طولیٰ رکھتے ہین ہمنے فوراً یہ انتظام کیا کہ جسقدر کتاب غلط ہو گئی ہے اُسکی کاپیان پھر لکھ جائین اور ہم تیار شدہ کتاب کو

ردی کردین - یہ خیال کرکے ہم لکھنؤ گئے اور منشی واجد علی صاحب کو حضرت مصنف قبلہ کی صحت کردہ کتاب دیکر پیشگی اجرت بھی دیدی کہ آپ جلد لکھدین - مگر نہایت ملال کے ساتھ ہمکو لکھنا پڑتا ہے کہ منشی صاحب نے آجتک ایک ورق بھی نہین بھیجا - آخرکار جناب قبلہ حضرت مصنف دامت برکاتہم تشریف لائے اور دیکھکر کہ کتاب کھٹائی مین پڑگئی ہے صحت نامہ تیار کرنے کی تکلیف گوارا فرمائی -

افسوس کہ ان سب کوتاہیوں اور غلطیوں کا کفارا ہمارا وہ اہتمام بھی نہین ہوسکتا جو ہمنے اس کتاب کی تیاری اور چھاپنے مین کیا تھا - ہمنے بڑی محبت اور عقیدت سے یہ کام لیا تھا اور ہم سمجھے تھے کہ ہماری فتح ہے اگر یہ کام ٹھیک اُترگیا -

خدا کا شکر ہے کہ حُسن ظاہری کی افزائش مین تو کوتاہی نہین ہوئی - مگر جو خط و خال ایک حسین دلفریب چہرے پر پیدا ہوگئے ہین انکا رفع کرنا ہمارے امکان سے باہر ہوگیا - کہتے ہین کہ روئے زیبا پر خال حُسن مین چار چاند لگادیتا ہے اور اسی وجہ سے کسی شاعر نے کہا تھا ؎

خالِ رُخِ یار پر فدا ہون — اتنی سی بلا مین مبتلا ہون

مگر خال تک بات نہین رہی بلکہ جو خال حد سے بڑھا وہ مسّا ہوا - اگر منشی علی حسین صاحب لکھنؤ نہ چلے جاتے جنکی نگرانی مین یہ کام شروع ہوا تھا تو شاید یہ ناگوار حالت نہ پیدا ہوتی -

ہماری التماس ناظرین کرام سے یہ ہے کہ اس کتاب اور اسکے مقدمے کے پڑھنے سے پہلے غلط نامے پر ایک نظر ڈال لین - یہ غلط نامہ کیا ہے ایک دفتر اور طومار ہے - لیکن ایک بے بہا اور نادر روزگار تصنیف کی شکرگذاری مین اگر تھوڑی تکلیف دیدہ و دل کو کرنا پڑے تو منت کشی کا بار ہمارے سر سے ہلکا ہوجائیگا - اسوقت ناظرین عالی تبار یہ سمجھ لین کہ یہ تصنیف سرتا پا زیبایش سے آراستہ ہے - اس لیے نظر بد سے بچانے کے لیے کچھ عیب بھی ہونا چاہیے تھا ؎

محضرِ دیوانگی کردم تمام — مُہرِ رسوائی بہ عنوان سے زنم

خادم حکیم برہم مالک مطبع
گورکھپور - ۲۰ اگست سنہ ۱۹۱۶ء

نقشہ تصحیح اغلاط مقدمۃ الکتاب

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۸	مگر اگر یہ بات	مگر یہ بات اگر	۱۳	۱۷	مستقبل جاننے پر	مستقبل پر
۲	۱	ہوجاتا ہے اور	ہوجاتا اور	۱۶	۸	اُنکی متابعت	اُسکی متابعت
"	۷	مُنھ دیکھنا	مُنھ کیون دیکھنا	۱۹	۷	ہر قدم	ہر ہر قدم
"	۱۵	قوت کا	قبولیت کا	۲۰	۱۷	کان وغیرہما	کان وغیرہ
۴	۱۳	تحقیق کی کوئی	تحقیق کوئی	۲۱	۲	ہڈیان وغیرہما	ہڈیان وغیرہ
۵	۱۴	OCCVLTISM	OCCULTISM	"	۱۴	تو یہ سوال اس موقع پر	اس موقع پر
۷	۴	نظر نہین دیکھتے	نظر سے نہین دیکھتے	۲۴	۱۶	جس قدرت کا	جس قوت کا
"	۱۰	تعلیم تعلیم یافتہ	تعلیم یافتہ	۲۵	۱	یہ قوتین نہین موجود ہین	یہ قوتین موجود نہین
۹	۱۳	آجائیگا جبکہ لوگ	آجائیگا کہ لوگ	۳۱	۴	اب انسان	اب ہم انسان
۱۱	۱	نغمہاے دلسوچ	نغمہاے دلسوز	۳۸	۱۶ (نوٹ)	سمندر کے ہین	سمندر کے ہے
۱۳	۲	رکھنے والی شئی یہی	رکھنے کا ذریعہ یہی	۳۹	نقشہ	راستہ برآمد	راستہ درآمد
"	۵	ذکر گیا گیا	ذکر کیا گیا			راستہ درآمد	راستہ برآمد

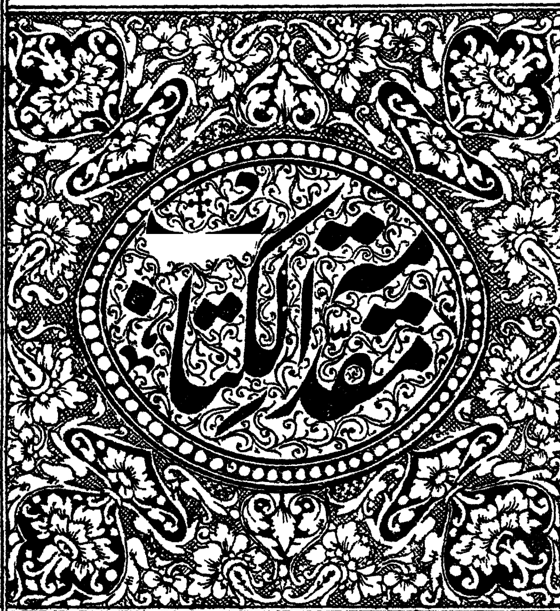
نوٹ: صفحہ [illegible] غلطی سے صفحہ [illegible] درج ہوگیا ہے اور [illegible] غلطی سے [illegible]

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۲	۶	ہر سمجھدار	جسکی ہر سمجھدار
۴۳	۴	نہین قائل ہین	قائل نہین ہین
؍؍	۱۴	اس پر تصرفات	اس پر اپنے تصرفات
۴۷	۱۷	نسق کا مادہ	نسق کے مادّے
۴۸	۱۷ (نوٹ)	البتہ اس علم کی ابتدا سے	البتہ ابتدا سے
۵۰	۵	دم نہین مارتے	دم نہین مارتا
۵۷	۱۱	بہتر ہستی ہین	بہتر ہستی مین
۶۰	۱	مگر یہان پر ایک	مگر یہان ایک
۶۱	۱	سبب ہے	سببسے ہے
۶۳	۷	مگر اگر اُسکی ہستی مین کوئی	مگر اُسکی ہستی مین اگر کوئی
۶۵	۸	تیار ہین	تیار ہون
۷۲	۱۳	شکار بناتا ہی	شکار بنانا ہی
۷۲	۱۵	حیزون	چیزون
۷۳	۱۶	مپلے	میلے
۷۴	۱۷ (نوٹ)	گئی ہے	گئی
۷۵	۱	کوئی تعجب	کچھ تعجب
؍؍	۴	سمجھتا ہون	سمجھتا
؍؍	۵	کرتا ہون	کرتا
؍؍	۱۱	احسان ہے	احسان
۷۶	۷	مگر اگر پاک	اگر پاک
؍؍	۱۰	پاک ہی اور نہ نطفہ ناپاک ہے تو انسان ناپاک ہے	پاک اور نہ نطفہ ناپاک ہے نہ انسان ناپاک
؍؍	۱۱	وابستہ ہے	وابستہ
۷۷	۲	اجزا ایسے	اجزا ایسے ہین
۸۰	۹	قالب ہے	قالب

دوسرا صفحہ بجاے ۸۰ کے ۸۱ ہونا چاہیے۔

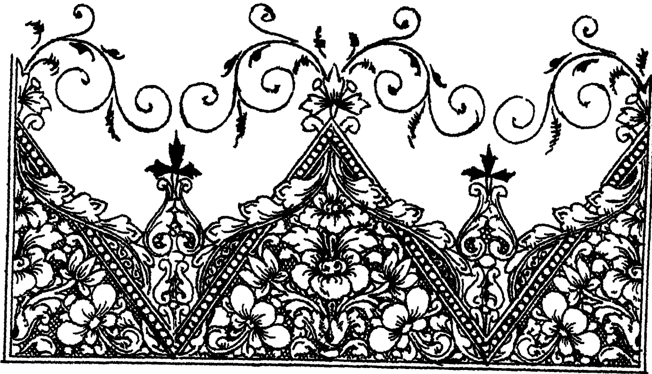
سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم

براہین معارف حقیقت و طریقت یعنی فاتحۃ الکتاب فیض انتساب مسمیٰ بہ



مصنفہ مرحوم مولوی سید محمد کامل حسین صاحب بی۔اے۔ گورکھپور

در مطبع حکیم برہم واقع شہر گورکھپور مطبوع گردید



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلے علی رسولہ الکریم

تحقیقات

تحقیقات کی خواہش انسان کی فطرت کا ایک جزو لاینفک ہی اور چونکہ قادر مطلق کی غیر محدود دوراندیشی نے کوئی خواہش ایسی نہین پیدا کی جسکی تکمیل کا سامان مہیا نہ کر دیا ہو لہذا انسان نے اس خواہش مین بھی قابل قدر کامیابی حاصل کی اور آیندہ کرتا رہے گا۔ مگر ہر تحقیق سے پہلے انسان کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ حقیقت اور سچائی جس شی کا نام ہی وہ واقعات کی سطح پر نہین ہوتی بلکہ کسی شی کی حقیقت یا ماہیت دریافت کرنے کے لیے نہایت ضروری ہی کہ اُسکی کُنہ دریافت کی جائے اور اُسکی تہ تک نظر دوڑا کر اُس کے اُس جزو کا پتہ چلایا جائے جو اُس شی کی ہستی کا مرکز ہی۔ مگر اگر یہ بات ناممکن نہین تو کم از کم نہایت دشوار ضرور ہی۔ اور اکثر یہی دیکھا جاتا ہی کہ انسان کو سچائی بہت کم ہاتھ آتی ہی۔ زیادہ تر وہ کسی

سطحی بات کو دریافت کرکے مطمئن ہوجاتا ہے اور یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ حقیقت کا
بیش بہا موتی میرے ہاتھ لگ گیا۔ اور یہ غلط فہمی وہ اپنی ذات تک محدود نہین
رکھتا بلکہ مشرق سے مغرب۔ شمال سے جنوب تک اُسکو سچائی کا دلفریب لباس
پہناکر شہرت دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب انسان کی فطرت مین
تحقیقات کی خواہش قدرت کی طرف سے ودیعت کی گئی اور اسکی تکمیل کے ذرائع
بھی عطا ہوے ہین تو انسان کو حقیقت کے دریافت کرنے مین زیادہ تر ناکامیابی
کا مُنھ دیکھنا پڑتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسمین تو شک نہین کہ تحقیقات کی خواہش
اور اسکی قابلیت انسان مین خلقی طور پر موجود ہے مگر دقت یہ ہے کہ وہ تحقیقات کے تمام
ذرائع کو کام مین نہین لاتا۔ اُسنے صرف ایک ذریعہ کو مضبوط پکڑ لیا ہے اور اُسکے
خیال مین صرف وہی حقیقت کے دریافت کرنے کا آلہ ہے۔ اور وہ ذریعہ عقل ہے۔ وہ
یہ سمجھتا ہے کہ محض عقل کے توسط سے کسی شی کی ماہیت دریافت ہوسکتی ہے۔ وہ نہین
جانتا کہ عقل کے علاوہ بھی وہ تحقیقات کا ایک زبردست ذریعہ رکھتا ہے اور وہ قوت
مدرکہ یا احساس باطنی ہے جو ہر فرد مین کم و بیش موجود ہے۔ تعقل دماغ کی محض قوت
فاعلی ہے جسکے ذریعہ سے وہ مختلف واقعات اور حالات سے کوئی خاص نتیجہ اخذ
کرتا ہے اور اسکا تعلق محسوسات سے ہے۔ مگر اس قوت فاعلی کے علاوہ دماغ مین قوت
کا مادہ بھی موجود ہے جو تعقل کے نتائج کے علاوہ سچائیون کو قبول کرتا رہتا اور عقل
کی آزادانہ روش کا مقابلہ بھی کرتا ہے اور اسی کو قوت مدرکہ کہتے ہین۔ یہ وہ قوت ہے

جو عقل سے بالاتر ہے اور اسکی پرواز اُن مقامات منع تک ہی جہان پہونچتے ہوے عقل کے پر جلتے ہین۔ مگر افسوس صد افسوس کہ انسان اس کو وقعت کی نگاہ سے نہین دیکھتا اور اسکو حقیر یا ہستی موہوم تصور کرکے پس پشت ڈال دیتا ہے اور محض عقل کو تحقیقات کے پُرصعب اور پیچیدہ رستون مین اپنا رہنما بناتا ہی۔ مگر تماشہ تو یہ ہی کہ بسا اوقات وہ عقل سے بھی کام لینا نہین جانتا جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ جو خاک وہ اُڑاتا ہی وہی اُلٹے اُسکے چہرہ پر آکر پڑتی ہی۔ اور حقیقت کا آفتاب اُسکو اور بھی نظر نہین آتا۔ خلاصہ یہ کہ جب انسان کسی مسئلہ کی تحقیق مین مصروف ہو تو اُسپر فرض ہی کہ عقل اور قوت مدرکہ دونون سے کام لے۔ محض عقل کے زور بازو پر بھروسہ کرنے سے کامیابی نہین نصیب ہو سکتی۔ مگر کسی قاعدۂ کلیہ کا ذکر کرتے ہوے مجبوراً انسان کی فطرت کی پیچیدگیون کا بھی لحاظ کرنا پڑتا ہی۔ چنانچہ فطرت انسانی کی عجیب خاصیت ہی کہ جب کوئی دقیق اور مشکل مسئلہ انسان کے دماغ کے سامنے آتا ہی تو سب سے پہلے عقل اُسکی تحقیق کے لیے کھڑی ہوتی ہی۔ قوت مدرکہ مین بہت دیر کے بعد جنبش پیدا ہوتی ہی۔ اور یہ ایک ایسا واقعہ ہی جسکا روکنا انسان کی قدرت سے باہر ہی اور اگر رُک سکتا ہی تو صرف اُن لوگون سے جو اپنی قوت مدرکہ اور عقل دونون پر پورے طور پر حاوی ہو چکے ہون۔ مگر ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہین۔ پس ہمکو یہان پر یہ کہنا ضروری ہوا کہ اگر قوت مدرکہ سے پہلے عقل تحقیق کے رستہ پر چل کھڑی ہو اور اُسکے روکنے پر انسان قادر نہو تو اول تو اُسپر قابو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے

مگر جبتک پورا قابو حاصل نہوا اُسوقت تک اُسکی اِس آزادانہ روش کی پروا بھی نکرنی چاہیے اور اُسکو طوعًا وکرہًا روانہ کردینا چاہیے مگر اس امر کا ضرور خیال رہے کہ جو کچھ وہ تحقیق کرکے لائے وہ من وعن قوت مدرکہ کے روبرو پیش کردیا جائے تاکہ وہ بھی اپنی رائے قائم کرسکے۔ بنابرین تحقیقات کی دو قسمین ہین ایک تحقیقات عقلی اور دوسری تحقیقات عملیؔ مگر تحقیقات کی یہ تقسیم محض اعتباری تقسیم ہی۔ کامل تحقیق وہی ہی جو دونون کا مجموعہ ہو۔ اور ہمیشہ یہ بات مدنظر رکھنی چاہیے کہ محض عقل کی مدد سے جو بات دریافت ہوتی ہی اور جسکو عام طور پر لوگ سچائی کے نام سے موسوم کرتے ہین وہ صرف ایک فرضی اور اعتباری سچائی ہوتی ہی۔ اسلیے کہ عقلی تحقیقات کا معیار ہمیشہ متزلزل اور تغیرپذیر رہتا ہی۔ مگر جب عقل اور قوت مدرکہ ساتھ ساتھ تحقیقات مین مشغول ہوتی ہین تو جو نتائج حاصل ہوتے ہین وہ بدرجہا قوی اور مستحکم ہوتے ہین اور حقیقت انسان پر منکشف ہوجاتی ہی۔

مسئلہ تصوف کی تحقیقات | منجملہ اور مسئلون کے جنکی تحقیق کے غلط اصول کے باعث مٹی پلید ہوئی ہی تصوف کا مسئلہ بھی ہی۔ اس مسئلہ کی تحقیق کی کوئی نئی بات نہین ہی البتہ نئی بات یہ ہی کہ بمقابلہ پیشتر کے موجودہ زمانے مین اسکی تحقیق کرنے والون کی تعداد زیادہ ہوگئی ہی۔ اور آئیندہ بھی انکی تعداد روبہ ترقی رہیگی۔ اور اس کا سبب یہ ہی

لہ واضح ہو کہ قوت مدرکہ کو مجلّے کرنے والی شی عمل ہی۔ اسی سبب ادراکی تحقیقات کو وسیع معنی مین تحقیقات عملی کہا گیا ہی ۱۲

کہ وسعت معلومات کی ترقی کے ساتھ ساتھ شکوک مین بھی ترقی ہوتی رہتی ہی چنانچہ دنیا کی ابتدائی حالت سے آجتک کی حالت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ گذشتہ ڈیڑھ سو سال کے اندر جسقدر شکوک ظاہر کیے گئے ہین اُتنے کبھی بھی نہین ظاہر کیے گئے۔ اور اُنکی تعداد روز بروز بڑھتی ہی رہتی ہی۔ اور یہ انسان کی فطرت کا تقاضہ ہی۔ نہ تو کبھی معلومات کی وسعت کا خاتمہ ہوگا اور نہ کبھی شکوک کے دائرہ کا محیط نظر آئے گا مختصر یہ کہ تصوف بھی شکوک کے اس عالمگیر حملہ سے مستثنے نہین رہا مگر سچائی کو ہمیشہ غلبہ حاصل رہتا ہی۔ جہالت اور شکوک کا تسلط مثل ایک کالی گھٹا کے ہی جو بہت جلد پھٹ جاتی ہی اور اُسکے بعد صداقت کا آفتاب اپنی دونی آب و تاب سے دنیا کی نظرون کو خیرہ کرنے لگتا ہی۔ چنانچہ باوجود اسکے کہ تصوف کی حقیقت کی بابت بہت کچھ شکوک ظاہر کیے گئے اور کثیر التعداد لوگون نے اسکی ہستی سے قطعی انکار کردیا۔ مگر آخرکار انسان نے مجبور ہوکر اگر کسی شی کو قابل قدر خیال کیا تو وہ تصوف ہی ہی۔ جسکا نتیجہ آج ہم یہ دیکھتے ہین کہ دنیا کے مختلف حصون مین تصوف کی اشاعت کے لیے تھیوسوفی (Theosophy) یا اکلٹ ازم (Occvltısm) کے نام سے عظیم الشان سوسائٹیان قائم ہوگئی ہین اور ہوتی جاتی ہین۔ رہا یہ کہ ان سوسائیٹیون سکے قائم کرنے والون کو اصلی تصوف تک پہونچنے مین کس حد تک کامیابی ہوئی ہی تو اسکے متعلق صرف یہ کہا جاسکتا ہی کہ انسان جب تاریکی سے نکل کر روشنی مین آتا ہی تو فوراً اسکو چیزین صفائی کے ساتھ

نظر نہین آتین۔ پہلے نگاہون مین چکا چوندھ پیدا ہوتی ہے۔ کچھ دیر کے بعد قوت باصرہ مین یہ قابلیت آتی ہے کہ وہ چیزون کو صفائی اور آسانی کے ساتھ دیکھ سکے۔ علی ہذا القیاس جو لوگ آجکل تصوف کے دلدادہ ہو رہے ہین وہ ابھی محض اسکے ادنیٰ زینے پر ہین اور اسکے بلند ترین زینے تک پہونچنے کے لیے زمانہ درکار ہے۔ فی الحال وہ تصوف کو سائینٹیفکٹ اصول پر مدون کرنے کی کوشش مین مصروف ہین اور اسمین شک نہین کہ وہ ایک حد تک اپنی کوششون مین کامیاب بھی ہوے مگر ابھی تک اُنکی اُس زینے تک رسائی نہین ہوئی جہان سے ذوق اور شوق اور روحانی کیفیتون کا آغاز ہوتا ہے۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ مسلمانون کا تصوف جو اصلی اور حقیقی تصوف ہے کس مپرسی کے عالم مین پڑا ہوا ہے اور کوئی بندۂ خدا اسکی اشاعت پر کمر ہمت باندھ کر مردِ میدان بنتا نظر نہین آتا۔ مسلمانون کا ایک بہت بڑا تعلیم یافتہ گروہ تصوف کی حقیقت دریافت کرنے کے لیے بیچین ہو رہا ہے مگر کسی خدا رسیدہ بزرگ کی اُن پر توجہ نہین ہوتی اور کوئی شخص اس امر کی کوشش کرتا ہوا نہین معلوم ہوتا کہ اِن متلاشیانِ حقیقت کی پیاس کو بجھائے۔ اور اُن کو سمجھائے کہ تصوف کیا چیز ہے اور اسکی تحصیل کیونکر ممکن ہے۔ اسمین شک نہین کہ زمانۂ سلف کے بزرگون نے تصوف پر نہایت مبسوط کتابین لکھی ہین جن مین سے بعض نہایت مدلل اور منقولات و معقولات سے مرصع ہین۔ مگر یہ کتابین زیادہ تر عربی زبان مین ہین جنکو عام طور پر ہندوستان کے نئے تعلیم یافتہ سمجھ نہین سکتے اور بعض نسخے

تو ایسے ہین کہ آجکل کے لوگون کو اُن کے نام تک نہین معلوم - دوسری زبانون مین جو کتابین ہین وہ صرف منقولات اور ملفوظات سے لبریز ہین کوئی کتاب ایسی نظر نہین آتی جس مین منقولات اور معقولات دونون چیزین مجتمع ہون - اور اگر کوئی کتاب ایسی ہی تو اُسکی بھی لوگون کو خبر نہین - ہم منقولات اور ملفوظات کو بے وقعتی کی نظر نہین دیکھتے بلکہ ہمارا تو یہ عقیدہ ہی کہ بغیر عمل کے کسی مسئلہ کی ہستی کا راز منکشف ہو ہی نہین سکتا اور منقولات وغیرہ وہ چیزین ہین جنکا تعلق عمل سے ہی - مگر ساتھ ہی اسکے یہ بھی کہنا پڑتا ہی کہ عام طور پر عمل تحقیقات کا آخری زینہ ہوا کرتا ہی پہلا زینہ عقل ہی بغیر اس زینے کو طے کیے ہوے آخری زینے تک پہونچنا محال ہی - انسان کی فطرت کا تقاضہ یہی ہی کہ جب تک کوئی بات سمجھ مین نہ آجائے اُسوقت تک اُس پر عمل کرنے کے لیے وہ تیار نہین ہوتا - الغرض کوئی ذریعہ ایسا نہین نظر آتا جو نئے تعلیم تعلیم یافتہ حضرات کی تسکین کر سکے - مگر یہ حضرات بھی ایک حد تک الزام سے بری نہین ہین - وہ یہ کہ اِن لوگون نے محض عقل کو تصوف جیسے دقیق اور روحانی مسئلہ کی تحقیق کا ذریعہ قرار دے رکھا ہی - اس سے ایک انچھ بھی آگے بڑھنے کے لیے وہ تیار نہین ہین - وہ یہ چاہتے ہین کہ تصوف کی ماہیت اور وہ کیفیت جو عمل کے بعد پیدا ہوتی ہی محض دلائل عقلی سے اُن پر عیان ہوجائے - یہ بہت سخت غلطی ہی اور جبتک وہ اس غلطی کے شکار رہین گے اُسوقت تک وہ تصوف کی ماہیت کو ہرگز نہین سمجھ سکتے - اسلیے کہ اسکی ماہیت ایک کیفیت ہی جسکا تعلق ادراک سے ہی -

اور قوت مدرکہ کو مجلّٰی کرنے والی چیز عمل ہی عقل سے صرف تصوف کے اصول معلوم ہو سکتے ہین اور یہ پتہ چل سکتا ہی کہ آیا یہ اصول بنفسہ اچھے ہین یا بُرے۔ قابل عمل ہین یا محض لغو۔ آیا اُن پر کاربند ہونے سے نفع کی توقع ہو سکتی ہی یا ضرر کی اس سے زیادہ کا کھوج لگانا عقل کے احاطۂ امکان سے باہر ہی۔ لیکن اگر واقعات پر نگاہ ڈالی جائے تو ان لوگون کو وہ باتین بھی نہین معلوم ہوتین جو محض عقل کے توسل سے دریافت کی جا سکتی ہین۔ اسلیے کہ اسلاف کی تصانیف سے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہی اُن کو کوئی مدد نہین ملتی۔ رہے وہ خدا رسیدہ بزرگ جو آجکل موجود ہین وہ اس جھگڑے مین پڑنا نہین چاہتے۔ انجام کار تمام لوگ تصوف کی حقیقت تک پہونچنے سے مایوس ہو رہے ہین اور امید قوی ہی کہ اگر یہی حالت قایم رہی تو اُنکی مایوسی مین روز بروز ترقی ہوتی رہیگی اور اگر ان گیسودراز صوفی نما حضرات کی جو اس زمانے مین حشرات الارض کے طور پر نمودار ہوتے چلے جاتے ہین پیداوار یون ہی جاری رہی اور اِن کی فصل کو ہمیشہ بہار ہی نصیب رہی تو وہ دن بہت جلد آجائے گا جبکہ لوگ تصوف کو ایک بازاری اور مہمل شی سمجھکر اس کی جانب سے مُنھ موڑ لین گے اور اِس مسئلہ پر گفتگو کرنا بھی ایک فعل عبث خیال کرنے لگین گے اِن لوگون نے تصوف کو فرمیسن کا راز بنا رکھا ہی اور اسکو اپنی زلف پیچا پیچ مین ایسا اُلجھا رکھا ہی کہ اِس گُتھی کا سُلجھانا بھی طلسم ہوش ربا کی فتح سے کم نہین۔ اسمین شک نہین کہ میرے یہ الفاظ نہایت دل آزار خیال کیے جائین گے مگر جو لوگ

حقیقت شناس اور حق پسند ہین وہ خوب جانتے ہین کہ حق بیانی کو ہمیشہ دل آزاری کا نفرت انگیز جامہ نصیب ہوتا ہی۔ تاہم میرے اِن الفاظ سے یہ نہ تصور کرنا چاہیے کہ مین تمام گیسو دراز صوفی صورت حضرات کو اِس خرابی کا ذمہ دار قرار دیتا ہون نہین۔ ہر گز نہین۔ اس بیان مین استثنے کی بھی گنجائش ہی۔ اور اِن حضرات مین ایسے بزرگ بھی گذرے اور اب بھی موجود ہین جنھون نے ایسے مدارج طے کیے کہ ہماری فہم و ادراک کی رسائی وہان تک ناممکن ہی۔

العرفان

ایسی ناگفتہ بہ حالت مین مخدومی و مکرمی جناب مولانا **محمد نذیر احسن** صاحب فتح الٰہی کی کتاب **العرفان** کا شائع ہونا مین ہماری خوش نصیبی ہی اور یہ محض امداد غیبی ہی کہ مولانا صاحب موصوف کو اِس بے بسی کی حالت مین ہماری رہنمائی اور ہدایت کا خیال ہوا۔ اور ایک ایسی جامع و مانع کتاب جو تصوف کو اُس کی اصلی صورت مین پبلک کی مشتاق نگاہون کے سامنے پیش کرے عالمِ وجود مین آئی اور ہمارے لیے چراغ ہدایت ہوئی۔ کتاب مذکور جناب مولانا صاحب موصوف کی مختلف تحریرات کا مجموعہ ہی اور آپ کے تبحرِ قادر البیانی اور تقدس کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہی۔ ہر خیال بحر حقیقت کا ایک بیش بہا موتی ہی اور ہر نقطہ شاہد عرفان کے خدِ دلربا کا جانستان خال ہی۔ یہ تحریرین نہین ہین بلکہ معرفت الٰہی کا گلزار ہی جسکی سیر کرنے سے ایک عجیب کیفیت و محویت پیدا ہوتی ہی۔ سچ تو یہ ہی کہ خود شناسی و خدا شناسی کے خوش رنگ اور سدا بہار پھولون سے اگر کوئی شخص اپنا دامن پر کرنا چاہے

تو وہ اس چمن کی ضرور سیر کرے اور اس گلشن کے عندلیبوں کے نغمہائے دلسوز کو بگوش دل سُنے۔ تصوف کے اہم اور نازک مسئلے جس وضاحت اور خوبی کے ساتھ اِن تحریروں مین بیان کیے گئے ہین اُنھین دیکھکر عقل حیران ہو جاتی ہے اور سمجھ مین نہین آتا کہ وہ امور جنکا تعلق روحانی کیفیتوں سے ہے اور وہ باریک باتین جو روح انسانی کی حقیقت سے تعلق رکھتی ہین اسقدر صفائی کے ساتھ احاطۂ تحریر مین کیونکر آسکین۔ اور اُسپر طرہ یہ کہ کوئی نکتہ۔ کوئی بات چھوٹی نہین اور جنکا ذکر کیا گیا اُنمین سے کوئی نکتہ ایسا نہین کوئی بات ایسی نہین جو فلسفہ۔ سائینس۔ اور تمام قدیم وجدید علوم کی روشنی سے منور نہو۔ اور بڑی خوبی تو یہ ہے کہ ہر تحریر کلام پاک کی کسی ایک آیت سے شروع ہوئی اور کسی دوسری آیت پر ختم ہوئی ہے۔ اور بجائے اسکے کہ کلام مجید کی آیتوں کو فلسفہ وسائینس کے اصول پر منطبق کیا جائے ان تحریرات مین فلسفہ و سائنس کے اصول کو کلام الٰہی کی آیتوں پر چسپان کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور نہایت حُسن خوبی کے ساتھ کی گئی ہے۔ جو لوگ جوہر شناس ہین وہ خوب جانتے ہین کہ انسان کی قابلیت اور تبحّر کا یہ ایک زبردست ثبوت ہے کہ وہ مذہب کو معیار قرار دے اور دوسری چیزوں کی اُس معیار کے ساتھ تطبیق کرے نہ کہ دوسری چیزوں کو مذہب کے پرکھنے کی کسوٹی قرار دے۔ جو لوگ صاحب درایت ہین اور مذہب کی حقیقت کو جانتے ہین اُنسے کبھی بھی ایسی لغزش ظہور پذیر نہین ہوتی۔

خلاصۂ کتاب جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے یہ کتاب مختلف مضامین کا مجموعہ ہے جو

مختلف اوقات مین شائع ہو چکے ہین۔ اور گو کہ اِن کے عنوان مختلف ہین مگر سب کا
موضوع ایک ہی ہی یعنی **تصوف** اور اِس مسئلہ پر مختلف پیرایون مین روشنی
ڈالی گئی اور تصوف کے ہر پہلو پر نہایت مدلل بحث کی گئی ہی۔ اس مجموعہ کے دو حصے
ہین ایک نثر دوسرا نظم حصہ نثر آٹھ مضامین پر مشتمل ہی جنکی سرخیان حسب ذیل ہین۔
(۱) الموت (۲) ہدیۂ مرغوب (۳) حب وطن (۴) نور دل (۵) تحفۂ درویش
(۶) ذکر رسول صلعم (۷) نجات السکوت (۸) نور عشق۔

"الموت" کا موضوع **یاد موت** ہی۔ اکثر لوگون کا قول ہی کہ موت کی یاد زندگی کے کاروبار مین رخنہ انداز ہوتی ہی۔ اور ایام زندگی کا لطف جاتا رہتا ہی۔ موت کا خیال دل مین شگفتگی۔ فراخ حوصلگی اور آزادی نہین پیدا ہونے دیتا۔ اس خیال کی تردید کی گئی ہی اور یہ بتایا گیا ہی کہ نہ تو موت کی یاد مین منہمک رہنا چاہیے اور نہ اس سے غافل بلکہ اسکی یاد کو حالت اعتدال پر رکھنا چاہیے۔ دوسرے الفاظ مین یون کہنا چاہیے کہ نہ تو زندگی کی لذتون مین ہمکو منہمک رہنا چاہیے اور نہ یاد موت مین۔ دونون چیزون کو اعتدالی حالت پر قائم رکھنا چاہیے جب ہی ہم اپنی زندگی کے مقصد کو پورے طور پر انجام دے سکتے ہین۔ مگر زندگی کا اصل مقصد اُسوقت تک انجام نہین پا سکتا جبتک کہ انسان کو خداوند تعالی کے وجود اور اپنی آیندہ زندگی کا پختہ یقین نہو اور اسی کو ایمان کہتے ہین۔ اور اِس یقین کے سبب اُس کے دل مین خوف و رجا کی حالت پیدا ہوتی ہی۔ پس ایمان کا ہونا نہایت ضروری ہی اور جس قدر

خوف ورجا کی حالت تازہ رہے گی اُتنا ہی ایمان کو استحکام ہوگا اور اس حالت کو تازہ رکھنے والی شے یہی ہی کہ ہم موت کی یاد اور لذائذ دنیا کے خیال کو اعتدالی حالت پر رکھین

"**ہدیۂ مرغوب**"۔ اس مضمون کا مرکز **توبہ** ہی۔ اول اسمین عقل کی قسمین بیان کی گئی ہین اور اُنکی تشریح کی گئی ہی۔ اسکے بعد عقل کے فرائض کا نہایت وضاحت کے ساتھ ذکر کیا گیا اور یہ دکھایا گیا ہی کہ عقل کا اصلی فرض یہ ہی کہ خالق۔ ومخلوق۔ باقی وفانی۔ قوی ومجبور اور مبدء ومعاد سے آگاہی حاصل ہو۔ اور جب ان امور سے آگاہی ہوجائے گی اُسوقت لازمی طور پر قوی وباقی وخالق کی برتری ہم پر روشن ہوجائے گی اور اسکے بعد ہم اس امر کی تحقیق مین کوشان ہون گے کہ جسنے ہم کو پیدا کیا اُسنے ہماری پیدایش کا اصل مقصد کیا قرار دیا ہی یعنے ہمارے فرائض کیا ہین اور جب ہمکو اپنے فرائض معلوم ہوجائین گے اُسوقت اگر ہم سے کوئی فعل خالق کے منشاء کے خلاف سرزد ہو تو ہم کو اپنی گذشتہ حرکت سے شرمندگی ہوگی اور ہم معافی کے خواستگار ہوکر آیندہ ایسے فعل سے بچنے کا تہیہ کرین گے اور اس تہیہ کا نہایت زبردست طریقہ یہ ہی کہ خداوندتعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر ہم اس امر کا وعدہ کرلین کہ آیندہ ایسے فعل کے مرتکب نہ ہون گے اور اسی کو **توبہ** کہتے ہین۔ اسکے بعد توبہ کے مدارج تصوفانہ نقطۂ خیال سے نہایت صراحت کے ساتھ بیان کیے گئے ہین۔

"**حُبِّ وطن**"۔ اس مضمون مین تصوف کے مرکزی مسئلون پر بحث کی گئی ہی خودشناسی خداشناسی۔ اپنی موجودہ ہستی اور اپنے اصلی مستقبل جاننے پر

یہ نہایت ہی مدلل اور کیفیت پیدا کرنے والا مضمون ہی۔

"نور دل"۔ اس مضمون مین آیت امانت کی وضاحت کی گئی ہی اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج علیا نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کیے گئے ہین۔

"تحفۂ درویش"۔ اس معرکۃ الآرا مضمون کے تین حصے ہین حصۂ اول مین صرف ارباب تصوف سے خطاب کیا گیا ہی اور اُنکی اصلاح مدنظر رکھی گئی ہی گویا یون کہنا چاہیے کہ اس حصے مین اپنے گھر کے لوگون اور خویش واقارب سے باتین کی گئی ہین اسمین ہندوون کا یوگ ودیا (علم باطنی) اور اُسکی اصطلاحات بیان کی گئی ہین۔ تصوف کے مدارج اور اُسکی حقیقت پر نہایت زبردست بحث کی گئی ہی اور یہ بھی بتایا گیا ہی کہ لفظ ولی کا اطلاق کسپر ہو سکتا ہی۔ اس حصے مین منقولات اور مشرقی خیالات سے زیادہ کام لیا گیا ہی۔ حصۂ دوم مین اُن لوگون کو مخاطب کیا گیا ہی جو تصوف کے دائرہ سے باہر ہین اور اُسپر نکتہ چینی کی نظر ڈالتے ہین۔ گویا اس حصے مین غیرون سے باتین کی گئی ہین۔ یہ حصہ حیرت انگیز معقولات سے مرصع ولبریز ہی اس حصے کی خوبی احاطۂ بیان سے باہر ہی۔ حصۂ سوم مین وجود واجب۔ توحید۔ عالم آخرت۔ ابدیت روح۔ خیر وشر۔ قضا وقدر کے مسئلون پر بحث کی گئی ہی اور یہ بحث عجیب وغریب اور قیامت خیز دلائل سے پُر ہی۔ مادہ کی بھی نہایت مدلل طور پر تردید کی گئی ہی۔

ذکرِ رسول - اس مین اول مذہب کی صداقت اور ضرورت دکھائی گئی ہی - اسکے بعد نبوت کی حقیقت اور اُسکی ضرورت پر بحث کی گئی ہی - بعد ازان **آنحضرت** صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین کے حالات زندگی بالتفصیل اور بالتوضیح بیان کیے گئے ہین - اس مین خاص قابل قدر بات یہ ہی کہ آنحضرت صلعم کے تمام حالات صحیح احادیث سے اخذ کیے گئے ہین - میرے خیال مین اس سے زیادہ مستند آپ کی کوئی سوانح عمری نہین ہوسکتی - اسلیے کہ آپ کے صحیح حالات کا مخرج سوائے احادیث کے کوئی شی نہین ہوسکتی - اور خدا کا شکر ہی کہ مسلمانون نے علم الرجال کا ایسا عجیب وغریب علم ایجاد کیا ہی کہ احادیث کی صحت کا اندازہ کرنے مین کبھی غلطی نہین ہوسکتی اور یہ علم مسلمانون کی خاص ملکیت ہی جس مین کسی غیر قوم کا حصہ نہین ہی اور نہ دنیا کے پردے مین کہین یہ علم ہی - اسکی وجہ سے دنیا کے اور اہل علم پر مسلمانون کو ایک مخصوص فوقیت حاصل ہی جو اُن کا خاص حق ہی - پس مولانا صاحب نے اس معاملے مین خاص جدت سے کام لیا ہی اور یہی وہ لاجواب خوبیان ہین جنھون نے آپ کی تحریرون مین جادو کا اثر پیدا کر رکھا ہی جو حضرات محفل میلاد منعقد کرتے ہین اُن کے لیے اس کتاب کا یہ حصہ ایک نہایت ہی نادر تحفہ ہی - جس مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاقی پہلو دکھایا گیا ہی وہان پر **راست بازی** اور **استقلال** پر خصوصیت کے ساتھ زور دیا گیا ہی - اور اگر غور کر کے دیکھا جائے تو فی الحقیقت یہی دو چیزین

انسانی زندگی کا مرکز ہوتی ہین[لہ]۔

"**نجات السکوت**" اس مضمون مین وحدت وجود۔ بے ثباتی دنیا اور دنیا و دین کے مسائل پر بحث کی گئی ہی اور یہ بھی دکھایا گیا ہی کہ آیا ظاہر و باطن مین مغایرت ہی یا نہین۔

"**نور عشق**" اس مضمون مین مسئلۂ وحدت وجود کی تحقیق کی گئی ہی۔ اور عشق و عاشقی کے مدارج علیا بیان کیے گئے ہین۔ انسان کامل کی جامعیت و قربت پر بحث کی گئی ہی مشایخ کے بعض اقوال کی تشریح کی گئی ہی۔ شیخ کامل کی شناخت بتائی گئی ہی۔ اُنکی متابعت کی ترغیب و تحریص کی گئی ہی اور یہ دکھایا گیا ہی کہ شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہی۔ اس مضمون مین ۴۲ مستند اور مبسوط کتابون کا حوالہ دیا گیا ہی۔

حصۂ نظم بھی مختلف سرخیون مین منقسم ہی مگر سب کا موضوع تصوف ہی خصوصًا

لہ ہم نے اوپر بیان کیا ہی کہ اس مجموعہ کا موضوع تصوف ہی۔ لہذا یہان اس بات کی توضیح کردینا نہایت ضروری ہی کہ آنحضرت صلعم کی زندگی تصوف کی جامع تھی اور آپ ہی تصوف کے آفتاب تھے۔ علاوہ ازین ارباب تصوف کے لیے آپ کی محبت جزو لاینفک ہی۔ بغیر محبت رسول صلعم معراج تصوف حاصل نہین ہوسکتی۔ اسلیے کہ ہمارے اور ہمارے خالق کے درمیان اگر کوئی زبردست رشتہ ہی تو وہ آپ ہی کی ذات بابرکات ہی۔ پس جو شخص عرفان کے پُرصعب رستے مین قدم رکھنا چاہتا ہو اُسکو چاہیے کہ وہ پہلے فنا فی الرسول صلعم ہو۔ جبھی فنا فی اللہ ہونے کی اُسکو اُمید ہوسکتی ہی۔ اسلیے آپ کی محبت نہایت ضروری ہی اور آپ سے محبت پیدا کرنے کا سب سے بہتر ذریعہ یہ ہی کہ آپ کا اتباع کیا جائے اور آپ کے حالات زندگی سے روشنی لیکر ہم اپنی زندگی کو سدھارین۔ اور جو شخص آپ کی زندگی کی تقلید کریگا اگر اُسکو تصوف کا خیال بھی نہ ہو جب بھی وہ اپنے کو تصوف کے بلند ترین زینے پر پائے گا۔ آپ کی زندگی کے حالات مین بڑے بڑے اسرار پنہان ہین اور آپ کی زندگی بجاے خود ایک بہت بڑا فلسفہ ہی بلکہ تمام علوم اور فلسفون کا مغز اور لب لباب ہی ۱۲

وہ کوائف جنکا تعلق حال اور عرفان سے ہی۔

یہ کتاب بحیثیت ظاہری تو محض کاغذ اور روشنائی کی ایک اجتماعی صورت ہی مگر حقیقۃً سچائی اور عرفان کا ایک دریا ہی جو بہتا چلا جا رہا ہی۔ اسکے پڑھنے سے ایک عجیب کیفیت طاری ہوتی ہی۔ جو لوگ دُر حقیقت کے متلاشی ہین اُنکو چاہیے کہ اس دریا مین غوطہ لگائین اور اپنے دامن مقصود کو سچائی کے بیش بہا موتی سے پُر کرین

طرز بیان — ہر تحریر کا طرز بیان نرالا اور ایک دوسرے سے جداگانہ ہوتا ہی۔ مثلاً جو کتب تاریخ کا طرز بیان ہوتا ہی وہ کتب ریاضی کا نہین ہوتا۔ جو کتب ادبیہ کا طرز بیان ہوتا ہی وہ کتب طبیہ کا نہین ہوتا۔ علی ہذا القیاس اُن تحریرات کا بھی جنکا موضوع انسان کی باطنی اور روحانی کیفیتین ہوتی ہین ایک مخصوص اور نرالا انداز ہوتا ہی مگر اس خصوصیت کو خال خال لوگون نے مدنظر رکھا ہی اور بہت کم لوگون نے اسکی وقعت اور اہمیت کو سمجھا ہی۔ لہذا جن حضرات کو ایسی کتابون کے مطالعہ کا تجربہ ہوگا جن کا موضوع انسانی دماغ یا روح یا دقیق مسائل کی تحقیق رہی ہی وہ مولانا صاحب کی اُس جدت کی داد دیے بغیر نہین رہ سکتے جو اُن کے طرز بیان کی ایک نمایان خصوصیت ہی۔ جن مضامین کا کتاب ہذا مجموعہ ہی اُن کا تعلق نہایت دقیق۔ نازک اور پیچیدہ مسئلون سے ہی اور ایسے مضامین کے طرز بیان کا نقص تقریباً ہر مصنف کی تحریر مین پایا جاتا ہی خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی۔ مشرقی ہو یا مغربی اور جو لوگ اس عالمگیر نقص سے مستثنٰی ہین اُنکی تعداد ایک ہزار مین ایک یا دو سے

زیادہ نہین ہی۔ عام طور پر مصنفون کا اصول ہی کہ جب وہ کسی ایسے مضمون پر قلم اُٹھاتے ہین جسکا تعلق دماغی یا روحانی حالت سے ہوتا ہی تو سب سے پہلے وہ باریک اور دقیق باتون کا ذکر کرتے ہین جنکا ہمکو براہ راست احساس یا علم نہین ہوتا بعد ازان وہ رفتہ رفتہ اُن کیفیتون کے بیان تک پہونچتے ہین جو اول الذکر کیفیتون کے مجموعہ کا نتیجہ ہوتی ہین اور جنکا ہمکو براہ راست علم ہوتا ہی یا جنکے احساس کو کسی امتیازی کیفیت یا خصوصیت کی وجہ سے ہم دوسرے احساس سے مختلف سمجھتے ہین اور اس اختلاف کو بھی ہم جانتے ہین۔ یا بہ الفاظ دیگر یون سمجھنا چاہیے کہ مذکورۂ بالا مصنف پہلے کسی کیفیت کے دقیق اور باریک اجزا کو بیان کرتے ہین اسکے بعد بتدریج اُس مسلم کیفیت کو بیان کرتے ہین اِس طرز تحریر سے سخت خرابیان اور دقتین پیدا ہوتی ہین جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ بہت سی باتین ناظرین کی سمجھ مین نہین آتین اور جو آتی ہین وہ بھی بدقت تمام۔ اور اسکا سبب یہ ہی کہ انسان کی فطرت نہایت ہی پیچیدہ اور گہری واقع ہوئی ہی اور اسکے اندر بیشمار باتین ایسی ہین جنکا ہمکو مطلق احساس اور علم نہین ہوتا البتہ ہم کو جو کچھ علم یا احساس ہوتا ہی وہ ہماری فطرت کی مجموعی حیثیت کا ہوتا ہی۔ یہ نہایت ہی قابل غور مسئلہ ہی اور امید ہی کہ ناظرین خود اپنی مختلف حالتون اور کیفیتون پر غور فرما کر اس بیان کی تصدیق فرمائین گے۔ اور اگر وہ ہماری اس استدعا پر توجہ فرمائین گے تو وہ دیکھین گے کہ خواہ محبت ہو یا نفرت۔ غصہ ہو یا رحم۔ رنج ہو یا خوشی تکلیف ہو یا آرام۔ ان تمام کیفیتون کی محض مجموعی حیثیت کو ہم محسوس کرتے ہین

ہم یہ نہین کہتے کہ ان کے اجزا کا ابتدا سے انتہا تک ہمکو مطلق احساس ہی نہین ہوتا ضرور ہوتا ہی۔ اگر ان اجزا کا احساس نہو تو مجموعی حیثیت کو بھی ہم محسوس نہین کرسکتے ہم صرف یہ کہتے ہین کہ ان اجزا کا احساس ہمکو فرداً فرداً متوجہ نہین کرتا اور نہ ہم اُسکو اپنے دماغ کے سامنے لاسکتے ہین۔ ہمکو محض اُنکی مجموعی کیفیت متوجہ کرتی ہی اور اُسی کی صورت ہمارے دماغ کے روبرو آسکتی ہی۔ پس جب مسلّمات کا ذکر ہمارے سامنے پہلے کیا جاتا ہی تو ہم سمجھ جاتے ہین کہ کہنے والا کہہ کیا رہا ہی اور اگر اسکے بعد وہ اُن کے اجزا کا بیان کرتا ہی تو ہمارا دماغ اسکے بیان کے ہر قدم کے ساتھ رہتا ہی اور آخر تک ساتھ دیتا چلا جاتا ہی اور جو کچھ وہ کہتا جاتا ہی ہم بھی سمجھتے جاتے ہین۔ چنانچہ مولانا صاحب کے طرز بیان کی بھی یہی خوبی ہی اور جو انداز تحریر اُنھون نے اختیار کیا ہی وہ اپنے موضوع کے لحاظ سے نہایت مرغوب اور موزون ہی۔ چنانچہ ہر تحریر مین سب سے پہلے اُنھون نے موٹی۔ عام فہم اور نمایان باتین بیان کی ہین اور جن روحانی کیفیتون کا ذکر کیا ہی سب سے پہلے اُنکی مجموعی حالت کو ناظرین کے سامنے پیش کیا ہی۔ اسکے بعد اُنکے اجزا اور دقیق و باریک باتون سے بحث کی ہی۔ حق تو یہ ہی کہ مولانا صاحب نے اس معاملہ مین کمال جدت کا اظہار فرمایا ہی اور اُنکی یہ جدت نہایت قابل قدر ہی۔

مقدمہ ہذا کی علت غائی اسقدر لکھنے کے بعد یہ واضح کردینا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہی کہ اس مقدمہ کے لکھنے کا اصل مقصد یہ نہین ہی کہ کتاب ہذا کا خلاصہ درج کیا جائے

اور اُسکے نکات کی تشریح اور تفسیر کی جائے بلکہ جو خلاصہ اوپر دیا گیا ہی وہ بھی ناکافی ہی اور محض ضمناً درج مقدمہ کیا گیا ہی۔ اس مقدمہ کی علت غائی صرف یہ بتانا ہی کہ اس **مجموعہ** کو ضرور پڑھنا چاہیے اور نہایت خوض وانہماک کے ساتھ پڑھنا چاہیے اسلیے کہ تصوف کا جاننا محض دائرہٴ معلومات کا وسیع کرنا نہین ہی بلکہ ضروریات زندگی مین سے ہی اور اسی پر **مقصد** زندگی کے انجام کا دارمدار ہی و نیز اس کا حاصل کرنا انسان کی عین **فطرت کا تقاضہ** ہی۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی عرض کردینا بے محل نہ ہوگا کہ اس مقدمے مین اُن حضرات سے خصوصیت کے ساتھ خطاب کیا گیا ہی جو تصوف کو محققانہ نظر سے دیکھنا اور اسکی حقیقت کی جانچ پڑتال کرنا چاہتے ہین

تصوف کی ضرورت

انسان کی ہستی تصوف کی ضرورت اُسوقت تک نہین معلوم ہوسکتی جبتک کہ انسان کو اپنی زندگی کا **مقصد** نہ معلوم ہوجائے۔ مگر انسانی زندگی کے مقصد کا اُس وقت علم ہوسکتا ہی جب انسان اپنی ہستی پر ایک عمیق نگاہ ڈالے۔ پس سب سے پہلے ہمکو یہ بیان کرنا ہی کہ انسان ہی کیا چیز۔ انسان کی ہستی دو حصون مین منقسم ہی ایک کو وجود ظاہری کہتے ہین اور دوسرے کو وجود باطنی۔ وجود ظاہری کو جسم کہتے ہین۔ وجود باطنی کو روح۔ جسم کے بھی دو حصے ہین ایک بیرونی اور دوسرا اندرونی بیرونی یا سطحی تو وہ ہی جسکو انسان دیکھ یا چھو سکتا ہی مثلاً ہاتھ۔ پاؤن۔ آنکھ۔ناک۔کان وغیرہا

اندرونی وہ ہی جسکو نہ وہ دیکھ سکتا ہی اور نہ چھو سکتا ہی مثلاً دل۔گردہ یا گوشت کے اندر کی رگین۔ ہڈیان وغیرہا۔ اسی طور پر روح یا وجود باطنی کی بھی دو قسمین ہین۔ ایک کو روح حیوانی یا قوت بہیمی کہتے ہین۔ دوسری کو روح انسانی۔ دماغ یا قوت ملکوتی کے نام سے موسوم کرتے ہین۔ روح حیوانی جذبات وخواہشات کا منبع ہی اور محض ترکیب جسمانی کا نتیجہ۔ روح انسانی وہ قوت ہی جو ترکیب جسمانی کا نتیجہ نہین ہی بلکہ جسم کے ترکیب پانے کے بعد اسکے اندر داخل ہوئی ہی۔ روح انسانی یا قوت ملکوتی ایک خارجی اور بالاشی ہی جو جسم مادی کو اپنا مسکن بناتی ہی۔ اسکے تصرفات جسم پر جاری ہین اور جسم کے اعضا وجوارح کے ذریعہ سے اپنی ہستی کا اظہار کرتی ہی۔ اسکے قیام ودوام کا انحصار اس مادی جسم کے قیام پر نہین ہی۔ یہ اس جسم کی محتاج نہین بلکہ آزاد ہی اور اس سے علٰحدہ رہکر بھی قائم رہ سکتی ہی۔ رہا یہ کہ یہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہی کہ روح انسانی ایک بالائی اور خارجی ہستی ہی۔ اور جسم عنصری سے علٰحدہ ہوکر قائم رہ سکتی ہی تو اسکا بیان آگے آئے گا۔ مگر یہ سوال کہ اسکو جسم کے اندر آنے کی ضرورت ہی کیا تھی اور کیون جسم کے ذریعہ سے اپنی ہستی کا اظہار کرتی ہی تو یہ سوال اس موقع پر بے محل ہی اسلیے کہ تصوف کا تعلق محض ہماری موجودہ حالت اور اسکے آیندہ تغیرات سے ہی۔ اور ہماری موجودہ حالت یہ ہی کہ ہمارے جسم کے اندر روح انسانی موجود ہی۔ اس سے کوئی انکار نہین کر سکتا اور اگر انکار کرے تو اُسکا انکار خود روح کے موجود ہونے کی دلیل ہی کیونکہ انکار خیال کی ایک قسم ہی اور خیال کرنا

صرف روح انسانی کا فعل ہی۔ پس اس مقدمہ مین متذکرہ بالا بحث کی مطلق گنجایش نہین۔ ہان تو روح انسانی نہ تو جسم کا نتیجہ ہی اور نہ قوت بہیمی کا۔ یہ ان دونون سے بالا تر ہی۔ اور ارادہ کرنا۔ غور و فکر کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ معلوم کرنا۔ نتیجہ اخذ کرنا۔ مختلف معلومات اور محسوسات مین تمیز کرنا۔ رحم و عدل کرنا۔ ترتیب و نظام پیدا کرنا یہ سب اسی کے مختلف افعال کے نام ہین۔ یہی وہ قوت ہی جسکو **شخصیت** کے نام سے موسوم کرتے ہین اور یہی وہ ہستی ہی جسکو **انسان حقیقی** کہتے ہین۔ اسکی کیفیتین اور خاصیتین لا متناہی ہین اور جس جسم سے اسکا تعلق ہوتا ہی اُسکے اندر یہ محدود نہین ہوتی بلکہ جسم سے اسکا تعلق مثل راکب اور مرکب کے ہوتا ہی۔ اور گو کہ جسمانی ذرائع سے اسکے افعال کا اظہار ہوتا ہی مگر اسکے یہ معنی نہین ہین کہ وہ ان ذرائع کی محتاج بھی ہی۔ بلکہ جسم سے علحدہ اور جسمانی ذرایع کے بغیر بھی وہ کام کرسکتی ہی اور کرتی ہی۔ منجملہ ان افعال کے ایک یہ بھی ہی کہ ایک روح کا دوسری روح سے تصادم ہوتا رہتا ہی۔ اور اس تصادم کے لیے یہ ضروری نہین کہ دو انسان ایک دوسرے کے قریب موجود ہون بلکہ سیکڑون کوس کے فاصلہ سے بھی ایسا ہو سکتا ہی اور ہوتا رہتا ہی۔ ایسے موقعون پر روح جسمانی ذرائع کی پروا نہین کرتی بلکہ جسمانی ذرائع خود عاجز اور قاصر رہتے ہین۔ جو لوگ اخبارون اور رسالون مین روزانہ ٹیلی پیتھی[1]

[1] ان واقعات کو دیکھکر اور تجربہ کرکے بڑے بڑے مادہ پرستون اور فلسفیون کے بھی چھکے چھوٹ گئے ہین اور مجبوراً اب اُنھین یہ کہنا پڑا ہی کہ دماغ کا فعل دماغ ہی جان سکتا ہی اور ضرور جان سکتا ہی ۱۲

(TelEPathy) کے واقعات پڑھتے رہتے ہین وہ اسکی بخوبی تصدیق کر سکتے ہین۔ علاوہ اسکے خود جسم کے ذریعہ سے اسکے جو افعال صادر ہوتے ہین اُنکی بھی کوئی حد و غایت نہین۔ کبھی تو جسم پر حکومت کرتی ہی۔ کبھی خاموشی کے ساتھ سیر کرتی ہی اور اعضاء و جوارح جو کام اپنی مرضی سے کرتے ہین اُنکا تماشہ دیکھتی ہی مگر جب اُن سے کوئی گستاخی سرزد ہوتی ہی یا وہ کسی ایسے فعل کے مرتکب ہوتے ہین جو اُسکی مرضی کے خلاف ہوتا ہی فوراً اُنکو سزا دیتی ہی اور تا حکم ثانی اُنکو آیندہ کے لیے ایسے حرکات سے روک دیتی ہی کبھی تو اپنے مادی خدام کی ہمت اسقدر بلند کر دیتی ہی کہ مشکل سے مشکل اور خطرناک سے خطرناک کام کو وہ انجام دیدیتے ہین کبھی اُنکی ہمت کو اس درجہ پست کر دیتی ہی کہ ادنیٰ کام سے بھی وہ جان چُرانے لگتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ ہماری زندگی کا لمحہ لمحہ اسکی نیرنگیون کی شہادت دینے کے لیے تیار ہی۔

تحقیقات ہستی کی انتہا

متذکرۂ بالا امور کے بیان کرنے سے غرض یہ تھی کہ انسان کی ہستی معلوم ہو جائے اسلیے کہ کسی شی کا مقصد دریافت کرنے کے لیے یہ نہایت ضروری ہی کہ پہلے اُسکی حقیقت اور ہستی معلوم کی جائے ورنہ اُسکے مقصد کا پتہ نہین چل سکتا۔ مگر سوال یہ ہی کہ کسی شی کی ہستی یا اُسکی حقیقت کس حد تک دریافت ہو سکتی ہی۔ اسکا جواب یہ ہی کہ حقیقت یا ماہیت کی دو قسمین ہین ایک تو **ماہیت اعتباری** اور دوسری **ماہیت حقیقی** کسی شی کی ماہیت حقیقی اسکی **مرکزی قوت** کا نام ہی۔ جو اُس شی کے اندر موجود ہوتی ہی اور اُن تمام خواص اور اجزا کو مجتمع کیے رہتی ہی جو

بحیثیت مجموعی شی یا چیز کے نام سے موسوم ہوتے ہین۔ یہ قوت احاطۂ بیان مین نہین آسکتی۔ مگر مشکل تو یہ ہی کہ اگر اس ماہیت کو مد نظر رکھ کر ہم تحقیقات کرتے ہین تو پھر موجودات مین کوئی تفریق نہین باقی رہ جاتی اور بلحاظ ماہیت حقیقی تمام اشیا اور تمام موجودات **ایک** نظر آتے ہین۔ اسلیے کہ جس قوت کا اوپر ذکر کیا گیا ہی وہ تمام موجودات مین **ایک** ہی ہی۔ خواہ وہ آفتاب مین ہو یا ماہتاب مین۔ خشکی مین ہو یا تری مین گرمی مین ہو یا سردی مین۔ سختی مین ہو یا نرمی مین سب مین ایک ہی Organizing principle ہے۔ مثلاً آفتاب مین ہم دیکھتے ہین کہ کوئی قوت ہی جو روشنی۔ گولائی۔ گرمی۔ بلندی اور ان سب کے افعال و تاثیرات وغیرہ وغیرہ کو مجتمع کیے ہوے ہی اور اُنمین ایک انتظام پیدا کیے ہوے ہی۔ ماہتاب خشکی۔ تری وغیرہ مین بھی ہم کو بعینہ یہی کیفیت نظر آتی ہی۔ لہذا لامحالہ ہمکو ماننا پڑتا ہی کہ جو قوت آفتاب مین ہی وہی ماہتاب مین بھی ہی اور وہی خشکی۔ تری۔ سردی۔ گرمی۔ نباتات۔ جمادات حیوانات مین بھی۔ اور یہی وہ قوت ہی جسکو ہم قانون **قدرت** کہتے ہین مگر قانون قدرت بھی فعل ہی ایک دوسری قوت کا جو اس سے بدرجہا زبردست ہی بلکہ اُس کے متعلق کچھ نہین کہا جا سکتا۔ قانون قدرت اُس قوت کا صرف ایک کرشمہ ہی پس ہر شی کی ماہیت حقیقی قانون قدرت ہی۔ مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ انسان حقیقی کی ماہیت حقیقی قانون قدرت نہین ہی بلکہ قانون قدرت جس قدرت کا فعل ہی وہی قوت انسان حقیقی کی ماہیت حقیقی ہی۔ اسلیے کہ انسان مین تعقل و ارادہ وغیرہ کی قوتین

موجود ہین اور قانون قدرت مین یہ قوتین نہین موجود ہین بلکہ وہ خود کسی دوسری قوت کا ارادہ ہی اور یہ وہی قوت ہی جسکو ہم خدا کہتے ہین اور چونکہ انسان مین تعقل و ارادہ وغیرہ کی قوتین محدود اور مجبور ہین لہذا انسان حقیقی اور اُسکی ماہیت حقیقی مین سایا اور جسم کا تعلق ہی اسلیے کہ روح انسانی اپنی ماہیت حقیقی کے مشابہ معلوم ہوتی ہی۔

اب رہی ماہیت اعتباری تو یہ کسی شی کے خواص و اجزا کے **مجموعہ** کا نام ہی۔ مگر یہ عجیب مجموعہ ہی۔ یہ ایک دائرہ ہی جسکا مرکز ہر جگہ ہی مگر محیط کہین بھی نہین اور یہی حالت ادنی اسے ادنی شی سے بڑی سے بڑی شی مین یکسان طور پر موجود ہی۔ نہ تو اس مجموعہ کی کہین حد ہی اور نہ اسکے اجزا کی انتہا۔ آپ ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز اُٹھا لیجیے اور اُسکے متعلق سوالات کرنے شروع کیجیے۔ ایک ذرہ جو آپ کے سامنے پڑا ہوا ہی اسی پر تجربہ کیجیے اور دریافت کیجیے کہ یہ کیا ہی۔ اسکی چمک کیا ہی۔ اسکی چوڑائی کیا ہی۔ اسکا طول کیا ہی۔ اسکا وزن کیا ہی۔ آپ کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ اس حقیر سی شی کے متعلق بے انتہا کیا پیدا ہوتے چلے جائین گے اور آپ خود عاجز آجائین گے مگر کیا کا سلسلہ ختم نہ ہوگا۔ جب دیگر اشیا کے خواص اور اجزا کے دریافت کرنے مین ہم اسقدر قاصر ہین تو انسان کی ماہیت اعتباری کو بحیثیت کلی دریافت کرنا تو بالکل ہی ایک خیال خام ہی۔ پس انسان کی ماہیت اعتباری کی جو چند باتین اوپر بیان کی گئی ہین وہ ایک بحر ذخار کے چند قطرون سے زیادہ نہین ہین۔ مگر اس سے یہ نتیجہ ہرگز نہین نکل سکتا کہ چونکہ ہم کسی شی کی ماہیت حقیقی کو بیان نہین کر سکتے اور ماہیت اعتباری پر

حاوی نہین ہوسکتے لہذا ہم سی شی کی حقیقت جاننے کا دعوی نہین کرسکتے۔ یہ خیال سراسر غلط ہی بلکہ جس شخص نے سو گز لانبی رسّی کو پکڑ لیا تو گو کہ اُسکے ہاتھ مین چند انچ سے زیادہ رسّی نہین ہی مگر اُسکی بابت یہی کہا جائے گا کہ اُسنے اُس رسّی کو پکڑ لیا اور اُس سے واقف ہو گیا۔ لہذا جو کچھ مشتے نمونہ از خروارے اوپر بیان کیا گیا ہی وہ انسان کی ہستی کو سمجھنے کے لیے کافی ہی۔ اور اس سے ہم یہ پتہ چلا سکتے ہین کہ اس ہستی کا **مقصد** کیا ہی۔

مقصد دریافت کرنے کا طریقہ اس موقع پر یہ کہا جا سکتا ہی کہ کسی شی کی ہستی دریافت کر لینے سے یہ لازم نہین آتا کہ ہم اُسکا صحیح مقصد بھی دریافت کر لین۔ یہ اعتراض نہایت درست ہی مگر مین ہرگز یہ نہین کہتا کہ کسی شی کی ہستی یا حقیقت جان لینے سے ہم ضرور اُسکا **اصلی** مقصد بھی دریافت کر لین گے۔ ہمارے سامنے ایک پھول پڑا ہوا ہی۔ ہم دیکھتے ہین کہ اسکی پتیان نہایت ملایم ہین اور انکا مزہ تلخ ہی۔ اور اگر ان کو پیس کر کوئی شخص پی لے تو کوئی خاص مرض بھی دفع ہو سکتا ہی۔ اِسکی صورت نہایت دلفریب ہی۔ خوشبو نہایت خوشگوار ہی۔ مگر اِن باتون کے دریافت کرنے سے یہ **صحیح** طور پر نہین معلوم ہو سکتا کہ اِس کے کِھلنے کا **اصلی مقصد** کیا تھا اور ہمارے سامنے کس مقصد سے پڑا ہوا ہی۔ لہذا جب ہم یہ کہتے ہین کہ کسی شی کی ہستی یا حقیقت سے واقف ہو جانے کے بعد ہم اُسکا مقصد دریافت کر سکتے ہین تو اِسکا صرف یہ مطلب ہوتا ہی کہ اُس شی کے متعلق جسقدر مقاصد انسان کے ذہن مین آسکین اُن سب پر وہ غور

وفکر کرے اور اُنکا ایک دوسرے سے مقابلہ وموازنہ کرے اور جو مقصد بہترین اور احسن وافضل معلوم ہو اُسکو اس شی کی ہستی پر چسپان کرے اور دیکھیے کہ اُسکے **مطابق** ہی یا نہین۔ آیا اُس کے انجام دینے کی اُس شی مین **قابلیت** موجود ہی یا نہین۔ صرف مطابقت اور اُس شی کی قابلیت کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ مگر مطابقت کے بھی ہر پہلو پر غور کر لینا چاہیے یعنے مقصد ہمیشہ اُس شی کی ہستی کی قابلیت کے لحاظ سے **جامع اور مانع** ہونا چاہیے۔ نہ تو اُسکی حیثیت یا استعداد سے کم ہو اور نہ زیادہ۔ مثلاً ایک انجن جسمین سٹیم بھرا ہوا ہی اور ہم نہین جانتے کہ اس سٹیم کی مقدار مین کتنی دور جانے کی قابلیت ہی۔ مگر ہم خیال کر لین کہ یہ سٹیم انجن کو پانچ میل تک لیجا سکتا ہی اور اُس انجن کو ہم چلائین۔ پس اگر پانچ میل طے کرنے کے بعد اسٹیم باقی رہ جائے تو جان لینا چاہیے کہ اس مین پانچ میل تک جانے کی قابلیت تو ضرور موجود تھی مگر محض پانچ میل کا سفر اسکی قابلیت اور حیثیت سے کم ہی۔ لہذا ہمکو چاہیے کہ اُس انجن کو اور آگے بڑھائین لیکن اگر اس موقع پر ہمنے یہ خیال کیا کہ اسکے سٹیم مین بارہ میل تک لیجانے کی قابلیت ہی اور اس خیال سے ہمنے انجن کو آگے بڑھایا مگر آٹھوین میل پر اسٹیم ختم ہو گیا تو بارہ میل کا جو خیال تھا وہ اسکی قابلیت او راستعداد سے بدرجہا زیادہ تھا۔

اسمین شک نہین کہ جامع اور مانع مقصد کا دریافت کرنا بار بار کے تجربے پر منحصر ہی مگر ہمکو چاہیے کہ ہم کوشش کرین اور ہمکو اس تجربے کی محنت سے گریز نہین کرنا چاہیے علاوہ اسکے دنیا کو پیدا ہوے بہت زمانہ ہو گیا اور اس اثنا مین جسقدر تجربے ہوئے اُنکی حد وشمار نہین ہی۔ اور ہمارے غور وفکر کے لیے نہایت قابل قدر مواد تیار ہی۔

اب کسی مستحکم نتیجہ تک پہونچنا اسقدر دشوار نہین رہا جیسا ابتدائی زمانہ مین تھا۔علی ہٰذالقیاس انسانی زندگی کا مقصد دریافت کرنے مین بھی بہت کچھ سہولتین پیدا ہو گئی ہین تاریخ کے صفحات انسانی زندگی کے کارنامون سے بھرے پڑے ہین۔فلسفہ۔ادب۔ریاضی۔ہیئت۔سائنس۔آلہیات وغیرہ وغیرہ تمام علوم وفنون مین انسان اپنا جوہر دکھا چکا ہی اور اپنی ہستی وقابلیت پر خود بہت کچھ روشنی ڈال چکا ہی۔طرح طرح کی چیزین ایجاد کرکے اور اپنی اختراعی قوت کا اظہار کرکے اُسنے اپنی استعداد اور حیثیت کا اظہر من الشمس ثبوت دیدیا ہی اور انکی نوعیت کو روز روشن کے مانند ظاہر کردیا ہی مزیدبران آسمانی[1] کتابین علی الاعلان اس امر کا اظہار کررہی ہین کہ انسان مین کس قسم کی قابلیت ہی اور باواز بلند انسانی زندگی کے اصلی مقصد کا پتہ دے رہی ہین۔یہ تمام باتین انسانی زندگی کے بہترین اور صحیح مقصد کے دریافت کرنے مین ہماری بہت کچھ امداد کرسکتی ہین۔پس ہمکو ہرگز یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ انسان کی زندگی کے مقصد کی تحقیقات مین اور اُسکے نصب العین کے کھوج مین پڑنا ایک فعل عبث اور سعی لاحاصل ہی۔

انسانی زندگی کا مقصد دنیا کے واقعات پر اور موجودات کی حالت پر جسوقت ہم حقیقت کی

---

[1] یہان لفظ آسمانی پر بحث کرنے کی ضرورت نہین ہی۔مدعا صرف یہ ہی کہ جن کتابون کو ہم آسمانی کہتے ہین وہ جو کچھ کہتی ہین اُسپر ہم کو غور کرنا چاہیے اور جب ہم غور کرکے اُن کے مطالب پر عبور حاصل کرلین گے اُسوقت ہمکو معلوم ہوگا کہ انکا ہر لفظ ایک خاص اہمیت رکھتا ہی اور انکا ہر فقرہ سچائی سے بھرا ہوا ہی۔اس سے بحث نہین کہ ہم اُنھین آسمانی کتاب سمجھکر اُن کا مطالعہ کرین یا غیر آسمانی خیال کرکے۔جب ہم اُن کے رموز تک پہونچ جائین گے اور اُن کے مطالب کو حل کرلین گے اسوقت اُنکا آسمانی یا غیر آسمانی ہونے کا راز خود بخود منکشف ہو جائے گا ۱۲

عینک لگا کر نظر ڈالتے ہین اور آفتاب کی تمازت۔ پانی کی روانی۔ سردی کی سختی۔ گرمی کی تیزی۔ سختی کی زبردستی۔ نرمی کی زیردستی۔ حُسن کی دلربائی۔ عاشق کی محویت۔ معشوق کی جفاشعاری وغیرہ وغیرہ پر غور کرتے ہین تو ایک حیرت انگیز تماشہ نظر آتا ہی اور عجیب فتنہ انگیز حقیقت کا انکشاف ہوتا ہی۔ حواس معطل ہو جاتے ہین۔ عقل بیکار ہو جاتی ہی۔ زبان کی گویائی جاتی رہتی ہی۔ قلم کی رفتار رُکا ہوا ہو جاتی ہی دم گھُٹنے لگتا ہی۔ طائر روح ہدفِ حیرت ہو کر قفس جسم مین مرغ بسمل کے مانند تڑپنے لگتا ہی۔ رویان رویان صانع حقیقی کی صنعت اور قادر مطلق کی قدرت کی ثناخوانی مین محو ہو جاتا ہی۔ پس کسکی مجال ہی جو کہہ سکے کہ باغ عالم کا ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ اُس باغبانِ حقیقی کی حمد و صفت مین رطب اللسان نہین۔ اور کون کہہ سکتا ہی کہ ہر کہ و مہ چرند و پرند۔ انسان و حیوان۔ برگ و گل۔ شجر و حجر محو حیرت ہو کر سر بسجود نہین ہین عجیب کثرت ہی اور عجیب وحدت ہی۔ اور وحدت بھی ایسی جو کثرت پر حاوی اور کثرت بھی ایسی جو وحدت مین جذب۔ مختصر یہ کہ جسطرح تمام ہستیون کی ماہیت حقیقی ایک ہی اُسی طور پر تمام ہستیون کا مقصد بھی ایک ہی۔ مگر جس طور پر تمام اشیا کی ماہیت اعتباری مختلف اور متضاد ہین اُسی طور پر اُنکے مقاصد کے انجام پانے کی صورتین بھی مختلف اور متضاد ہین۔ ذرا وہ لوگ جو اجتماع[۱] ضدین کے قائل نہین ہین آنکھین کھول کر دیکھین اور منطق کی دُھندلی

[۱] منطق کا مسئلہ ہی کہ اجتماع ضدین محال ہی۔ مثلاً ہم کہین کہ ہم نے ایک کپڑا دیکھا ہی جو سفید بھی ہی اور غیر سفید بھی تو یہ غلط ہوگا۔ یا تو وہ کپڑا سفید ہوگا یا غیر سفید۔ اس مسئلہ کے اصل معنی یہ ہین کہ ایک ہی ہستی یا شئی دو ایسی صورتین نہین اختیار کر سکتی جو ایک دوسرے کی ضد ہون۔ مثلاً وہ کپڑا دو متضاد رنگون کو ہرگز نہین اختیار کر سکتا یعنی سفیدی و (بقیہ بر صفحہ ۳۰)

عینک کو پھینک کر حقیقت پژوہی کا سرمہ لگائین۔ آئینۂ دل کو قابل کرتب نور بنائین اور حقیقت کا تماشہ دیکھین۔ ہان تو کہنا یہ ہی کہ عالم موجودات بحیثیت کلی و جزئی ایک ہی مقصد کے انجام دہی مین مصروف ہی۔ اور وہ واحد مقصد یہ ہی کہ چونکہ ہر شی کی ماہیت حقیقی قوت ہی جو سب مین ایک ہی اور قوت کی خاصیت یہ ہی کہ وہ اپنی ہستی کا اظہار کرتی رہتی ہی اور اپنے قیام اور دوسرون پر غالب آنے کی کوشش کیا کرتی ہی اور یہی اُسکا مقصد ہی لہذا تمام عالم کا اور اُسکے تمام اجزا کا واحد مقصد یہ ہی کہ وہ اپنے قیام و ترقی کی کوشش کرین اور اپنی ہستی کو ایک زبردست ہستی سمجھ کر اپنی پوری قوت کے ساتھ ظاہر کرین۔ نظام عالم کا شیرازہ اسی ایک زبردست زنجیر مین جکڑا ہوا ہی۔ انسان اس اصول عامہ سے مستثنےٰ نہین۔ اور گو کہ اُسکی ماہیت حقیقی دیگر موجودات کی ماہیت حقیقی سے جداگانہ ہی تاہم چونکہ وہ اس عالم مین ہی لہذا اُسکی ہستی کا مقصد اسکے خلاف نہین ہو سکتا۔ اور اگر اُسکے اِس عالم مین

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٢٩) غیر سفیدی نہین ہو سکتی نہ سفیدی غیر سفیدی کو پیدا کر سکتی ہی مگر اسکے یہ معنی ہرگز نہین ہو سکتے کہ اگر کسی ہستی کو دو متضاد اشیا یا ہستیون پر قابو حاصل ہو تو وہ اُن دونون کو مجتمع نہین کر سکتی۔ یہ مفہوم غلط اور بدیہیات کے خلاف ہی۔ کیا کوئی بشر اس واقعہ سے انکار کر سکتا ہی کہ ایک ہی شخص سفیدی اور غیر سفیدی دونون کو دیکھ سکتا ہی۔ سردی کو بھی محسوس کرتا ہی اور گرمی کو بھی۔ تاریکی بھی دیکھتا ہی اور روشنی بھی۔ اور ان متضاد ہستیون کی تصویرین اُسکے ذہن مین قائم رہتی ہین۔ مگر اُسکا ذہن ایک ہی ہی۔ یہان پر نکتہ یہ ہی کہ ذہن خود نہین ان صورتون کو اختیار کرتا بلکہ انکو اس طور پر جمع کرتا ہی جیسے دنیا مین اسٹامپ اور تصاویر جمع کرنے والے طرح طرح کے اسٹامپ اور تصاویر جمع کرتے ہین۔ علیٰ ہذا القیاس تمام موجودات کی ماہیت حقیقی ایک ہی اور یہی مختلف و متضاد صورتون کو مختلف اور متضاد اشیا کی ہستیون مین جمع کیے ہوے ہی۔ یعنے ایک متضاد صورت خود دوسری متضاد صورت نہین اختیار کر سکتی اور نہ اسکو پیدا کر سکتی ہی بلکہ دونون کو ایک تیسری قوت مجتمع کیے ہوے ہی پس اجتماع ضدین کا اعتراض اس موقع پر غلط ہی۔ ١٢

ہونے کے خیال سے قطع نظر کرکے بھی دیکھا جائے تو وہ متذکرۂ بالا اصول کے خلاف نہین چل سکتا اور اگر یہ نکتہ سمجھ مین نہ آتا ہو تو ہم اسکی تشریح بھی کیے دیتے ہین۔ ہم نے اوپر یہ بیان کیا ہی کہ انسان کی ہستی دو حصون مین منقسم ہی۔ ایک کو ہم نے انسان حقیقی کہا ہی اور دوسرے کو اب انسان غیر حقیقی کہتے ہین۔ انسان غیر حقیقی اُسکا جسم اور اُسکی قوت بہیمی ہین اور انسان حقیقی اُسکی روح انسانی۔ قوت ملکوتی یا دماغ ہی۔ پس چونکہ انسان غیر حقیقی کی ماہیت حقیقی وہی قوت ہی جو سب مین پنہان ہی اسلیے اُسپر فرض ہی کہ وہ اُس کا اتباع کرے۔ رہا انسان حقیقی تو اسکو اپنی ماہیت حقیقی کا اتباع کرنا فرض ہی۔ مگر اُسکی ماہیت حقیقی بھی اپنی ہستی کا اظہار ضرور کرتی ہی پس انسان حقیقی فطرتاً اپنی ہستی کا اظہار کرنے کے لیے مجبور ہی اور یہ اُسکا فرض ہی۔ لیکن چونکہ روح انسانی بمقابلہ اپنی ماہیت حقیقی کے کمزور اور مجبور ہی۔ اسلیے اُسکے حق مین یہ اظہار اُسکی ترقی کا باعث ہی کیونکہ کمزور چیزون کا اپنی ہستی کا اظہار کرنا اُنکی ترقی کا ذریعہ ہوتا ہی[1]۔ پس انسان خواہ کوئی رستہ اختیار کرے مگر لامحالہ اُسی اصول عامہ کے دائرے مین قدم رکھے گا جسکا اوپر ذکر کیا گیا ہی۔

الغرض انسان کی زندگی کا تقاضہ اور مقصد یہ ہی کہ وہ اپنے وجود کی صحت

[1] اوپر بھی جہان کہا گیا ہی کہ قوت اپنی ہستی کا اظہار کرتی ہی اور اپنے قیام۔ ترقی اور دوسرون پر غالب آنے کی کوشش کرتی ہی۔ تو قیام ترقی اور غالب کے الفاظ کو زائد سمجھنا چاہیے اسلیے کہ محض اظہار کے ایک فعل مین یہ تمام مرحلے طی ہو جاتے ہین۔ مثلاً جب ہم یہ کہتے ہین کہ لڑکون کو اپنی غور و خوض کی قوت کو ترقی دینا چاہیے تو اس کا یہی مطلب ہوتا ہی کہ وہ اس قوت کا استعمال کرین اور اُسکا اظہار کرین۔ مگر عام طور پر یہ اجمال سمجھ مین نہین آسکتا اسلیے ترقی وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے جاتے ہین۔ اور یہان بھی انکا استعمال کیا گیا ہی۱۲

اور ترقی کی کوشش کرے یعنی اپنی پوری استعداد کے مطابق اپنی ہستی کا اظہار کرے اور اسکو Assert[1] کرے۔ اپنی ہستی کے ہر جزو کی جسکا اوپر ذکر ہوچکا ہی محافظت اور پرورش کرے اور قوت ملکوتی کو ترقی کے معراج پر پہونچائے۔ مگر چونکہ اُسکے وجود کے تمام حصے یکسان حیثیت نہین رکھتے اسلیے ہر حصے کو اُسکی حیثیت کے مطابق ترقی دینی چاہیے اور ہر جزو کی اُسکی اہمیت کے مطابق پرورش کرنی چاہیے۔ چنانچہ موجودہ جسمانی ساخت مِٹ جانے والی شی ہی اور جو قوت اسکی ماہیت حقیقی ہی وہ دائمی طور پر اسکو نہین سنبھالے رہ سکتی بلکہ دوسری قوتون سے دب کر اسکو کبھی نہ کبھی چھوڑ دے گی اور جسم برباد ہوجائے گا اور اسکی بربادی کے ساتھ جسمانی خواص یعنے قوت بہیمی بھی نابود ہوجائے گی لہذا اسکی پرورش اور محافظت تو ضرور کرنی چاہیے مگر اعتدال[2] کے ساتھ۔ اگر افراط کے ساتھ کیجائیگی

---

[1] یہ لفظ نہایت ہی معنی خیز ہی ۱۲

[2] اعتدال کسی مجموعی حالت یا استعداد کی مطابقت کو کہتے ہین۔ اعتدال اسے نہین کہتے کہ مجموعی استعداد یا حالت مین سے کوئی خاص مقدار منتخب کر لیجائے اور اُسکے مطابق عمل کیا جائے۔ مثلاً اگر ہم کہین کہ فلان مزدور پر بوجھ رکھنے مین اعتدال سے کام لو تو اسکے صرف یہ معنے ہون گے کہ اُسپر زیادہ سے زیادہ اتنا بار رکھو جسکو وہ بآسانی برداشت کر سکے اور اس سے کم مت رکھو۔ اکثر لوگون کا یہ خیال ہی کہ اعتدال مجموعی حالت یا استعداد کی حد اوسط یا مقدار اوسط کو کہتے ہین اور اس سے مراد کسی خاص مقدار سے لیتے ہین جو مجموعی حالت سے منتخب کر لی جائے۔ پس اُن کے نقطۂ خیال سے موجودہ مثال مین پوری استعداد برداشت کے مطابق بار نہین رکھنا چاہیے بلکہ اوسط استعداد کے مطابق۔ بعض حضرات کا یہ قول ہی کہ اعتدال مجموعی استعداد کی مطابقت کو تو ضرور کہتے ہین مگر جیسا کہ موجودہ مثال مین کہا گیا ہی کہ "اس سے کم مت رکھو" یہ ضروری نہین ہی۔ میرے خیال مین دونون فریق غلطی پر ہین۔ بلکہ جیسا کہ موجودہ مثال مین کہا گیا ہی کہ پوری استعداد برداشت کے مطابق بار رکھو جسکو وہ مزدور آسانی سے برداشت کر لے اور اس سے کم نہ رکھو یہی صحیح ہی۔ اسلیے کہ اعتدال ایک نہایت ہی معنی خیز لفظ ہی اور حقیقت یہ ہی کہ عادت ایک نہایت زبردست قوت ہی اور جب کسی شخص کی پوری پوری استعداد سے ذرہ برابر بھی کم کام لیا جائیگا تو وہ اُسکا عادی ہوجائیگا اور عادت کی بنیاد اول ہی پڑ جاتی ہی۔ اس امر کی تصدیق کے لیے (Psychology-chapter-habit ملاحظہ ہو) بقیہ صفحہ ۳۳

تو جو زاید کوشش اسکی پرورش اور ترقی مین صرف ہوگی وہ محض بیکار ضائع جائے گی اور مآل کار مضر ثابت ہوگی۔ اسلیے کہ جو قوت اسکو سنبھالے ہوے ہے اُسکی استعداد محدود ہے اور وہ بہت زیادہ ترقی کی صلاحیت نہین رکھتی۔ برعکس اسکے اگر اسکی حفاظت اور ترقی مین تفریط سے کام لیا جائے گا تو یہ جسم قبل از وقت بیکار ہوجائے گا اور اسکے خواص و قوی مین انحطاط پیدا ہوجائے گا اور یہ حالت یہین تک محدود نہین رہیگی بلکہ یہ جسم اس مادی دنیا کی دوسری قوتون کا مقابلہ کرنے سے مجبور ہوکر بہت جلد برباد ہوجائے گا اور ہم پر فرض ہے کہ دیدہ و دانستہ اسکو برباد نہونے دین کیونکہ ہماری ہستی کا یہ بھی ایک جزو ہے خواہ چند روزہ ہی کیون نہو۔

رہی قوت ملکوتی تو اسکی ترقی۔ پرورش اور پرداخت مین جہانتک اہتمام اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲) اور اگر یہی رفتار جاری رہی تو اُسکی اصلی اور پوری قوت و قابلیت برابر گھٹتی جائے گی۔ اور ایسا کرنا نظام عالم اور تقاضاے فطرت کے خلاف ہے اور اس طرز عمل سے اعتدال کو اُسکے بہت بڑے جوہر (خصوصًا اخلاقی) سے عاری کرنا ہے۔ علاوہ اسکے اگر ہم کسی شے کی قوت کو بڑھا نہین سکتے تو اُسکے گھٹانے کا ہمکو کیا حق حاصل ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ اس اصول کے مطابق جسم اور جسمانی خواص کو ترقی دینے سے اُنکو بہت قوت حاصل ہوجائے گی اور ہمارے قابو سے باہر ہوجائین گے۔ تو ہم اس اعتراض کو تسلیم کرتے ہین مگر ساتھ ہی یہ بھی عرض ہے کہ آگے چل کر ہم نے قوت ملکوتی کی ترقی پر بھی بہت زور دیا ہے اور یہینپر یہ کہا ہے کہ اسکی ترقی لامحدود ہے پس جب یہ قوت بھی ترقی پاتی رہیگی تو جسمانی قوت خود بخود دبتی رہیگی اور ہماری ہستی مثل ایک زبردست سلطنت کے ہوجائیگی جسکا بادشاہ بھی نہایت زبردست ہوگا اور اُسکی فوجین بھی دلیر۔ بہادر اور شہ زور ہونگی اور بادشاہ کے حکم کے مطابق داد شجاعت دینگی پس اگر زبردست سپاہ کا کمانڈر یا بادشاہ اُن سے زیادہ زبردست ہو تو یہ عین بہبودی کا باعث ہے اور یہ ناممکن نہین ہے۔ لہذا روح انسانی کی قدرت جسمانی قوتون پر غالب آجائیگی اور یہ خیال کرنا چاہیے کہ روح انسانی یا قوت ملکوتی اس امر کی حاجتمند ہے کہ جب جسمانی قوتین ایک محدود حالت تک ترقی پائین جب ہی وہ اُن پر قابو حاصل کرسکتی ہے۔ ہرگز نہین۔ دونون کو ترقی دیجیے۔ پھر تماشہ دیکھیے۔ ہماری تھیوری اور دوسرون کی تھیوری مین صرف یہ فرق ہے کہ روح انسانی کے متعلق ہمارے خیالات اُنکے خیالات سے زیادہ بلند ہین ۱۲

شغف پیدا کیا جاے کم ہی۔ اسکی استعداد اور صلاحیت کی کوئی حد و انتہا نہین۔ اسلیے
کہ یہ ایک دایمی اور غیر فانی شے ہی۔ اِس جسم مادی سے علٰحدہ ہو کر بھی قایم رہے گی
اور علٰحدگی جسم کے بعد سے صرف یہی ہماری ہستی ہوگی۔ پس اسکی ترقی و تہذیب
مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھنا چاہیے۔ اس عالم کی تمام چیزین ہمسے جدا ہو جائینگی
مگر یہی قائم رہ جائے گی اور جس حالت مین یہ جسم سے جُدا ہوگی اُسی حالت مین
رہیگی لہذا اگر ہم چاہتے ہین کہ عالم اجسام اور عالم ارواح دونون مین ہم عزت اور افتخار
کے ساتھ زندگی بسر کرین تو ہماری تمام کوششین اُسکو مجلّے اور مرصع کرنے مین صرف
ہونی چاہیین۔ اور جو وقت ہمارے ہاتھ مین ہی غنیمت ہی جس روز جسم اور روح مین
جدائی ہو جائے گی اسکے بعد پھر اسمین کوئی نئی بات نہین پیدا ہو سکتی۔ اس عالم مین
ہم جو چاہین اسکے ساتھ کر سکتے ہین۔ یہان سے کوچ کرنے کے بعد سوائے کف افسوس
ملنے کے کچھ نہ رہ جائے گا۔ صرف ہماری اِس زندگی کے ایام اسکو مزین و مہذب بنانے
کے ایام ہین اور یہی وہ راز ہی جسکی بنیاد پر ہمنے یہ کہا ہی کہ دیدہ و دانستہ اس جسم مادی
کو برباد نہین ہونے دینا چاہیے جو دم ملتا ہی غنیمت ہی۔ اس زندگی کا ایک ایک لمحہ
گرانمایہ ہی ہم اپنے ہاتھون سے خود کیون اس عالم سے اپنا رشتۂ تعلق توڑین۔ اگر ہم
عقلمند ہین اور اپنی ہستی کا مقصد جانتے ہین تو ہم کو جتنا ہی زیادہ وقت ملتا ہی اُتنا ہی
زیادہ اپنی آیندہ زندگی کے لیے تیار ہو سکین گے۔ یہ زندگی وبال اُن کوتاہ اندیشون
کے لیے ہی جو اپنی موجودہ اور آیندہ زندگی کے رموز سے ناواقف ہین۔ اور اگر

واقف بھی ہین تو آنے والی حالت کے لیے تیار ہونے سے پہلو تہی کرتے ہین۔ مگر خوب یاد رکھنا چاہیے کہ قوت ملکی یا روح انسانی ایک نہایت ہی زبردست اور صاحب قدرت ہستی ہی۔ نہ تو اسکو کسی دوسری ہستی کا خوف ہوسکتا ہی اور نہ کسی کا ڈر۔ نہ تو یہ کسی سے دب سکتی ہی اور نہ کسی کی حقیقت کو خاطر مین لاسکتی ہی۔ اگر کسی ہستی سے یہ دب سکتی ہی اور کسی ہستی کا اسکو خوف ہوسکتا ہی تو وہ وہی ہستی ہی جسنے اسکو پیدا کیا ہی۔ اور جو اسکی قوت کا منبع و مخرج ہی۔ پس اسکو مہذب بنانے کے لیے یہ نہایت ضروری ہی کہ اپنے خالق کا خوف اور اُسکی یاد ہمیشہ ہر وقت ہمارے دل مین تازہ رہے۔ غرض ہمکو اپنی قوت ملکوتی پر تمام و کمال توجہ کرنی چاہیے اور اس مدعا کے حاصل کرنے کے لیے ہمکو جاننا چاہیے کہ اس عالم مین ہمین کیا کیا کام کرنے ہین۔ اور ان کامونکی اجمالی تفصیل یون ہوسکتی ہی کہ ہماری زندگی کا مقصد تین قسم کے کامون مین منقسم ہی۔

ایک تو وہ کام جسکا تعلق محض ہماری ذات سے ہی یعنے جسم کا رکھ رکھاؤ اور ساتھ ہی ساتھ روح انسانی کی پرورش و تہذیب اور آیندہ زندگی کے لیے اسکو پورے طور پر تیار کرنا۔

دوسرا وہ کام جسکا تعلق کچھ تو ہماری ذات سے ہی اور کچھ ابنائے جنس کی ذات کے ساتھ۔ یعنے چونکہ ہم فطرتاً مدنی الطبع واقع ہوے ہین لہذا ہمکو سوسائٹی کے تعلقات سے ضرور ملوث ہونا پڑیگا۔ پس ہمکو اخلاق صحیحہ اور اخلاق حسنہ کسب کرنا چاہیے۔

تیسرا وہ کام جسکا تعلق ہمارے پیدا کرنے والے کی ذات سے ہی یعنے ہمکو چاہیے

کہ خداوند تعالیٰ کی یاد سے ہم کبھی غافل نہ ہون۔ اور اُسکی سطوت اور اُلوہیت کا خیال کبھی دل سے محو نہ ہو۔ مگر یہ تقسیم محض اعتباری ہی ورنہ قسم اول ہی سب کچھ ہی اور وہی دوسری و تیسری قسمون کے کامون کا مرکز ہی۔

ماحصل انسانی زندگی کا مقصد بیان کرنے کے بعد یہ عرض کرنا ہی کہ یہ مقصد صرف تصوف کے جاننے اور اسکے اصول پر کاربند ہونے سے انجام کو پہونچ سکتا ہی۔ اور یہی مندرجۂ بالا سطور کا ماحصل ہی۔ بغیر تصوف کی روشنی کے ہم اپنی منزل مقصود تک ہرگز نہین پہونچ سکتے۔ اور اصلی تصوف جس شی کا نام ہی وہ وہی ہی جو انسان کو مذکورۂ بالا مقصد زندگی کی تعمیل کے لیے صرف قابل ہی نہ بنائے بلکہ اُس سے تعمیل کرائے۔ اب یہان پر ایک نہایت معرکۃ الآرا بحث پیدا ہوتی ہی۔ وہ یہ کہ انسان کی زندگی کا مقصد بیان کرنے مین سب سے زیادہ اہمیت اور برتری روح انسانی یا قوت ملکوتی کی ترقی اور تہذیب کو دی گئی ہی۔ اور یہ اہمیت و فوقیت اس سبب سے دی گئی ہی کہ قوت ملکوتی دایمی اور غیر فانی قرار دی گئی ہی اور اسکی بابت یہ دعوی کیا گیا ہی کہ جسم مادی کی بربادی کے بعد بھی یہ قائم رہیگی۔ پس یہ مسئلہ نہایت اہم ہی اور تصوف کی جان یہی ہی۔ لہذا ہر شخص کو یہ کہنے کا حق حاصل ہی کہ اس دعوے کی دلیل پیش کرنی چاہیے ورنہ یہ دعوی بالکل بے بنیاد ہی اور تصوف کوئی قابل وقعت شی نہین ہی اور اسکا اکتساب محض تحصیل لاحاصل ہی۔ پس حامیانِ تصوف پر فرض ہی کہ اس مسئلہ پر مدلل بحث کرکے ثابت کرین کہ فی الحقیقت روح انسانی غیر فانی تسلیم کیجا سکتی ہی۔

روح انسانی کو فنا نہین ہی

ہمارا یہ دعوی ہی کہ روح انسانی ۔ قوت ملکوتی یا دماغ باقی اور غیر فانی ہی مگر چونکہ یہ مسئلہ نہایت نازک اور دقیق ہی اسلیے انسب معلوم ہوتا ہی کہ اِس دعوے کا ثبوت اُن لوگون کے اعتراضات کے جواب کی صورت مین پیش کیا جائے جو اس عقیدے کے قایل نہین ہین۔ اعتراضات کا ذکر کیے بغیر بھی اسکا ثبوت دیا جاسکتا ہی مگر یہ طرز مرغوب اور تشفی بخش نہ ہوگا۔ لہذا ناظرین والاتمکین سے استدعا ہی کہ ذیل کے سطور کو نہایت غور و توجہ کے ساتھ پڑھین۔

اعتراض اول | بعض اہل سائیکالوجی[1] (psychology) کا قول ہے کہ روح انسانی یا دماغ اُن احساس کے مجموعہ کا نام ہی جو حواس خمسہ کے ذریعے سے پیدا ہوتے ہین۔ پس جب جسم مادی برباد ہو جائے گا اور اُسکے ساتھ حواس خمسہ بھی نابود ہو جائین گے۔ اُسوقت روح انسانی یا دماغ زائل ہو جائے گا۔

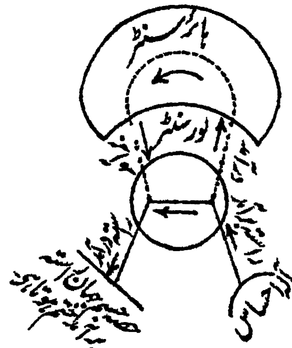
جواب | دماغ یا روح انسانی کو احساس کا مجموعہ وہ سائیکالوجسٹس (psychologists) مانتے ہین جو ایسوسی ایشن ازم (Association ism) کے قائل ہین۔ ہم کو تو پہلے ان کے اسی عقیدہ پر اعتراض ہی باقی رہا دماغ کا جسم کے بعد قائم رہنا

[1] سائیکالوجی یا علم النفس وہ علم ہی جو دماغی کیفیتون (مثلاً احساس ۔ خواہش ۔ جذبات ۔ تعلم ۔ تعقل ۔ فیصلہ ۔ ارادہ وغیرہ) کی تشریح توضیح اور توجیہ کرتا ہی ۱۲

یا نہ رہنا یہ مسئلہ بعد کو آئے گا۔ پہلے ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ یہ حضرات کس بنیاد پر دماغ کو احساس کا مجموعہ قرار دیتے ہین۔ احساس کا سائیکولوجیکل (Psycholo gical) اصول یہ ہے کہ جسم ہی کے ذریعہ سے انسان کو خارجی اشیا کی خبر ہوتی ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جسم کی باہری سطح کے مختلف حصے مختلف آلون کا کام دیتے ہین جن مین سے کان سامعہ کا آلہ ہے۔ آنکھ باصرہ کا آلہ ہے۔ ناک شامہ کا۔ زبان ذائقہ کا۔ ہاتھ پانون و دیگر سطحی حصے لامسہ کے آلے ہین ان آلون سے ملی ہوئی نہایت باریک باریک (بعض سوت جیسی اور بعض بال جیسی پتلی) ایک رقیق اور سیال مادہ سے بھری ہوئی نسین جسم کے تمام اندرونی حصون مین مثل جال کے پھیلی ہوئی ہین اور جسم کے ہر حصے سے آ آکر ایک جگہ جمع ہوتی ہین جسکو انکا سنٹر یا مرکز کہتے ہین اگر ان کے مرکز دو ہین ایک کا نام لور سنٹر (Lower centre) ہے اور دوسرے کا نام ہایر سنٹر (higher centre) ہایر سنٹر وہ ہے جسکو ہم مغز یا بھیجا کہتے ہین یعنے وہ نرم اور پلپلی شی جو کاسہ سر کے اندر ہے، اور لور سنٹر اس سے نیچے واقع ہے۔ پس جس وقت کسی خارجی حرکت[ل] کا اثر مذکرہ بالا آلون مین سے کسی پر پڑتا ہے تو اس اثر سے وہ نسین متاثر ہوتی ہین جو اس آلہ سے تعلق رکھتی ہین اور فوراً اس اثر کو اپنے سیال مادہ کے ذریعہ سے مرکز تک پہونچا دیتی ہین مگر جسطرح یہ نسین درآمد کے رستے ہین اسی طرح انھین نسون کے متوازی دوسری نسین یا رگین ہین جو ذرا ان سے موٹی ہوتی ہین یہ برآمد کے رستے ہین اور دونون مرکزون سے

ل محسوسات کا ہر فرد حرکتون کا مجموعہ ہے۔ عالم موجودات مثل ایک سمندر کے ہے جسمین ہر لحظہ لہرین پیدا ہوتی رہتی ہین اور جا لہرین ہمارے جسمانی آلون پر اپنا اثر ڈالتی ہین ۱۲

نکل کر جسم کے تمام حصون مین پھیلی ہوئی ہین - لہذا جسوقت درآمد کے رستے خارجی اثر کو مرکز پر
پہونچا دیتے ہین اُسی وقت فوراً ہی یہ اثر مرکز سے گذرتا ہوا برآمد کے رستے پر آکر خارج ہوجاتا ہی
یہان پر یہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ آیا جو اثر درآمد کے رستے سے سنٹر تک پہونچتا ہی پہلے وہ لور سنٹر پر
آتا ہی یا ہائیر سنٹر پر اور اگر پہلے لور سنٹر پر آتا ہی تو وہین سے برآمد کا رستہ اختیار کر لیتا ہی یا ہائیر سنٹر
پر آنے کے بعد - اسکا جواب یہ ہی کہ ہر اثر پہلے لور سنٹر پر آتا ہی - اور اگر خیال یا دداشت یا غور و فکر
کا اسپر اثر نہ ہوا تب تو یہ اثر لور سنٹر ہی کے برآمد کے رستے پر آجاتا ہی اور اگر خیال وغیرہ کا اسپر اثر ہوا
اور کچھ غور و خوض کی ضرورت پیش آئی تو یہ اثر لور سنٹر سے فوراً ہائیر سنٹر کو چلا جاتا ہی اور اُسکے بعد
برآمد کا رستہ اختیار کرتا ہی اسلیے کہ برآمد کے رستے دونون مرکزون سے نکلے ہین - مگر ہائیر سنٹر
سے جو برآمد کا رستہ نکلتا ہی وہ کچھ دور چل کر اُس برآمد کے رستے سے مل جاتا ہی جو لور سنٹر سے
نکلتا ہی - ذیل کے نقشے سے یہ واقعات صاف طور پر سمجھ مین آجائین گے -



اگر مزید وضاحت درکار ہو تو یون سمجھنا چاہیے کہ خارجی اثر کو جذب کرنے والا آلہ اور جسم کا
وہ حصہ جہان داخل شدہ اثر کی خارج کرنے والی رگ دیعنے وہ برآمد کا رستہ جو سنٹر سے

جاری ہوتا ہی ختم ہوتی ہی گویا دو ریلوے اسٹیشن ہین۔ مگر پہلا تو وہ اسٹیشن ہی جہان سے گاڑی روانہ ہوا کرتی ہی (وہان گاڑی آتی نہین) اور دوسرا ایسا اسٹیشن ہی جہان سے گاڑی کبھی روانہ نہین ہوتی بلکہ صرف آتی ہی۔ اور دونون سنٹر گویا جنکشن ہین۔ رہین اثر کو اندر لانے والی تسین (درآمد کے رستے) اور اسکو خارج کرنے والی رگین (برآمد کے رستے) اِن کو ریل کی پٹریان سمجھ لینا چاہیے۔ اور اُن کے سیال مادے گویا ریل گاڑیان ہین اور اثر کو مسافر فرض کر لینا چاہیے۔ پس جسوقت کسی خارجی اثر کو کسی آلہ نے جذب کر لیا اُسی وقت گاڑی چھوٹ گئی اور پہلے لوور جنکشن پر آئی اگر اسکے تمام مسافر ہائیر جنکشن سے ہو کر جانے والے ہین تب تو سب وہین اُتر جائین گے اور دوسری گاڑی پر جو پہلے سے تیار کھڑی ہی سوار ہو کر ہائیر جنکشن کو چلے جائین گے اور وہان سے ہو کر دوسرے اسٹیشن کو روانہ ہو جائین گے (یعنے اس مقام کو جہان برآمد کا رستہ ختم ہوتا ہی) اور اگر تمام مسافر ہائیر جنکشن سے جانے والے نہین ہین تو کچھ تو اُتر کر ہائیر جنکشن والی گاڑی پر بیٹھکر اُدھر چلے جائین گے اور باقی اسی گاڑی پر بیٹھے ہوے لوور جنکشن سے دوسرے اسٹیشن کو روانہ ہو جائینگے اور اگر ہائیر جنکشن کا جانے والا کوئی مسافر نہوا تو سب کے سب لوور جنکشن ہی سے دوسرے اسٹیشن کو چلے جائین گے۔

اب ایک بات کہنی اور رہ گئی ہی وہ یہ کہ جسوقت کسی خارجی حرکت کا اثر لوور یا ہائیر سنٹر پر پہونچتا ہی اُسوقت انسان ایک خاص اثر یا کیفیت محسوس کرتا ہی (خواہ یہ کیفیت ایک درخت کی صورت ہی کیون نہو) اور جسوقت یہ اثر سنٹر سے گذر کر باہر لیجانے والی

رگون مین خارج ہوتا ہی اُسوقت بھی ایک اثر محسوس ہوتا ہی جو اول الذکر سے مختلف ہوتا ہی
پس انھین کو احساس کہتے ہین۔ اور جب خارج ہونے والا اثر اُس مقام پر پہونچتا ہی
جہان باہر لیجانے والی رگین ختم ہوتی ہین تو اس حصہ جسم مین حرکت پیدا ہوتی ہی اب
وہ سائیکالوجسٹس جو ایسوسی ایشن ازم کے قائل ہین کہتے ہین کہ چونکہ انسان مین ہر لمحہ
احساس پیدا ہوتے رہتے ہین اسلیے انھین کے مجموعہ کا نام روح یا دماغ ہی۔ لیکن اُن کے
اس کہنے کا منشا یہ ہی کہ اِس مجموعہ مین ہر حس فرداً فرداً اپنی اصلی حالت پر قائم رہتا ہی
اور بہت سے احساس کے مجتمع ہونے سے کوئی نئی کیفیت نہین پیدا ہوتی۔ یعنے
اس اجتماع سے مجموعہ کے اجزا مین کسی قسم کی تبدیلی ذرہ برابر نہین پیدا ہوتی ہی۔ اور
اس مجموعہ کی حالت ایسی ہی ہوتی ہی جیسے بہت سے اوراق مِل کر ایک کتاب بناتے
ہین جسمین ہر ورق اپنی اصلی حالت پر قائم رہتا ہی۔ اِن حضرات کا یہ عقیدہ سراسر غلط
اور بے بنیاد ہی۔ زمانہ حال کے سائیکالوجسٹس نے اس خیال کی خوب دھجیان اُڑائی
ہین اور اب یہ خیال ایک طفلانہ خیال سمجھا جاتا ہی حقیقت یہ ہی کہ دماغ ایک کیمیائی خاصیت
رکھتا ہی جسکو منٹل کمسٹری Mental chemistry کہتے ہین اور جب دو احساس
اکھٹا ہوتے ہین یا ایک کے بعد دوسرا حس پیدا ہوتا ہی تو یہی خاصیت اُن مین سے
ہر ایک کی اصلی حالت کو بدل دیتی ہی اور ایک نئی مجموعی کیفیت پیدا کر دیتی ہی جسمین
اجزا موجود تو ضرور رہتے ہین مگر اُنکی حالت بدلی ہوئی ہوتی ہی مثلاً شربت مین پانی اور
شکر دونون موجود ضرور ہین مگر اُنکے اجتماع سے ایک نیا اور خاص مزہ پیدا ہو گیا ہی

جسمین ایک حدتک مزہ دونون کا موجود ہی مگر نہ تو پانی کا اصلی مزہ ہی اور نہ شکر کا اور نہ مجموعی کیفیت اِس قابل ہی کہ اُسکے حصے ہوسکین یا اُسکے اجزا کے متعلق اصول ریاضی سے کام لیا جاسکے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر پچاس احساس ایک ساتھ یا یکے بعد دیگرے پیدا ہون تو اُن سب کی اجتماع سے اکیاونوان احساس پیدا ہوجائیگا جسمین وہ پچاس بھی موجود ہون گے مگر ہر ایک بہ حالت مبدل ہوگا۔ یہ ایک ایسی بدیہی بات ہے ہر سمجھدار شخص تصدیق کرسکتا ہے۔

متذکرۂ بالا امور کے بیان سے صرف اُن لوگون کی تردید مقصود تھی جو اس عقیدہ کے قائل ہین کہ مجموعہ احساس مین ہر حس اپنی اصلی حالت مین قائم رہتا ہی اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ دوسری تھیوری جو مین نے بیان کی ہی اور جو صحیح ہی اُسکے مطابق مین روح کو وہ نئی کیفیت یا حس مانتا ہون جو احساس کی اجتماع سے پیدا ہوتا ہی۔ پس جب مجھے اس سے انکار ہی تو اس طرز خیال کا کیا ذکر ہی جسکی تردید کی گئی ہی۔ اور جب معترضین کی روح یا دماغ کی تھیوری ہی غلط نکلی تو جسم کی بربادی کے بعد روح یا دماغ کے قیام کی بحث بھی جاتی رہی۔

اعتراض دوم — سائیکالوجی جاننے والون کا ایک گروہ کہتا ہی کہ روح انسانی یا دماغ احساس کی مجموعی کیفیت کا نام ہی جیسے کہ گذشتہ مثال مین پانی اور شکر کی مجموعی کیفیت کا نام شربت ہی۔ مگر چونکہ یہ کیفیت جسمانی ترکیب اور اُسکے اندرونی نظام کے فعل کا نتیجہ ہی لہٰذا یہ محض جسم کے قیام تک قائم رہ سکتی ہی۔

جواب | یہ قول اُن حضرات کا ہی جو یا تو سائیکالوجی کا محض سطحی علم رکھتے ہین یا مادہ پرست سائیکالوجسٹس کے خیالات سے متاثر ہو گئے ہین جو لوگ سائیکالوجی کی حقیقت سے واقف ہین اور جنکو اسکی تحقیقات پر پورا عبور حاصل ہی اور جنھون نے خود اسکے نکات پر غور و خوض کیا ہی وہ اس خیال کے نہین قائل ہین کہ مذکورۂ بالا مجموعی کیفیت روح ہی اور چونکہ یہ جسم کا نتیجہ ہی اسلیے جسم کی بربادی کے ساتھ یہ بھی برباد ہو جائے گی۔ علاوہ اسکے جو مادہ پرست اپنی اس خام رائے کو سائیکالوجی مین زبردستی ٹھونستے ہین انکی دوسرے ماہرانِ سائیکالوجی نے کافی طور پر تردید کر دی ہی۔ اب ہم اس قول کی تردید تشریح کے ساتھ کرتے ہین۔

واضح ہو کہ جس مجموعی کیفیت کا ذکر کیا گیا ہی اُسکی ہستی سے تو کوئی انکار کر نہین سکتا اور نہ کوئی بشر یہ کہ سکتا ہی کہ وہ جسمانی ترکیب اور اُسکے اندرونی نظام کے فعل کا نتیجہ نہین ہی۔ مگر ساتھ ہی اسکے یہ کہنا کہ اسی مجموعی کیفیت کا نام روح انسانی یا دماغ ہی سراسر غلط اور بے بنیاد ہی۔ روح انسانی اِس مجموعی کیفیت کا نام ہرگز نہین ہی۔ بلکہ ایک اور شی ہی جو اس سے بالاتر ہی اسکا تماشہ دیکھنے والی ہی۔ اسکو معلوم اور محسوس کرنے والی ہی۔ اس سے واقفیت رکھنے والی ہی۔ اسپر تصرفات جاری رکھنے والی ہی بلکہ اسکی پیدا کرنے والی ہی اور اگر وہ نہ موجود ہوتی تو احساس کی یہ مجموعی کیفیت بھی نہ پیدا ہوتی اور بیشک یہی اس مجموعی کیفیت کے اجزا کی حالت مین تغیر پیدا کرتی ہی اور یہی وہ شی ہی جسکو لوگ "مین" کہتے ہین۔ جو نہ قوت سامعہ سے پیدا ہوتی ہی۔

نہ قوت باصرہ سے۔ نہ قوت شامہ سے اور نہ قوت لامسہ سے۔ اور علم سائیکالوجی خود اس قول کا شاہد ہی۔ احساس کے پیدا ہونے کا طریقہ اوپر بیان کیا جاچکا ہی اُس کے اعادہ کی ضرورت نہین ہی اور اس بات کی بھی بخوبی تشریح کر دی گئی ہی کہ احساس کی مجموعی کیفیت کے کیا معنے ہین۔ اب ہم یہ دیکھانا چاہتے ہین کہ روح یا دماغ اُس مجموعی کیفیت کے علاوہ کوئی شی ہی جو اس جسم کا نتیجہ نہین ہی۔ اس امر کی وضاحت کے لیے سب سے پہلے ہمکو یہ بیان کرنا ضروری ہی کہ سائیکالوجی کے مطابق اُس خارجی اثر کے اسباب کیا ہین جو احساس پیدا کرتے ہین۔ لیکن جو چیزین اس دائرہ کے اندر داخل ہین اگر کوئی شخص اُنکا شمار کرنا چاہے تو اُسکی زندگی ختم ہو جائے گی مگر اُن اشیا کی تعداد نہین ختم ہو سکتی۔ لهذا ہم بالاجمال و بالاختصار بیان کرتے ہین تاکہ چند جملون مین مفهوم ظاہر ہو جائے۔

حس ایک دماغی کیفیت کا نام ہی جسکو ہر شخص جانتا ہی اور الفاظ کے ذریعہ سے بیان نہین کیا جا سکتا ہی۔ اسکی دو قسمین ہین۔ ایک حس تو وہ ہی جسکا سبب کوئی مادی یا خارجی شی ہوتی ہی مثلاً سختی۔ نرمی۔ آواز۔ دھکّا۔ رنگ۔ صورت۔ سردی گرمی۔ مزہ۔ روشنی۔ تاریکی وغیرہ وغیرہ۔ اِس حس کی بنیاد انھین ہستیون پر منحصر ہی مگر جب ان اشیا کا احساس پیدا ہوتا ہی تو یہ کیفیت ایک لمحہ کے بعد جاتی رہتی ہی اور اُسکے بجائے دماغ مین اُسکی ایک تصویر رہ جاتی ہی جو خود بھی ایک خاص کیفیت ہی یہ تصویرین وقتاً فوقتاً دماغ کی نظرون کے سامنے آیا کرتی ہین اور انکی محافظ وہ دماغی

قوت ہی جسکو ہم "یاد داشت" کہتے ہین۔ اور خواہ حسی کیفیتین ہون یا اُنکی مصورہ کیفیتین انھین کو خیالات[ل] کہتے ہین۔ انسان کی تمام حسّی زندگی جسکا تعلق خارجی اشیا سے ہی انھین دو حالتون پر ختم ہی۔

مگر اسکو خوب سمجھ لینا چاہیے اور یہ سائیکالوجی کا بہت اہم مسئلہ ہی کہ ایک حس یا ایک دماغی تصویر کوئی دوسرا حس یا دماغی تصویر نہین پیدا کرسکتی۔ یعنے کسی حس مین یہ قابلیت یا مادہ نہین ہی کہ وہ بذات خود کسی دوسرے حس کا سبب[ع] ہو اور وہ دوسرا حس اُسکا نتیجہ ہو۔ جسطرح کہ آگ جلا دینے کا سبب ہوتی ہی اور جل جانا اُسکا نتیجہ جسوقت ہم درخت کو دیکھتے یا چھوتے ہین اُسوقت جو حس پیدا ہوتا ہی وہ کوئی دوسرا حس خود کبھی نہین پیدا کرسکتا۔ اُسوقت اگر کسی آدمی یا کسی دوسری شی کا حس پیدا ہوا ہو تو وہ حس اپنا سبب آپ ہی ہوگا۔ کوئی دوسرا حس اُسکا سبب نہین ہوسکتا۔ اور یہی کیفیت احساس کی دماغی تصویرون کی بھی ہی۔ یہ ممکن ہی کہ درخت کے دیکھتے ہی کسی آدمی یا جانور کا خیال آجائے یعنے اُسکی دماغی تصویر دماغ کے سامنے آجائے لیکن اسکے یہ معنے ہرگز نہ ہون گے کہ درخت کے موجودہ خیال نے اُس آدمی کے خیال کو پیدا کیا ہی بلکہ اسکے صرف یہ معنے ہون گے کہ ممکن ہی کہ اس سے پہلے ہمنے کسی درخت کو دیکھا ہو

ل خیال اور خیال کرنا دو مختلف چیزین ہین۔ خیال محض حسّی یا حس کی تصویری کیفیت کا نام ہی جس کو دماغ جانتا ہی۔ مگر خیال کرنا دماغ کا وہ فعل ہی جو اُن خیالات کے متعلق ظہور پذیر ہوتا ہی۔ خیال کرنا خیال سے بالکل ایک جدا اور نئی چیز ہی ۱۲

ع سبب اور نتیجہ کے درمیان ایک رشتہ لاینفک ہوتا ہی۔ اِسپر غور کرنا چاہیے ۱۲

اور اُسکے پاس کسی آدمی کو بھی دیکھا ہو یا کسی درخت اور آدمی کا کوئی واقعہ سُنا ہو۔ اور اُن کی تصویرین دماغ مین قائم ہون پس موجودہ حالت مین جب ہمنے درخت کو دیکھا تو مشابہت[1] کی وجہ سے اُن تصویرون پر سے پردہ اُٹھ گیا۔ پس جب کبھی ایسا واقعہ ظہور پذیر ہوتا ہی تو اسکا سبب محض کوئی ربط یا تشبیہ ہوتی ہی۔ مثلاً ایک لڑکا جسکو (الف) سے (ے) تک کے تمام حروف یاد ہین جب (الف) کو دیکھے گا یا اسکی پہلی تصویر دماغ کے سامنے آئے گی اُسوقت وہ (الف) سے (ے) تک کے تمام حروف کے نام لے جائے گا یا (الف) سے (ے) تک کے تمام حروف کی تمام تصویرین یکے بعد دیگرے دماغ کے سامنے آجائین گی۔ اب کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہی کہ خود (الف) کے حِس مین یا اسکی دماغی تصویر مین یعنے خود (الف) کی ذات مین یہ مادہ موجود ہی جو (ب) وغیرہ کو پیدا کر سکے۔ ہر گز نہین۔ ایک طفل مکتب بھی ایسا نہین کہہ سکتا وہ صرف یہی کہیگا کہ (الف) نے اپنی ذات سے نہین پیدا کیا ہی بلکہ چونکہ (الف) کے بعد (ب) اسکے بعد (ت) ضرور آتے ہین اور اس سلسلے کے دیکھنے یا سننے کا مین عادی[2]

---

[1] مشابہت دو علٰحدہ چیزون مین ہوتی ہی برعکس اسکے نتیجہ سبب مین پنہان ہوتا ہی ۱۲

[2] یہان پر خوب غور کرنا چاہیے کہ الف کی علٰحدہ ذات نے یہ عادت نہین پیدا کی بلکہ تمام حروف نے علٰحدہ علٰحدہ اپنے کو اس سلسلہ مین پیش کرکے یہ عادت پیدا کی ہی۔ اور اگر آپ زیادہ عمیق نگاہ سے دیکھین تو نہ تو الف کی علٰحدہ ذات نے یہ عادت پیدا کی ہی اور نہ تمام حروف نے بحیثیت مجموعی اور اُن کے سلسلہ نے بلکہ حقیقت یہ ہی کہ دماغ نے خود اپنے کو اس سلسلہ کا عادی بنالیا ہی۔ اگر وہ چاہے تو اس سلسلہ کو توڑ سکتا ہی اور (د) کے بعد (س) اسکے بعد (ل) اور اسی طور پر تمام حروف کے نام لے سکتا ہی۔ پس اگر (الف) کی ذات مین یہ قابلیت ہوتی کہ وہ (ب) کے خیال کو پیدا کر سکتا اور (ب) کے خیال کی ہستی (الف) کی ذات پر منحصر ہوتی تو سلسلہ کا یہ تغیر و تبدل ناممکن ہو جاتا ۱۲

ہوگیا ہون لہذا مین نے (الف) کو دیکھتے ہی یا اسکی تصویر دماغ مین آتے ہی تمام حروف کے نام سلسلہ وار لے دیے یا تمام تصویرین سلسلہ وار ذہن مین آگئین دوسری مثال تشبیہ کی لیجیے۔ جب ہم ماہ کامل کو دیکھتے ہین تو گیند یاد آجاتا ہی۔ یا جب ماہ نو کو دیکھتے ہین تو اسلامی جھنڈے کا نشان یاد آجاتا ہی۔ اب سوال یہ ہی کہ کیا چاند کے حس مین یہ مادہ موجود ہی کہ وہ گیند یا ہلال اسلام کے خیال کو پیدا کرے۔ ہرگز نہین حقیقت یہ ہی کہ چاند بھی گول ہی اور گیند بھی گول ہوتی ہی جسکو ہم پہلے دیکھ چکے ہین لہذا اس مشابہت نے گیند کی صورت یاد دلادی اور یہی حالت ماہِ نو اور ہلال اسلام کی بھی ہی۔ قسم دوم کے حس وہ ہین جو جسم کے اندرونی اعضاء (مثلاً قلب اور پھیپڑا وغیرہ) کی حرکتون سے پیدا ہوتے رہتے ہین۔ پس اس قسم کے حس کے اسباب مادی تو ضرور ہین مگر جسم کے اندر موجود ہین خارجی نہین ہین۔ مگر ان مین بھی یہ قابلیت نہین ہی کہ کوئی دوسرا حِس۔ یا خیال یا تصویر پیدا کرسکین۔

اب سوال یہ ہی کہ انسان کی زندگی اور اُسکی اندرونی کیفیتین انھین دو قسمون کے حِسون اور کیفیتون پر ختم ہین یا اُنکے علاوہ کچھ اور بھی باقی رہ جاتا ہی۔ اسکا جواب یہ ہی کہ اِن کے علاوہ بہت کچھ باقی رہ جاتا ہی اور وہ نہایت ہی اہم کیفیتین ہین جو ہماری زندگی کی روح رواں ہین اور ہمارے اندرونی کیفیتون کی سرتاج اور بادشاہ ہین۔ اور وہ کیفیتین ارادہ۔ غور و خوض۔ تمیز۔ یقین۔ تعقل۔ فیصلہ۔ تحکم۔ محبت عرفان۔ رنج۔ خوشی۔ نظم و نسق کا مادہ ہین۔ اب ہم یہ پوچھتے ہین کہ کیا یہ کیفیتین بھی

جسمانی نظام کے توسط اور جسمانی ذرائع سے پیدا ہوتی ہین جیسے کہ وہ کیفیتین پیدا ہوتی
ہین جنکا ذکر اوپر کیا گیا ہی؟ اگر ایسا ہی تو ان کا مادی سبب جسم کے باہر یا اُسکے اندر کہان
ہی اور کس نوعیت کا ہی؟ - اور جسمانی نظام کے توسط سے یہ کس طور پر پیدا ہوتی ہین؟
حقیقت یہ ہی کہ یہ کیفیتین ہرگز جسمانی ذرائع سے نہین پیدا ہوتین اور نہ جسم کا نتیجہ ہین
نہ اُنکا کوئی مادی سبب ہی - اور نہ کوئی سائیکالوجسٹ اِن کے اندرونی یا خارجی مادی
سبب کا پتہ و نشان دینے کا دعوے کرتا ہی نہ کر سکتا ہی - جو لوگ اُنکو مادی سبب کا
نتیجہ قرار دیتے ہین اُن کا دعوے بھی محض زبان تک محدود ہی اور اُنھون نے کبھی
اسکے ثابت کرنے کی کوشش نہین کی ہی - اور وہ خود بھی اپنے اس دعوے کو محض
قیاس پر مبنی کرتے ہین - مگر ناواقفون نے اس دعوے کو عرش معلیٰ پر چڑھا دیا ہی -

اگر یہ کہا جائے کہ یہ فعل سر کے بھیجے کا ہی تو سوال یہ ہی کہ بھیجے کے کس حصہ کا
یہ فعل ہی اور کس نے اس حصے کو دریافت کیا ہی - خلاصہ یہ کہ ہر سائیکالوجسٹ اور
فیزیالوجسٹ کی زبان اس معاملہ مین بند ہی - البتہ فرینالوجسٹس[ل] ضرور اپنی ڈھائی چاول
کی کھچڑی علٰحدہ پکانے مین مصروف ہین - ان لوگون نے دماغ کو ستائیس[۲۷] حصون
مین منقسم کیا ہی اور ہر حصے کو سر کے گودے یا بھیجے کے کسی حصہ مین قائم کیا ہی - مگر یاد رہے
کہ اِن کی تھیوریون کی اس طور پر دھجیان اُڑائی گئی ہین اور ان کے خیالی قلعون کو اسطور پر

ل Phrenology کو محققین کا ایک بہت بڑا گروہ محض ایک بے بنیاد علم خیال کرتا ہی اور اب تو
یہ محض ایک قصۂ پارینہ سمجھا جاتا ہی - اسکی بحث طول طویل ہی اور اس مقدمہ مین اسکی گنجایش نہین ہی - البتہ اس علم کی ابتدا سے
آجتک جو بحثین اسپر ہوئی ہین اور ہو رہی ہین اُنکا لُب لُباب چند جملون مین بیان کر دیا گیا ہی ۱۲

مسمار کیا گیا ہی کہ اب اگر کوئی شخص ان سے خیالات کو پیش کرتا ہی تو وہ توہم پرست خیال کیا جاتا ہی اور جن لوگون کو فن تحقیقات مین ید طولی حاصل ہی وہ ایسے لوگون کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہین اور اُن کی گفتگو کو سُننا فعل عبث خیال کرتے ہین۔ اور لطف تو یہ ہی کہ خود وہ لوگ جو روح یا دماغ کو جسم کا نتیجہ مانتے ہین ان خیالات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔

بعض حضرات یہ کہہ سکتے ہین کہ جو حس جسمانی ذرائع سے پیدا ہوتے ہین وہی ان کیفیتون کو بھی پیدا کرتے ہین۔ مگر یہ خیال بالکل غلط ہی اور اسی کی تردید کے لیے ہمنے نہایت مشرح طور پر اوپر بیان کیا ہی کہ ایک حس دوسرے حس کو نہین پیدا کرسکتا اور ایک حسّی تصویر دوسری تصویر کو نہین پیدا کرسکتی اور جب ایک حس دوسرے حس کو نہین پیدا کرسکتا تو وہ ایسی کیفیتون کو کیونکر پیدا کرسکتا ہی۔ جو بلحاظ اپنی صورت۔ اثر۔ رنگ و روپ کے حسّی کیفیتون سے بالکل جداگانہ ہوتی ہین۔ اور جن مین حس کا پرتو بھی نہین پایا جاتا مزید بران جو حس حواس خمسہ کے ذریعہ سے یا جسم کے اندرونی اعضاء (دل و پھیپھڑے وغیرہ) کی حرکتون سے پیدا ہوتا ہی وہ Passive ہوتا ہی۔ برعکس اسکے ارادہ۔ غور و فکر۔ تمیز۔ فیصلہ وغیرہ مین Activity یا فاعلیت کی خاصیت ہوتی ہی اور ان مین ایک خاص قوت اور زندگی ہوتی ہی اور ان کو متذکرۂ بالا کیفیتون پر غلبہ حاصل رہتا ہی۔ اس واقعہ کو ہر شخص غور کرکے سمجھ سکتا ہی۔ آپ صرف ایک ارادی کیفیت کو لے لیجیے۔ اور اسکی

حقیقت پر غور کیجیے۔ جسوقت انسان ارادہ کرتا ہی اُسوقت وہ متعدد خیالات مین سے
ایک کو منتخب کرتا ہی اور اسکے مطابق عمل کرتا ہی باقی خیالات کو مسترد کر دیتا ہی۔ جن
خیالات کو وہ مسترد کرتا ہی وہ خاموشی اور ادب کے ساتھ اُسکے سامنے سے ہٹ جاتے
ہین۔ اسمین شک نہین کہ پہلے انمین سے ہر ایک حتی المقدور اپنے انتخاب کی
کوشش کرتا ہی۔ مگر جب انتخاب ہوجاتا ہی اُسکے بعد وہ دَم نہین مارتے۔ یہ بدیہی
واقعات ہین۔ اور ہر شخص غور کرکے معلوم کرسکتا ہی کہ ہم مین جو شے ارادہ کرتی ہی وہ
بمقابلہ اِن خیالات کے جو اُسکے سامنے ہوتے ہین اور جو جسم کے نتائج ہین کس قدر
زبردست اور صاحب قدرت ہی۔ جب یہ بدیہی واقعات ہین تو یہ کیونکر تسلیم کیا جاسکتا
ہی کہ وہ کیفیتین جو جسمانی ذرائع سے پیدا ہوتی ہین اپنے سے ایک زبردست شی کو پیدا
کرسکتی ہین۔ مگر یہان پر یہ کہا جاسکتا ہی کہ رسّی زبردست ہی یا وہ دھاگے جو ملکر رسّی
بناتے ہین؟ لامحالہ یہی جواب دینا پڑیگا کہ رسّی زبردست ہوتی ہی۔ تو پھر یہ کہا جائیگا
کہ اسی طور پر وہ حسّی کیفیتین جو جسمانی ذرائع سے پیدا ہوتی ہین مل کر اپنے سے ایک
زبردست کیفیت کو پیدا کرسکتی ہین۔ لیکن یہ دلیل بالکل غلط ہوگی اسلیے کہ دونون
واقعات کی حالتین جداگانہ ہین۔ چنانچہ اگر وہ تمام دھاگے جو ملکر رسّی بناتے ہین
علیحدہ کردیے جائین تو رسّی کی ہستی معدوم ہوجائے گی۔ یعنے جس شی کو ہم رسّی کہتے
ہین وہ اُن دھاگون کے مجموعہ سے علیحدہ کوئی شی نہین ہی۔ برعکس اسکے جو قوت
غور کرتی ہی۔ ارادہ کرتی ہی۔ فیصلہ کرتی ہی۔ تمیز کرتی ہی وہ اُن حسّی کیفیتون سے

جنکو جسم پیدا کرتا ہی ایک علیحدہ ہستی ہی۔ فرض کیجیے کل ہم نے اپنے کسی دوست کے کمرے مین میز دیکھا جسپر کچھ کتابین۔ ایک تاش کی گڈی ایک گھڑی اور ایک ٹوپی رکھی ہوئی تھی۔ اور اُس میز کی شکل گول پالش کی ہوئی تھی۔ اور اِسکے چار پائے تھے۔ اب یہان پر مختلف خیالات جمع ہین اور اِن مین سے ایک خیال دوسرے کو پیدا نہین کرسکتا اور نہ ایک خیال دوسرے خیال کو جان سکتا ہی۔ یعنے۔ کتاب کا خیال ٹوپی کے خیال کو نہین جان سکتا۔ میز کی گولائی کا خیال تاش کی گڈی کے خیال کو نہین جان سکتا۔ مگر پھر بھی ہم اِن تمام خیالات کو ایک ے و۔ ایک سکنڈ۔ ایک دم مین اور ایک ساتھ جان لیتے ہین۔ اور تمام خیالات ایک آن اور ایک دماغی جنبش مین سامنے آتے ہین۔ آخر یہ خیالات کس کے سامنے آتے ہین اور کون اِن کا جاننے والا ہوتا اور کون ایک آن مین اِن سب پر اپنی نظر دوڑا لیتا ہی۔ بیشک یہ جاننے والی شی اُن خیالات کے مجموعہ یا اُنکی مجموعی کیفیت سے ایک علیحدہ ہستی ہی جو اس مجموعی کیفیت کو معلوم کرتی ہی۔ جسطرح پر کہ شربت کو شربت نہین پی سکتا بلکہ کوئی ایسی شی پیتی ہی جو شکر اور پانی کی مجموعی حالت سے علیحدہ ہی۔ پس رسّی کی مثال غلط ہی۔ علاوہ برین دنیا مین کس شخص نے یا کس چیز نے اپنے سے زیادہ کوئی ایسی بردست شی پیدا کی ہی جو ارادہ۔ یا غور یا فکر یا تمیز یا فیصلہ کرسکے۔ اور اگر دنیا مین کوئی ایسی مثال نہین ملتی تو غلط مثال پیش کرنے سے فائدہ کیا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ جب کوئی شی اپنے سے زبردست شی کو پیدا کرتی ہی۔ تو اس زبردست شی کی زبردستی بھی اُسکے

سبب کے مطابق ہوتی ہی پس جو زبردست شی کہ حس کے مجموعہ سے پیدا ہوتی ہی اُسکی
زبردستی بھی اُسکے سبب کے مطابق ہی۔ لہذا اگر دوسری اشیا کی پیدا کردہ زبردست
چیزین ارادہ وغیرہ نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہین آتا کہ حس ایسی شی کو پیدا نہین کرسکتی
ہم اس بحث کو تسلیم کرتے ہین مگر پھر ہم یہ کہتے ہین کہ جب آپ خود اس امر کے قائل ہین
کہ حس کے مانند دوسری اشیا نہین ہین تو آپ دوسری اشیا کی مثال کیون دیتے ہین
یہان پر بحث حس اور ارادی کیفیت وغیرہ کی ہی لہذا جب دنیا مین کوئی چیز انکی مشابہ
نہین ہی تو اس بحث کو اسکے موضوع تک محدود رہنا چاہیے۔ اسمین مثال کی گنجایش
نہین ہی۔ نیز حسّی کیفیتین مجبور محض ہوتی ہین اور انمین Passivity ہوتی ہی جب
ہم آنکھ کھول کر دیکھتے ہین تو کوئی نہ کوئی ایسا حس ضرور پیدا ہوگا جسکا تعلق قوت باصرہ
سے ہی اور وہ حس خود اپنے کو روک نہین سکتا مگر ارادہ وغیرہ مجبور نہین ہین۔ یہ کوئی
لازمی امر نہین ہی کہ جب ہم کوئی شی دیکھین یا سنین یا چکھین یا چھوئین تو خواہ مخواہ
اُن کے متعلق کوئی ارادہ بھی پیدا ہو جائے بلکہ اُسکو خود اپنے اوپر قابو حاصل ہی یا یون
کہنا چاہیے کہ جس قوت کا یہ فعل ہی وہ مجبور نہین ہی کہ کسی حس کی موجودگی کے سبب
خواہ مخواہ ارادہ کر بیٹھے۔ پس یہ نہایت کُھلی ہوئی بات ہی کہ ایک Passive اور مجبور
شی ایک Active اور قادر چیز کو کیونکر پیدا کرسکتی ہی خلاصہ یہ کہ یہ Activity
وفاعلیت وقدرت وآزادی ایک ایسی ہستی اور قوت کا بین پتہ دیتی ہین جو حس کی
مجموعی کیفیت سے بالاتر ہی اور ارادہ وغیرہ اسی زبردست قوت کے افعال کا نام ہی۔

اور اسی قوت کو روح انسانی - دماغ یا قوت ملکوتی کہتے ہین - اور نہ تو کوئی سائیکالوجسٹ (خواہ وہ کتنا ہی زبردست مادہ پرست کیون نہ رہا ہو) اسکو جسم کا نتیجہ ثابت کرسکا ہی اور نہ آیندہ ثابت کرسکے گا - اسکی پیدایش ایک راز سربستہ ہی اور ایک معمۂ لاینحل ہی پس جب اس قوت یا ہستی کا نتیجہ جسم ہونا ثابت نہین ہوتا تو ایسی صورت مین روح انسانی کو خواہ مخواہ جسم کا نتیجہ ماننا بالکل بے معنی اور خام خیالی ہی - اور یہ خام خیالی اُسوقت جہالت کے درجہ تک پہونچ جاتی ہی جب اسکو یقین کا مرتبہ دیکر اسکی بنیاد پر ہم اعتراضات کرنا شروع کردین - یہ قوت اُن حسّی کیفیتون سے جو جسمانی ذرائع سے پیدا ہوتی ہین بالاتر اور بدرجہا قوی ہی - اُنکا یہ تماشہ دیکھتی ہی - اُن پر حکومت کرتی ہی - اُنمین ترتیب و نظام پیدا کرتی ہی - اُن پر غور و خوض کرتی ہی - اُن کے درمیان تمیز کرتی ہی - نتیجہ نکالتی ہی - تدابیر سوچتی ہی - اور فیصلہ کرتی ہی -

مزید بران اگر انسان کبھی کبھی اپنی اندرونی حالتون پر غائر نگاہ ڈالا کرے تو اسکو معلوم ہوتا ہے گا کہ اکثر اوقات وہ اپنی روحانی ہستی اور جسمانی ہستی مین دوئی پاتا ہی اور محسوس کرتا ہی کہ ”مین“ اور ہون میرا جسم اور ہی اور یہ ”مین“ جسم کا تابع نہین ہی نیز اگر وہ غور و انہماک کے ساتھ اپنے بچپن کے زمانے سے موجودہ زمانے تک کی اندرونی حالت مین مقابلہ و موازنہ کرے تو وہ دیکھے گا کہ گو اُسکے جسم مین بہت کچھ تغیرات پیدا ہوگئے ہین اُسکی روح و دماغ کی حالتین کچھ اور کی اور ہوگئی ہین

تاہم اُسکی وہ روحانی حالت جو اُسکی شخصیت کا مرکز ہی بچپن سے اسوقت تک ایک ہی۔ اور اُس پر جسمانی تغیرات کا کوئی تصرف نہین رہا ہی۔ جس سے معلوم ہوتا ہی کہ روح انسانی نہ تو جسم کے تابع ہی اور نہ اُسکا نتیجہ ہی ورنہ اُسکے تغیرات سے ضرور متاثر ہوتی۔

اگر تمام متذکرۂ بالا خیالات مسترد بھی کر دیے جائین جب بھی اسکا کیا جواب ہی کہ ارباب سائنس و مادی حضرات مادہ کو **بسیط** مانتے ہین اور دماغ یا روح **غیر بسیط** ہی اور بسیط و غیر بسیط ایک دوسرے کی ضد ہین تو خود اُنھین کے اصول کے مطابق بسیط شی غیر بسیط کو کیونکر پیدا کر سکتی ہی؟۔ یا یون کہنا چاہیے کہ ایک مادی شی غیر مادی شی کو کیونکر پیدا کر سکتی ہی؟۔ اسلیے کہ جسم چونکہ مادی ہی لہذا بسیط ہی اور روح یا دماغ چونکہ غیر بسیط ہی اسلیے غیر مادی ہی۔ آخر معترض حضرات کا مفہوم کیا ہی؟ یا تو وہ خود اپنے مفہوم کو نہین سمجھتے اور اگر اُنکا کوئی مفہوم ہی تو محض مہمل و بے بنیاد ہی۔ اور اسکی مثال ایسی ہی ہی جیسے ہم یہ کہین کہ روشنی سے تاریکی پیدا ہو سکتی ہی اور تاریکی سے روشنی سردی سے گرمی اور گرمی سے سردی۔ پس خود مادی حضرات کے اصول کے مطابق اُنکا یہ خیال غلط ہی کہ روح جسم کا نتیجہ ہی۔

حاصل کلام یہ کہ دماغ یا روح انسانی جسم کا نتیجہ نہین ہی اور جب یہ جسم کا نتیجہ نہین ہی تو یہ کہنا سراسر غلط ہی کہ جسم کی بربادی کے بعد روح انسانی یا دماغ قائم نہین رہ سکتا۔ اور اب تو زمانہ حال کے سائیکالوجسٹس بھی مادہ پرستون کی اس تھیوری سے گریز کرنے لگے ہین

اور کھلے الفاظ مین کہنے لگے ہین کہ دماغ بھیجے کا نتیجہ نہین ہی[1] (یعنے روح انسانی جسم کا نتیجہ نہین ہی) بلکہ دماغ کا تعلق بھیجے سے ایسا ہی ہی جیسا کہ روشنی کا تعلق شیشے سے ہوتا ہی۔ جسطرح شیشے سے چھنکر کمرے کے اندر روشنی آتی ہی اسی طور پر دماغ بھیجے یا مغز سر کے ذریعے سے کام کرتا ہی۔ پس اگر یہ کہنا صحیح نہین ہی کہ شیشے کے ٹوٹ جانے کے بعد روشنی کی ہستی ہی جاتی رہیگی تو یہ قول بھی صحیح نہین ہو سکتا کہ بھیجے کی بربادی کے بعد دماغ بھی معدوم ہوجائے گا یا جسم کی خرابی کے بعد روح انسانی بھی زائل ہوجائے گی۔

اعتراض سوئم عالم کی وسعت اور قدامت کی کوئی انتہا نہین اور انسان اسکے مقابلہ مین ایک ذرہ سے بھی کم ہی۔ اس کی ہستی صفحہ عالم کی لامحدود وسعت پر ایک حقیر نشان کے برابر ہی اور اسکی تاریخ صفحۂ روزگار پر مثل ایک نقطہ کے ہی پس یہ کہنا کہ انسان کی اصلی ہستی یعنے اسکی شخصیت یا روح انسانی غیر فانی ہی "چھوٹا منھ بڑی بات" کا مصداق بنتا ہی۔ جسطرح قانون قدرت کے مطابق تمام چیزین ظہور پذیر ہوتی رہتی ہین اور ایک حد معینہ تک قائم رہکر صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی ہین اُسی طور پر انسان بھی

---

[1] ملاحظہ ہو Stout's manual of Psychology; James ward's naturalism and agnosticism; Prof: ladd's Physiological Psychology; ان کے علاوہ پروفیسر میگڈوگل کی تصنیفات ملاحظہ ہون (یہ آجکل آکسفورڈ یونیورسٹی مین فلسفہ کے پروفیسر ہین) پروفیسر جیمس پہلے تو مذبذب تھے مگر مرنے سے کچھ روز قبل اُنھون نے اپنی تحریرون مین مادہ پرستون کی تھیوری سے صاف طور پر انکار کیا ہی۔ ان کے انتقال کو دو تین سال ہوے ہین ۱۲

پیدا ہوا ہی اور اسکی ہستی بھی مٹ جائے گی۔

جواب یہ خیال اُن حضرات کا ہی جو نیچری لقب سے یاد کیے جاتے ہین انکا یہ خیال انکی ایک بہت بڑی غلطی کا انکشاف ہی۔ اور ظاہر کرتا ہی کہ یہ لوگ دنیا کی ایک نہایت ہی اہم سچائی سے ناواقف ہین۔ اور وہ سچائی یہ ہی کہ سائنس کا یہ ایک تحقیق شدہ مسئلہ ہی کہ کسی شی کی ہستی کو فنا نہین ہی یعنے ہم کسی ہستی کے بابت یہ نہین کہ سکتے کہ ایک وقت اسکے لیے ایسا آئے گا جبکہ یہ قطعاً معدوم ہو جائے گی۔ بلکہ اصلیت یہ ہی کہ موجودات کی ہستی مین محض تغیرات پیدا ہوتے رہتے ہین اور وہ ہستی کسی نہ کسی صورت مین ہمیشہ موجود رہتی ہی۔ یعنے اُسکے وجود کا سلسلہ نہین ٹوٹتا۔ چنانچہ کسی شی کی موجودہ ہستی بھی کسی گذشتہ ہستی کی ایک متغیرہ صورت ہی۔ اور آیندہ بھی کسی متغیرہ صورت مین قائم رہیگی۔ مثلاً جو درخت ہمارے سامنے ہی یہ کسی گذشتہ ہستی کی ایک صورت ہی۔ اگر اس درخت کو ہم کاٹ ڈالین تو اسکی موجودہ ہستی لکڑی کے تختون کی صورت اختیار کرلیگی۔ اگر ان تختون کی ہم کرسیان بنوالین تو اب اُس درخت کی ہستی کرسی کی صورت مین آجائے گی۔ اگر یہ کرسی جل جائے تو وہی درخت راکھ کی صورت اختیار کرلیگا۔ اگر یہ راکھ ہوا سے اُڑ جائے تو وہ درخت راکھ کے اُڑتے ہوے ذرون کی شکل مین ہوگا۔ اور یہ سلسلہ جاری رہیگا۔ اور یہی کیفیت ہر ہستی کی ہی۔ اگر سائنس نے اس مسئلہ کی تحقیق نہ بھی کی ہوتی جب بھی کسی ہستی کو فانی قرار دینے کا ہمین کوئی حق نہین حاصل تھا اسلیے کہ نہ تو ہم کسی شی کی ابتدا جانتے ہین اور نہ اُسکی انتہا۔ مثلاً جو تنکا آپکے

سامنے پڑا ہوا ہی کیا آپ بتا سکتے ہین کہ اسکی ابتدا کیا ہی اور اسکی انتہا کیا ہی؟ ہرگز نہین اگر اس تنکے کو ہوا اُڑا لیجائے اور آپ کی نگاہ سے غائب ہوجائے تو کیا آپ کہہ سکتے ہین کہ اس تنکے کی ہستی معدوم ہوگئی؟ ہرگز نہین - حقیقت یہ ہی کہ وہ محض آپکی نگاہ سے غائب ہوگیا ہی - اگر یہ تنکا آپ کے سامنے جل جائے اور جل کر راکھ ہوجاے اور اُس راکھ کو ہوا اُڑا لیجائے تو کیا آپ کی عقل آپ کو اس بات کی اجازت دیسکتی ہی کہ آپ اس تنکے کو فانی قرار دیدین - ہرگز نہین - واقعہ صرف یہ ہی کہ تنکے کی پہلی صورت آگ کی قوت سے مغلوب ہوکر آگ کے اثر کے مطابق راکھ کی شکل مین مبدل ہوگئی اور اُسکی متغیرہ صورت پر ہوا غالب آئی اور اُسنے اسکے ذرون کو منتشر کردیا تنکا موجود ہی مگر تغیر عظیم کے ساتھ - کیا اسی کو فنا کہتے ہین؟ توبہ کیجیے - فنا تو نیستی محض کو کہتے ہین - مگر کسکی نیستی محض کو آپ نے دریافت کیا ہی؟

اِس موقع پر یہ سوال ہوسکتا ہی کہ آیا تمام ہستیان ہمیشہ اپنے سے بہتر ہستی مین متغیر ہوتی رہتی ہین یا بدتر مین - اگر تمام ہستیان ہمیشہ بدتر ہی مین متغیر ہوتی ہین تو پھر ہم اپنی آیندہ زندگی کے متعلق کوئی دل خوش کُن خیال نہین قائم کرسکتے - لہذا اگر روح انسانی کو فنا ہوتی تو زیادہ اچھا تھا بمقابلہ اس بقا کے - اور اگر بعض ہستیان بہتر ہستی مین متغیر ہوتی ہین اور بعض بدتر مین جب بھی آیندہ زندگی کا خیال ہمارے لیے وبال ہی اور یہ بقا ہماری اس زندگی کو بھی تلخ کردے گی اسلیے کہ نہین معلوم کہ یہ بہتر ہیئت اختیار کرے گی یا بدتر ہستی مین متغیر ہوگی - اسکا جواب یہ ہی

کہ بہتر یا بدتر حقیقۃً کوئی شی نہین ہی- یہ ہمارے ساختہ الفاظ ہین فطرت اور حقیقت کے لغت
مین ان الفاظ کا کہین پتہ نہین ہی- اور نہ انکا کوئی مترادف ہی- فطرتاً نہ تو کوئی شی بہتر ہی اور
نہ بدتر ہی- نہ کوئی چیز بُری ہی نہ بھلی- یہ عالم موجودات ایک زبردست اور اٹل نظام ہی اور
موجودات کا ہر فرد اس عظیم الشان نظام کا ایک عضو لاینفک ہی- پس یہ تمام افراد نظام
عالم کے مقصد کے مطابق ہین اور اُسی مقصد کے مطابق کام کرتے ہین- نظام عالم
مثل ایک مشین کے ہی اور موجودات اس مشین کے پُرزے ہین لہذا جسطرح مشین
کے تمام پُرزے اُسکے مقصد کے مطابق ڈھلے ہوتے ہین اور جب تک کوئی بے ترتیبی
اُنمین نہین پیدا ہوتی اُسی مقصد کے مطابق کام کرتے رہتے ہین اسی طور پر نظام عالم
کے اجزا بھی اپنا اپنا فرض انجام دیتے ہین- اور اُسی مقصد کے مطابق بنے ہوے
ہین جسکی انجام دہی مین یہ عظیم الشان مشین مصروف ہی- اور جسطرح مشین کے پُرزون
مین نہ کوئی پُرزہ بھلا ہی نہ بُرا- بدتر ہی نہ بہتر- اسلیے کہ سب ایک ہی مقصد کو بحیثیت
مجموعی انجام دیتے ہین- اگر ایک بھی نکل جائے تو مقصد کی انجام دہی مین خلل پڑجاے
پس سب کی ایک حیثیت ہی- اسی طور پر اس عالم مین موجودات کا کوئی فرد نہ بُرا[۲] ہی نہ
بھلا- بہتر ہی نہ بدتر- کیونکہ تمام افراد ایک ہی مقصد کی طرف جا رہے ہین اور کوئی ایسا
نہین ہی جو اس سے انحراف کرے- اب رہا یہ کہ ہم جو عام طور پر کہا کرتے ہین کہ فلان

---

[۱] بہتری- یا بدتری- بُرائی یا بھلائی کا معیار انسانی زندگی کا مقصد ہی- جسکی وضاحت اوپر ہو چکی ۱۲

[۲] اسکی لطیف بحث العرفان مین ہی ۱۲

شی بُری اور فلان بھلی ہی تو اس سے کیا مراد ہی۔ اِن الفاظ نے ہمارے دلون پر اپنا زبردست سکہ جما لیا ہی لہذا ہمکو ان کا مطلب دریافت کرنا چاہیے۔ واضح ہو کہ بغیر الفاظ کی امداد کے ہم کوئی بات سمجھ نہین سکتے۔ اور نہ ہمارا کاروبار چل سکتا ہی۔ اگر بُرائی اور بھلائی کے الفاظ ہم نے نہ وضع کیے ہوتے اور کچھ چیزون کو بُری اور کچھ کو بھلی ہمنے نہ قرار دیا ہوتا تو ہمارے کاروبار کا شیرازہ ہمیشہ منتشر رہتا اور ہم بہت سی مصیبتون مین گرفتار ہوتے۔ پس اس قسم کے الفاظ بشیار **مصلحتون** پر مبنی ہین۔ چنانچہ جب ہم یہ کہتے ہین کہ فلان شی بُری ہی اور فلان بھلی تو اُس شی کے اندر بُرائی یا بھلائی بنفسہ کوئی چیز نہین ہی بلکہ ہمنے خود ایک معیار قائم کر لیا ہی۔ اور وہ معیار کوئی مقصد ہوتا ہی خواہ یہ مقصد سیاسی ہو یا تمدنی۔ دینی ہو یا دنیوی۔ مذہبی ہو یا اخلاقی جسمانی ہو یا روحانی۔ ملکی ہو یا ملی۔ جو شی اس مقصد کے مطابق نہین ہوتی اور ہمارے معیار سے گری ہوئی ہوتی ہی اُسکو ہم بُری کہتے ہین اور جو اس مقصد کے مطابق ہوتی ہی اور ہمارے معیار پر چسپان ہوتی ہی اُسکو ہم بھلی کہتے ہین۔ مگر یہ معیار متزلزل تغیر پذیر اور محض اعتباری و فرضی ہوتا ہی۔ اور ہر شخص و ہر گروہ کا معیار جداگانہ ہوتا ہی اور اُسکو بھی استقلال نہین ہوتا۔ پس جب بہتری و بدتری۔ بھلائی و برائی کی حقیقت واضح ہو گئی تو یہ ظاہر ہو گیا کہ جب ایک ہستی دوسری ہستی مین متغیر ہوتی ہی تو نہ تو اپنے سے بہتر ہستی مین جاتی ہی اور نہ بدتر مین۔ بہتری یا بدتری صرف ہمکو ہمارے محدود تنگ اور فرضی معیار کے مطابق معلوم ہوا کرتی ہی۔ یہی کیفیت روح انسانی کی بھی ہی

مگریہان پر ایک مزید بات پر غور کرلینا چاہیے وہ یہ کہ کسی ہستی مین تغیر اُسوقت پیدا ہوتا ہی جب وہ کسی دوسری ہستی سے مغلوب ہوجاتی ہی اور مغلوب ہوکر وہ اُس غالب ہستی کے اثر کے مطابق متغیر ہوتی ہی۔ مگر روح انسانی کی ہستی تمام ہستیون سے زبردست ہی اور سب پر غالب آسکتی ہی اسکو کوئی ہستی نہین زیر کرسکتی۔ نہ آگ اسکو جلاسکتی ہی نہ سختی دباسکتی ہی۔ نہ سردی اسکو جماسکتی ہی۔ نہ گرمی پگھلاسکتی ہی۔ نہ کوئی شئے اسکو بند کرسکتی ہی۔ نہ کوئی آلہ اسے کاٹ سکتا ہی حتی کہ مقناطیسی اور برقی قوتین بھی اسپر اپنا اثر نہین ڈال سکتین۔ اِن سب کا اثر صرف جسم پر ہوتا ہی اگر جسم مقابلہ نہ کرسکا اور مغلوب ہوگیا تو اُسمین وہ تغیرات پیدا ہوجاتے ہین جنکو ہم عام طور پر اسکی بربادی سے تعبیر کرتے ہین۔ اُسوقت روح جسم کو چھوڑ دیتی ہی یا اگر جسم بالکل خراب ہوا تو اُسمین قائم رہتی ہی۔ البتہ اگر اسکو کوئی قوت مغلوب کرسکتی ہی اور اس سے زبردست ہوسکتی ہی تو وہ وہی قوت ہی جسنے اسکو پیدا کیا ہی۔ اور اسپر ہر طرح کی قدرت رکھتی ہی۔ اور یہ قوت یا ہستی وہی ہی جسکو ہم خدا کہتے ہین۔ پس اگر اسکا متغیر ہونا ممکن ہی تو صرف اپنے خالق کی ہستی مین۔ اور جو لوگ عارف کامل ہین وہ اسکے قائل بھی ہین کہ یہ تغیر اسمین ضرور پیدا ہوگا۔ مگر مجھے نہ تو عرفان کا دعوی ہی اور نہ مجھ مین اتنی صلاحیت ہی کہ اِن رموز کو سمجھ سکون تاہم اتنا کہنے کی ضرور جرأت کرتا ہون کہ اگر یہ تغیر پیدا ہوا تو وصل و محبت کا مزہ جاتا رہے گا۔ وصل کا مزہ تو یہ ہی کہ ہماری علیحدہ ہستی بھی قائم رہے اور لذت وصل سے ہم محظوظ ہون۔ اور چونکہ ہماری روح کا یہی تقاضہ ہی اور اُسکی یہی

خواہش بلکہ فریاد ہی اور یہ تقاضنہ و فریاد محبت الٰہی کے سبب ہی لہذا اس فریاد کی ضرور شنوائی ہوگی۔

اعتراض زیر بحث کے لیے اول تو یہی جواب کافی و شافی ہی لیکن مزید طور پر یہ بھی کہا جاسکتا ہی کہ معترض حضرات نے انسان کی ہستی اور اسکی حیثیت کا اندازہ کرنے مین نہایت کوتاہ بینی اور تنگ خیالی سے کام لیا ہی۔ انسان کو دنیا کے تمام موجودات پر بسبب اُسکی **شخصیت** کے ایک خاص فوقیت اور برتری حاصل ہی۔ عالم موجودات مین سوا انسان کے کوئی ہستی ایسی نہین ہی جسمین روح انسانی یا دماغ کے خواص موجود ہون سوا انسان کے کون ایسی ہستی ہی جو اعلیٰ سے اعلیٰ منتہاے خیال قائم کرتی ہو۔ حسن و خوبی کی قدر کرتی ہو۔ عالم کی نیرنگیون کا حظ اُٹھاتی ہو۔ سچائی اور عدل کی وقعت کرتی ہو۔ عجائبات روزگار پر حیرت کرتی ہو عرش سے فرش تک کی باتون پر غور و فکر کرتی ہو۔ ترتیب و نظام پیدا کرتی ہو۔ ابناے جنس کی بہبودی کی خواہان ہو۔ عجیب و غریب واقعات سے نتائج اخذ کرتی ہو۔ نیچر کی قوتون کو اپنی تدبیر سے کام مین لاتی ہو۔ تمام عالم پر فہم و ادراک کی ایک آن مین نظر ڈالتی ہو۔ تحقیقات کرتی ہو۔ اور تحقیقات کے نتائج سے عجیب و غریب باتین پیدا کرتی ہو۔ یہ وہ باتین ہین جو تمام ہستیون سے بلکہ خود اس عالم کی ہستی سے اُسکی ہستی کو بلند کردیتی ہین۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہی کہ جو حالت تمام موجودات کی ہوتی ہی وہی ہماری شخصیت روح انسانی یا دماغ کی بھی ہوگی۔ علاوہ برین قانون قدرت کا جو کچھ زور چل سکتا ہی

وہ محض جسم پر۔ روح انسانی پر یہ اپنا کوئی اثر نہین ڈال سکتا۔ اسلیے کہ قانون قدرت محض خالق کائنات کا ارادہ ہی اور روح انسانی بسبب اپنی خصوصیات کے خود اُس خالق کا پرتو ہی۔ پس جب تک خالق عالم کی خودخواہش نہو قانون قدرت ہمارا کچھ نہین کرسکتا۔ اور یہ کہنا کہ عالم کی قدرت اور اسکی وسعت کے مقابلہ مین انسان کی تاریخ اور اُسکی ہستی نہایت حقیر ہی ایک عجیب طفلانہ خیال ہی۔ انسان وہ شی ہی کہ عالم کے تمام موجودات اور اُسکی قدامت و وسعت سب اُسکے دماغ کے ایک کونے مین سما جاتی ہین بلکہ ان کے علاوہ وہ اُن باتون پر بھی حاوی ہی جنکا اس عالم مین وجود بھی نہین ہی۔ البتہ حقیر انسان کا جسم ہی جو وسعت عالم اور اُسکی تاریخ کے مقابلہ مین صرف چند فٹ اور چند سالون کا ہی۔ انسانی دماغ عالم کی ابتدا تک پہونچ جاتا ہی بلکہ اس سے بھی بہت دور آگے نکل جاتا ہی اور اسکی انتہا کو ایک آن مین اپنے اندر لاسکتا ہی۔ لہذا انسان حقیقی وہ ہستی نہین ہی جو نیچر کے ہاتھون سے زیر ہو سکے۔

علاوہ ازین روح انسانی کم از کم ایک زبردست قوت ضرور ہی اور قوت[ف] کو کبھی کسی حالت مین فنا نہین ہی۔ البتہ ایک صورت سے نکل کر دوسری صورت مین اپنا اظہار کرتی ہی۔ دنیا مین کوئی شخص یہ نہین ثابت کرسکتا کہ قوت معدوم ہو سکتی ہی۔

اعتراض چہارم | روح انسانی یا دماغ کو غیرفانی خیال کرنا مسئلہ ارتقا کے خلاف ہی۔ اصول

ف العرفان مین اسکی معقول بحث ہی ۱۲

ارتقاکے مطابق جو حالت اور موجودات کی ہوتی رہی ہی اور ہوتی رہیگی وہی حالت اسکی بھی ہوتی رہی ہی اور ہوتی رہے گی۔

جواب Evolution یا اصول ارتقامین کئی باتین داخل ہین مگر یہان پر Natural selection یا Survival of the fittest کے نقطہ خیال سے اعتراض کیا گیا ہے۔ اس کی تشریح یہ ہی کہ ہر شی ایک حد معینہ تک ترقی کرتی ہی اور اُسوقت تک اُسکی ہستی بحیثیت مجموعی قائم رہتی ہی لیکن اُسکے بعد اُسکی حیثیت مجموعی جاتی رہتی ہی۔ مگر اگر اُسکی ہستی مین کوئی نہایت زبردست شی ہی جو اور قوتون پر غالب آسکتی ہی تو وہ اُن قوتون کا مقابلہ کر کے اپنی ہستی کو قائم رکھتی ہی اور اُس مجموعی حیثیت سے جسمین وہ پہلے موجود تھی ایک بہتر اور زیادہ پیچیدہ مجموعی حیثیت اختیار کر لیتی ہی۔ اسکے بعد پھر یہ نئی حیثیت ایک حد تک ترقی کر سکتی ہی اور پھر مٹ جاتی ہی لیکن جو جیز اسمین نہایت قوی ہوگی وہ دیگر قوتون کا مقابلہ کر کے پھر ایک نئی حیثیت اختیار کر لیگی اور اگر کوئی جزو ایسا قوی نہین ہی تو وہ حیثیت قطعًا نابود ہو جائے گی۔ اس تھیوری کا انطباق دنیا پر بحیثیت مجموعی بھی

ل اسکے علاوہ جو باتین اس اصول مین داخل ہین وہ حسب ذیل ہین۔ Operation of the law of heredity that like produces like; variability from the action of the conditions of life and from use and disuse; over production, or a ratio of increase so high as to lead to a struggle for existence; sexual selection

کیا جا سکتا ہی اور یہ حیثیت جزئی بھی۔ جزئی حیثیت مین موجودات کے ہر فرد پر یہ تھیوری
عائد ہوگی۔ اور مجموعی حیثیت مین یہ یون عاید ہوگی کہ تمام عالم مین جو سب سے قوی
شے ہی وہ دوسری قوتون کو دبا کر آخر مین خود ہی رہ جائیگی اور بعد ازان اس عالم سے
بہتر اور زیادہ عظیم الشان عالم کی صورت اختیار کر لیگی۔

اس اصول کی بنیاد پر روح انسانی کا غیر فانی نہ ہونا ہرگز نہین ثابت ہو سکتا
ہمنے اوپر تصریح کے ساتھ مختلف موقعون پر بیان کیا ہی کہ دنیا کی تمام قوتون مین
روح انسانی سب سے زبردست قوت ہی۔ اور کوئی قوت اسکو دبا نہین سکتی۔ پس
یہ ہستی تمام ہستیون کو دبا کر خود قائم رہ سکتی ہی۔ اور ہمکو اسکا پورا یقین ہی اسلیے کہ اس کے
زور کا اظہار ہر وقت ہوتا رہتا ہی۔ اور ہر وقت اپنی زبردست ہستی کے اظہار پر مُصر رہا
کرتی ہی مگر یہ مسئلہ پھر چھڑتا ہی کہ موجودہ مجموعی حیثیت (جسم و قوت بہیمی وغیرہ) کے بعد کوئی
نئی حیثیت مجموعی یہ اختیار کریگی یا نہین۔ اسکے متعلق صرف اسقدر کہدینا کافی ہی
کہ یہ کوئی امر لازمی نہین ہی کہ اس جسم کو چھوڑنے کے بعد پھر کوئی جامہ زیب تن کرے
کیونکہ یہ اسکے لیے مجبور نہین ہی۔ علاوہ برین جب کوئی دوسری ہستی اسے دبا نہین سکتی
تو یہ اُسکے اثر کے مطابق دوسری حیثیت کیون اختیار کرنے لگی۔

اعتراض پنجم موجودہ زندگی کے رنج و تکالیف۔ اسکی پریشانیان اور انتشار کی کیفیتین
اس زندگی کو قابل نفرت بنا دینے والی چیزین ہین اور دل اس بات کو گوارا نہین کرتا
کہ جسم سے علیحدگی ہونے کے بعد بھی اس زندگی کا سلسلہ جاری رہے ورنہ اُس

حالت مین بھی ہمارے اوقات کوفت کے ساتھ بسر ہون گے اور ہم گویا حبس دائمی مین پڑے رہین گے۔

جواب یہ خیال اُن لوگون کا ہی جو زندگی سے بیزار ہین اور جنکو اسمین کوئی مزہ نہین ملتا۔ لہذا وہ اِس زندگی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین سچ تو یہ ہی کہ ان لوگون کی حالت نہایت قابل افسوس ہی۔ زندہ تو ضرور ہین مگر مُردون سے بدتر ہین لیکن سوال یہ ہی کہ فی صدی دنیا مین کتنے حضرات ہین جو محض اس خیال سے کہ اس زندگی مین رنج و تکلیف کے سوا کچھ نہین ہی۔ خوشی سے جان دینے کے لیے تیار ہین؟ انسانی تاریخ بھی اسکا پتہ دینے سے عاری ہی اور اگر دو چار حضرات ایسے گذرے بھی ہون تو ان دو چار کی بنیاد پر کوئی تھیوری نہین قائم کی جا سکتی اگر یہ مثال پیش کیجائے کہ اکثر لوگ رنج کی حالت مین خودکشی کر لیتے ہین تو یہ مثال اس موقع پر چسپان نہین ہوتی۔ اسلیے کہ رنج کی حالت مین خودکشی کرنے کے یہ معنے ہین کہ وہ شخص اُسوقت رنج محسوس کرتا ہی اور رنج کی شدت اُسے خودکشی کا مرتکب بنا دیتی ہی۔ یہان بحث تو یہ ہی کہ ایسے لوگ کتنے ہین جو محض یہ خیال کر کے کہ یہ زندگی باعث رنج و تکلیف ہی خودکشی کر لیتے ہین۔ سچ تو یہ ہی کہ ایسے لوگون کا کہین پتہ بھی نہین چلتا اور جب یہ حالت ہی تو معلوم ہوتا ہی کہ اس زندگی کو لوگ ضرور عزیز خیال کرتے ہین اور جب یہ زندگی عزیز ہی تو لامحالہ دل ضرور چاہتا ہو گا کہ یہ عزیز شی جسم کی تباہی کے بعد بھی قائم رہے۔ اور فی الحقیقت ہم یہ چاہتے ہین اور ہمیشہ لوگ چاہتے رہے ہین کہ ہماری موجودہ

زندگی بھی دراز ہو اور اسکے بعد بھی ہم زندہ رہین پس جب ہماری روح مین خود یہ خواہش موجود ہی تو اس بات کی قوی امید ہی کہ یہ اپنی خواہش پوری کر کے رہے گی۔ علاوہ ازین رنج و تکلیف اپنی پیدا کی ہوئی چیزین ہین۔ جس چیز کو ہم رنج خیال کرین وہ رنج ہی اور جسکو خوشی سمجھین وہ خوشی ہی۔ لہذا جب ہمکو ان چیزون پر قابو حاصل ہی تو ہم بیزار کیون ہون۔ اور اگر ہون تو ہماری غلطی ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ ہم کو اپنی زندگی کے مقصد کا علم نہین ۔ اور ہم نہین جانتے کہ اگر ہم چاہین تو اپنی زندگی کو خوشی ہی خوشی بنا دین۔ انسان پر فرض ہی کہ غور۔ تحمل اور ضبط طبیعت سے کام لے۔ اپنی قوت بہیمی کو دبائے اور اُس سے عمدہ کام کرائے۔ پھر دیکھے کہ زندگی کیسی باعث برکت شی ہی۔ اُسکو یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ ضبط و تحمل باعث تکلیف ہین۔ رنج و تکلیف کا معیار ہمارے ہاتھ مین ہی۔ ہم کو چاہیے کہ اس معیار کی سطح کو نہایت بلند کرین اور اگرچہ اول اول ہم کو ضرور گھبراہٹ ہوگی مگر جب ہم عادی ہوجائین گے تو یہ کیفیت خود بخود دفع ہو جائے گی۔ اور یہی ہماری زندگی کا حُسن ہی۔

مندرجۂ بالا اعتراضات نے بقائے روح کے مسئلہ کو نہایت ہی پیچیدہ بنا رکھا ہی۔ مگر جیسا کہ اُن کے جوابات مین بیان کیا گیا ہی اگر غور کر کے دیکھا جائے تو یہ اعتراضات محض بے بنیاد ہین اور اسکا سبب یہ ہی کہ معترض حضرات نے نہ تو بقائے روح کے مسئلہ کے ہر پہلو پر غائر نظر ڈالی ہی اور نہ روح کی حالت پر کافی طور پر غور کیا ہی اُنھون نے محض چند سطحی باتون کو اپنے اعتراض کی بنیاد قرار دے رکھا ہی۔ اسمین

شک نہین کہ ان اعتراضات کے جواب مین بعض نہایت دقیق باتین بیان کی گئی ہین جو عام فہم نہین ہوسکتین مگر یہ احقر اس معاملہ مین مجبور تھا اسلیے کہ اعتراض کرنے والے کی بابت خیال کیا جاتا ہی کہ اُسنے مسئلہ زیر بحث کے ہر تاریک و روشن پہلو پر غور کرلیا ہوگا لہذا جواب دینے والے کا فرض ہی کہ وہ بھی ہر پہلو سے مستحکم ہو کر جواب دے اور واقعہ زیر بحث کی کُنہ پر نگاہ ڈال کر بحث کرے۔ پس اُسکا دقیق نکات کے بیان مین پھنسنا ناگزیر ہی اور اُسکے انداز بیان مین ژولیدگی کا پیدا ہونا بھی ضروری ہی۔ لہذا مین ناظرین سے معافی کا خواستگار ہون۔ اور کچھ دور تک اور اُنھین بقاے روح کے بیان کی سیر کرانا چاہتا ہون۔

واضح ہو کہ بقاے روح کا یقین عالمگیر ہی اور دنیا کے جتنے بڑے بڑے مذاہب ہین سب روح کی بقا پر زور دیتے ہین۔ اور جب سے انسان نے اس معمورۂ وجود مین قدم رکھا ہی اُسوقت سے آجتک اس عقیدے کا بول بالا رہا ہی اور آیندہ بھی انسان کے دلون پر اسکا سکہ بیٹھا رہیگا بلکہ میرا تو خیال یہ ہی کہ حقیقت کی طرف انسان کا رُجحان روز بروز بڑھتا جاتا ہی اور یہ واقعہ اُس مستقبل کا پیش خیمہ ہی جبکہ ہر فرد بشر کو بقاے روح کی صداقت مثل آفتاب کے نظر آئے گی اور ہر شخص عرفان کے بحر مواج مین غوطہ لگائیگا اب مین مشاہیر عالم کے وہ اقوال نقل کرتا ہون جو اُنھون نے بقاے روح کی تائید مین فرماے ہین۔

سقراط (۱) افلاطون اپنے استاد سقراط کے متعلق لکھتا ہی کہ وہ (سقراط) اپنی

ہستی کو محض جسمانی ہستی نہین خیال کرتا تھا جو زمین کے اندر دفن ہو جانے والی ہی۔ اُسکا خیال تھا کہ زہر کا پیالہ پی لینے کے بعد مین اپنے دنیاوی دوستون سے جُدا ہو جاؤن گا اور ارواح قدسیہ کے حلقہ مین داخل ہون گا۔ (ملاحظہ ہو (Plato's Phaedo

(۲) افلاطون سقراط کا خیال بیان کرتا ہی کہ روح خود متحرک ہی اسلیے غیر فانی ہی (ملاحظہ ہو (Plato's Phaedrus اور Plato's Laws) افلاطون کو بھی انھین خیالات کا مؤید سمجھنا چاہیے اسلیے کہ وہ اپنی تمام تصانیف مین اپنے خیال کو اپنے اُستاد کی زبان سے اور اُسکی طرف منسوب کرکے بیان کرتا ہی۔

ارسطو۔ اسکا قول ہی کہ صرف وہ دماغی قوت جو خیال کرتی ہی غیر فانی ہی۔

آگسٹین۔ روح اس سبب سے ابدی اور باقی ہی کہ یہ ابدی سچائیون کو جانتی ہی۔

ابی سینا۔ ابن رُشد۔ امام غزالی رح **اور امام فخر الدین رازی** رح وغیرہ روح کو باقی مانتے ہین۔ اور امام غزالی رح کا فلسفہ تو اس عقیدے سے لبریز ہی۔

البرٹس ماگنس۔ کا قول ہی کہ روح غیر فانی ہی اور جسم سے آزاد ہی۔

اسپائینوزا۔ دماغ انسانی جسم کے ساتھ بالکل برباد نہین ہو سکتا بلکہ اسکا وہ جزو جو ابدی ہی قائم رہے گا۔

لائب نٹز۔ دماغ اور جسم ایک دوسرے سے آزاد ہین اور موجودہ زندگی مین

ان دونون کا ساتھ اس سبب سے ہی کہ ان دونون مین قبل سے ربط تھا۔

کانٹ۔ تقدس کا تقاضہ ہی کہ وہ لامحدود ترقی کرے اور یہ لامحدود ترقی اُسی وقت ممکن ہوسکتی ہی جب ہم انسان کی شخصیت اور اُسکے وجود کو لامحدود تصور کرین (ملاحظہ ہو۔ Kante's Critique of the practioal reason: dialectic. ch.1 see IV)

ڈاکٹر فرگوسن۔ بقاے روح کی خواہش فطری اور خلقی ہی اور بیشک یہ خواہش اپنے پیدا کرنے والے کے منشار کا پتہ دیتی ہی یعنے وہ خود بھی روح کو قائم رکھنا چاہتا ہی (ملاحظہ ہو۔ (Institutes of moral philosophy p. 119 new. ed. 1800)

جان فرکی۔ بھی بقاے روح کے خیال کو تسلیم کرتا ہی۔ (ملاحظہ ہو (Through nature to God 1899 p. 188. 189

اے۔ شاپی نیر لکھتا ہی کہ روح غیر فانی ہی اسلیے کہ زندہ رہنے کی خواہش ایک عالمگیر خواہش ہی

آر۔ ڈبلیو۔ ایمرسن کا قول ہی کہ بقاے روح کے ثبوت کی خواہش خود بقاے روح کا سب سے زبردست ثبوت ہی۔

اعتراضات کے جو جوابات اوپر دیے گئے اور مشہور حکما و عقلا کے جو اقوال نقل کیے گئے ہین انکے علاوہ بہت سی باتین ایسی ہین جنکے باعث ہم روح کو غیر فانی ماننے سے باز نہین آسکتے۔ منجملہ انکے ایک امر قابل غور یہ بھی ہی کہ ہماری موجودہ زندگی

اُس تناسب سے عاری ہی جسکا انصاف مقتضی ہی۔ اکثر بُرے لوگ توخوش حال ہین اور نیک لوگ تباہی کی حالت مین سرگردان ہین۔ لہذا یہ توقع بیجا نہین ہوسکتی کہ آیندہ کوئی زندگی آنے والی ہی جسمین موجودہ بدنظمی کی اصلاح ہوجائیگی۔ علاوہ اسکے یہ بات بھی مد نظر رکھنے کے قابل ہی کہ اس عالم مین انسان کی زندگی ناقص اور ناکمل ہی۔ انسان کے خیالات کا بلند ہونا اُسکی فطرت کا تقاضا ہی۔ پس جتنا ہی اسکے خیالات بلند ہوتے رہین گے۔ اُسکی کوشش اور جانفشانیان جتنا ہی قابل قدر اور قابل ستائش ہوتی جائین گی اُتنا ہی اُسکو اپنی زندگی ناکمل معلوم ہوگی۔ اور اُسکے خیالات کا روز بروز بلند تر ہونا اور اُسکی کوششون و مشقتون کا ہر لحہ خوشتر و بہتر صورت اختیار کرنا ایسے بدیہی واقعات ہین جن سے کوئی بشر انکار نہین کرسکتا۔ اور یہ بلندی اور یہ ترقی ختم ہونے والی نہین ہی۔ انسان کا خیال اُسکا معیار اُسکا منتہاے نظر چکر کھاتا ہوا اوپر کو اُٹھتا ہی اور کوئی یہ نہین کہہ سکتا کہ یہ کس مقام پر جاکر رکیگا۔ پس اس محدود زندگی مین انسانی دماغ کو کبھی بھی آسودگی نہین میسر آسکتی۔ لہذا اگر انسان کے دماغی افعال اور اُسکی موجودہ زندگی محض وہم نہین ہین تو اُس کو ہر طور پر حق حاصل ہی کہ وہ بقاے روح اور آیندہ زندگی کی توقع رکھے۔

آخری بات جو مجھے کہنی ہی وہ یہ ہی کہ جذبۂ محبت انسانی دماغ کی ایک نہایت ہی لطیف اور زبردست کیفیت ہی۔ کوئی بشر اس سے انکار نہین کرسکتا۔ پس جو لوگ آتش محبت کی گرمی سے آشنا ہین وہ خوب جانتے ہین کہ دل فراق مرگ کو کبھی گوارا نہین کرتا

اور اپنے جنون مین نہایت پُرزور دعوی کرتا ہی اور فریاد کرتا ہی کہ بعد مرگ بھی محبوب سے رشتۂ الفت قائم رہے۔ لہذا جب ہم خود محسوس کرتے ہین کہ جذبۂ الفت ایک نہایت ہی زبردست جذبہ ہی اور پرتو الٰہی کی شان رکھتا ہی۔ اور ساتھ ہی اسکے اپنے معبود کی محبت مین ہمارا دل لہرین لے رہا ہی اور اُسکی محبت کی آگ ہمارے دلون مین بھڑک رہی ہی تو یہ کیونکر ممکن ہی کہ جسم سے علیٰحدگی ہونے کے بعد یہ زبردست رشتہ ٹوٹ جائے اور ہم اپنے محبوب سے جُدا ہو جائین۔ بیشک ہمارے دل بیان کی فریاد رنگ لائے گی اور ہم اپنے محبوب سے جدا نہ ہون گے۔ ہم ازل سے اُسکے عاشق ہین اور ابدتک رہین گے اور وہ بھی ہمارے اِس عشق کی قدر کرتا ہی اور اُسکو بھی اُسکا مزہ ملتا ہی کیا اُسنے یہ جذبہ مٹ جانے کے لیے پیدا کیا ہی۔ ہرگز نہین۔ اور یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ محض ہمارا معشوق ہی بلکہ معشوقانہ انداز مین ہمارا عاشق ہے۔ "عشق اول در دلِ معشوق پیدا می شود" کی ابتدا وہین سے ہوئی ہی۔ دونون طرف لاگ برابر کی ہی۔ جانبین چوٹ کھائے ہوئے ہین۔ دونون کے وار ایک دوسرے سے بڑھے ہوے ہین۔ نوک جھونک چلی جاتی ہی۔ رمز و کنایہ کی باتین ہوتی رہتی ہین۔ راز و نیاز کا سلسلہ جاری ہی۔ عاشقانہ و معشوقانہ جھگڑے لگے ہوے ہین۔ تُو تُو یَین یَین ہو رہا ہی۔ مگر پھر بھی عاشق و معشوق ایک ہو رہے ہین۔ ایک کو دوسرے کے بغیر چین نہین آتا۔ پھر کون ہمکو جدا کر سکتا ہی۔ کسکی مجال ہی جو ایک کو دوسرے سے علیٰحدہ کرے۔ اور ہم کیون اس وسوسہ کو اپنے دل مین جگہ دین۔ مگر ہان۔

"ایک عشق و ہزار بدگمانیان" کے ہم ضرور مصداق ہوئے ہین۔ مگر یہی تو عشق کی کسوٹی ہی اور اگر ہم استقلال کے ساتھ قائم رہے تو یہ بدگمانیان رفتہ رفتہ خود بخود فِفرو ہو جائین گی۔

کیا انسان کی ابتدا ناپاک اور ذلیل ہی؟

اکثر لوگون کا خیال ہی کہ انسان ایک قطرۂ آب سے پیدا ہوتا ہی اور یہ ایک ناپاک و ذلیل شی ہی۔ علاوہ اسکے جب تک وہ رحم مادر مین رہتا ہی اُسوقت تک ناپاک خون وغیرہ سے اسکی پرورش ہوتی رہتی ہی۔ پس جب انسان کی ابتدا ہی اسقدر ناپاک حقیر و ذلیل ہی تو اسکی ہستی کی بابت اعلیٰ ترین خیالات رکھنا۔ روح انسانی کو تمام خوبیون اور برتریون کا جامع اور مرکز قرار دینا۔ اسکو غیر فانی تصور کرنا اور تمام موجودات پر اسکو ایک غیر معمولی فوقیت کا مستحق قرار دینا محض ایک طفلانہ حرکت اور مہمل دعویٰ ہی۔ جس شی کی بنیاد ہی ناپاک و ذلیل ہی اُسکی طرف گوناگون اعزاز۔ طرح طرح کی برتریون اور تقدس کا منسوب کرنا گویا دھول کی رسّی بٹنا ہی اور "برعکس نہند نام زنگی کافور" کا مصداق بننا ہی۔ اور صرف یہی نہین بلکہ ان خیالات کو پیدا کرکے انسان کو دھوکا اور غلط فہمی کا شکار بناتا ہی۔ اسلیے کہ ایک نکمی شی کے متعلق عمدہ عمدہ خیالات کا اظہار کرنا گویا اُسکو اس وسوسہ مین ڈالنا ہی کہ وہ بہترین چیزون کے حاصل کرنے پر قادر ہی۔ لہٰذا وہ اُنکی تحصیل کی کوشش مین ہاتھ پاؤن ہلانا شروع کریگی اور اسمین منہمک ہو جائیگی۔ مگر چونکہ حقیقۃً یہ چیزین اُسکی احاطۂ قابلیت سے باہر ہین بلکہ اُسکی فطرت کی متضاد ہین لہٰذا اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی اصلی حالت کو

بھی بھول جائیگی اور اپنی کوششیں اور قوتیں ایک تحصیل لاحاصل مین صرف کردیگی اور اُسکی حالت اُس زاغ کو زاغ کی سی ہوگی جو راج ہنس کی رفتار رعنا کی تقلید کی کوشش مین اپنی رفتار بھی بھول گیا - ان خیالات کے رکھنے والونکی تعداد نہایت کثیر ہے اور مجھے تو نہایت افسوس اس بات کا ہے کہ عقلاے اسلام کا بھی ایک معتدبہ گروہ اس غلطی کا شکار رہا ہے - اور انکے اقوال نے ہمپر گہرا اثر پیدا کر رکھا ہے حتیٰ کہ لوگون کو یہ اقوال نقل کرتے ہوے سُنا جاتا ہے - پس ان خیالات کا دور کرنا نہایت ضروری ہے اسلیے کہ اول تو یہ خیالات محض بے بنیاد ہین - دوسرے اگر انکا اثر یون ہی قائم رہا تو بہت کم لوگ عمدہ باتون کیطرف مائل ہونگے اور ہر شخص ان خیالات کی بنیاد پر اپنے کو مجبور سمجھیگا - لہذا اول بات جو کہتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان محض جسم کا نام نہین ہے اور نطفہ یا قطرۂ آب سے صرف جسم انسانی مع اپنے بہیمی خواص کے پیدا ہوتا ہے - اسکے علاوہ جو شی ہے یعنے روح انسانی وہ نطفہ سے نہین پیدا ہوتی - اور ہم یہ نہایت مدلل اور مشرح طور پر بیان کر چکے ہین کہ روح انسانی جسم سے آزاد ہے اور اُسکا نتیجہ نہین ہے روح انسانی جسم کی پیدایش کے بعد اسمین داخل ہوتی ہے اور اُسوقت داخل ہوتی ہے جب جسم مین اُسکے بار اُٹھانیکی قابلیت پیدا ہوجاتی ہے - روح انسانی ایک بالائی اور خارجی شی ہے جو جسم کو اپنا مرکب یا مسکن بنالیتی ہے مگر یہان پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر روح انسانی ایک پاک اور لطیف شی ہے تو وہ جسم جیسی ناپاک شی کے اندر جو نطفہ سے پیدا ہوتی ہے آتی کیون ہے؟ پس جسطرح ہم کسی شخص کو میلے گندے اور ناپاک کپڑے پہنے ہوے یا گندے اور ناپاک مکان مین رہتے ہوے دیکھ کر

خیال کر لیتے ہین کہ ناپاکی اور غلاظت اسکی طبیعت مین داخل ہی یعنے انمین اور اس کی طبیعت مین کوئی مناسبت ہی ورنہ وہ اس ناپاکی اور گندگی کو ہرگز نہ گوارا کرتا اسی طور پر ہم روح انسانی کو بھی ایک ناپاک شی کے اندر دیکھکر یہ ضرور خیال کر سکتے ہین کہ اسکے نیچر یا فطرت مین بھی ناپاکی موجود ہی یا کم ازکم اسکو خلقی طور پر اُس سے مناسبت اور نسبت اور موانست ضرور ہی ورنہ ہرگز یہ ایک ناپاک شی سے تعلق نہ رکھتی۔

پہلے تو ہمنے اس بحث کو صرف یہ کہکر ختم کرنا چاہا تھا کہ نطفہ سے صرف جسم پیدا ہوتا ہی روح انسانی نہین پیدا ہوتی۔ مگر اس سوال نے ہم کو مجبور کیا کہ ہم ناپاکی کی حقیقت بیان کرین تاکہ یہ واضح طور پر معلوم ہو جائے کہ اگرچہ محض جسم انسانی نطفہ سے پیدا ہوتا ہی مگر حقیقۃً نہ تو جسم ناپاک ہی اور نہ روح۔ پس واضح ہو کہ جسطرح بدتری و بہتری۔ بُرائی و بھلائی کی کوئی حقیقی ہستی نہین ہی بلکہ محض ایک فرضی ہستی ہی اسی طور پر ناپاکی یا پاکی بھی حقیقۃً کوئی شی نہین ہی یعنے ناپاکی یا پاکی بنفسہ کوئی ہستی نہین ہی۔ بلکہ بُرائی یا بھلائی کی ہستی کی طرح یہ بھی ایک ذہنی ہستی ہی اور ہماری کسی خاص غرض یا مقصد[1] سے وابستہ ہی پس نطفہ بھی حقیقۃً ناپاک نہین ہی۔ یعنے اگر ہم نطفہ یا قطرۂ آب کے اجزا علیحدہ علیحدہ کرین تو کوئی جزو ایسا نہین مل سکتا جسکو ہم یہ کہسکین کہ یہی ناپاکی کی ہستی ہی۔ اسکی ناپاکی محض **اعتباری** اور **فرضی** ہی اور ایک نہایت ہی اہم اور زبردست **مصلحت** پر مبنی ہی۔ اس مین شک نہین کہ میرے اس خیال سے ناظرین کے دلون پر بہت

---

[1] یعنے مقصد زندگی جسکی تصریح اوپر کردی گئی ہی ۱۲

بُرا اثر پڑیگا اور کوئی تعجب نہین کہ وہ مجھپر لعنت بھیجین اور مجھے قابل ملامت خیال کرین اسلیے کہ ہمارا پاک اور بے ریب مذہب اسکی ناپاکی پر زور دیتا ہی اور قرآن مجید اور احادیث بالاتفاق اسکو ناپاک و نجس قرار دیتی ہین۔ مگر مین اسلام کے تمام احکام کو سچائی پر مبنی سمجھتا ہون اور بجان و دل اُسپر عقیدہ رکھتا ہون۔ پس نہ تو نعوذ باللہ منہا مین احکام فرقانی کی تکذیب کرتا ہون اور نہ اُسکے کسی لفظ یا حرف کی تفسیر کا دعوی کرتا ہون۔ یہان پر محض حقیقت کی بحث ہی۔ نہ تو قرآن کا ذکر ہی اور نہ حدیث کا۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب تم اسلام کے احکام کو سچا سمجھکر اُن پر عقیدہ رکھتے ہو تو تم کو نہین چاہیے کہ ایسی اہم باتون پر آزادانہ رائے زنی کرو۔ تو اسکا جواب یہ ہی کہ اسلام کبھی تحقیقات سے منع نہین کرتا اور یہ بھی اسکی ایک خوبی ہی ناظرین سے صرف یہ استدعا ہی کہ اس مختصر بیان کو بغور پڑھین اسکے بعد اگر وہ مجھے قابل لعنت خیال کرین تو یہ اُنکی نوازش ہی اور اگر قابل تحسین سمجھین تو یہ اُن کا احسان ہی۔

مین اپنے بیان کو اس سوال سے شروع کرتا ہون کہ قطرۂ منی کس کے لیے ناپاک ہی۔ آیا ایک قطرہ دوسرے قطرے کے لیے ناپاک ہی۔ یا درخت کے لیے۔ پتھر کے لیے۔ مٹی کے لیے یا انسان کے لیے؟ ہر شخص یہی کہیگا کہ **صرف انسان** کے لیے ناپاک ہی۔ اور یہی صحیح ہی۔ نہ تو یہ تاریکی کے لیے ناپاک ہی۔ نہ روشنی کے لیے۔ نہ مٹی کے لیے۔ نہ پتھر کے لیے۔ نہ کسی اور شی کے لیے۔ اسکی ناپاکی محض انسان کی ذات سے وابستہ ہی وہی اسکو ناپاک خیال کرتا ہی اور اُسیکو چاہیے کہ اسے ناپاک خیال کرے۔ پس یہ باتین

صاف طور پر ثابت کرتی ہین کہ انسان خود پاک ہو ورنہ کوئی شی اُسکے لیے ناپاک نہین ہوسکتی تھی۔ اسیلیے کہ ایک ناپاک شی کے لیے دوسری ناپاک شی ہرگز ناپاک نہین ہوسکتی نہ ایک غلاظت دوسری غلاظت کے لیے غلیظ ہوسکتی ہی۔ لیکن جیساکہ اوپر مذکور ہوا ہی لوگ کہتے ہین کہ چونکہ انسان نطفے سے پیدا ہوا ہی اسیلیے وہ ناپاک ہی۔ تو ہم یہ کہتے ہین کہ ایک ناپاک شی کے لیے دوسری شی (خصوصًا جس سے وہ پیدا ہوئی ہی) کیونکر ناپاک ہوسکتی ہی۔ آخر اُن حضرات کا مفہوم کیا ہی؟۔ لہذا یا تو انسان کو پاک ماننا چاہیے یا ناپاک۔ مگر اگر پاک مانتے ہین تو نطفے کو بھی پاک ماننا پڑیگا۔ اسیلیے کہ اِس سے اُسکا جسم پیدا ہوا ہی اور روح کو اس جسم سے تعلق ہی۔ اور اگر ناپاک مانتے ہین تو پھر اُسکے لیے قطرۂ منی ناپاک نہین ہوسکتا۔ خلاصہ یہ کہ نہ تو نطفہ پاک ہی نہ انسان پاک ہی اور نہ نطفہ ناپاک ہی تو انسان ناپاک ہی۔ حقیقت یہ ہی کہ پاکی اور ناپاکی محض اعتباری اور فرضی صفتین ہین اور انکی ہستی ہمارے مقاصد سے وابستہ ہے۔ چنانچہ ناپاک ہم اُن اشیا کو کہتے ہین جو ہمارے اخلاقی۔ روحانی اور جسمانی[1] مقاصد کو نقصان پہونچانیوالی ہوتی ہین۔ اور یہی مقاصد پاکی یا ناپاکی کے جانچنے کے معیار ہین۔ علی ہذاالقیاس ہم ناپاک اُس قطرۂ منی کو کہتے ہین جو جسم سے خارج ہو جاتا ہی۔ اور جب تک وہ جسم کے اندر رہتا ہی ناپاک نہین خیال کیا جاتا۔ آخر اسکا سبب کیا ہی؟۔ اسکا سبب صرف یہ ہی کہ یہ ہماری۔ اخلاقی۔ روحانی اور جسمانی ترقیون کو نقصان پہونچانے والا ہی۔

[1] یہان پر یہ الفاظ نہایت وسیع معنے مین استعمال کیے گئے ہین ۱۲

اور ناپاکی بھی ضرر رسانی کی ایک قسم ہے۔

اول تو اُسمین اجزا ایسے (مثلاً اس مین نہایت چھوٹے چھوٹے کیڑے ہوتے ہین) کہ اگر وہ ہمارے کپڑے یا جسم پر قائم رہین تو ہماری طبیعت کو منغص اور بدحظ کردین گے۔ اور طبیعت پر ایک انحطاطی کیفیت طاری رہیگی۔ اور کسی کام کے کرنے کی رغبت نہین ہوگی۔ اسی لیے غسل کرنا نہایت ضروری ہے۔ غسل کے اثر سے یہ تمام باتین دور ہو جاتی ہین۔

دوسرے اسکے اخراج سے جسم کمزور ہوتا ہے۔ پس اگر اسکو ہم ناپاک سمجھین گے تو اس سے زیادہ ملوث ہونے سے بچتے رہین گے اسلیے کہ بار بار غسل کرنا پڑیگا جو ایک گونہ تکلیف کا باعث ہے علاوہ اسکے اسکی ناپاکی کا خیال ہمکو مباشرت کے ایک محدود دائرے مین رکھے گا اور اس طور پر ہماری جسمانی حالت کی ترقی مین مدد ملیگی۔

تیسرے چونکہ اسکے خارج ہونے سے طبیعت مین انحطاط پیدا ہوتا ہے اور سستی آجاتی ہے اسلیے جب ہم اسکو ناپاک خیال کرکے غسل کرلین گے تو تمام کام دلچسپی کے ساتھ کرسکین گے اور یاد خدا مین بھی خشوع و خضوع کے ساتھ مشغول ہوسکین گے پس اس کا قابل نفرت بنانا نہایت ضروری ہے اور اسکی ناپاکی کے خیال نے و نیز غسل وغیرہ کی ضرورت نے اسکو کافی طور پر قابل نفرت بنا دیا ہے۔ اور فی الحقیقت جسقدر اس سے نفرت کی جائے اور جو ذرائع اسکو قابل نفرت بنانے کے لیے پیدا کیے جاسکین سب تھوڑے ہین۔

غرض ناپاکی بنفسہ کوئی شی نہین ہی اور نہ انسان کا جسم ناپاک ہی اور نہ وہ روح جواس کے اندر مقیم ہی۔ مگر اعتراض کرنے والے پھر بھی باز نہین آسکتے اور بعض لوگ یہ کہہ سکتے ہین کہ قطرہ منی ضرور ناپاک ہی جب وہ جسم سے خارج ہوتا ہی مگر اسکی ناپاکی اُسی حالت تک محدود رہتی ہی جبتک وہ قطرہ کی حیثیت رکھتا ہی مگر جب وہ ایک خاص ترکیب پاکر انسان کی صورت اختیار کرلیتا ہی تو اُسکی ناپاکی اُس ترکیب کے سبب سے جاتی رہتی ہی۔ مگر اِس قول کا ہماری تھیوری پر کوئی اثر نہین پڑسکتا۔ ہم یہی کہین گے کہ نہ تو وہ قطرے کی صورت مین حقیقتاً ناپاک تھا اور نہ ترکیب مذکور کے بعد۔ قطرے کی حالت مین بھی اُسکی ناپاکی کی ہستی محض ہمارے مقصد و معیار پر مبنی تھی اور یہی سبب ہی کہ ایک ہی شی ایک خاص حالت مین ناپاک خیال کی جاتی ہی اور دوسری حالت مین پاک خیال کی جاتی ہی۔ اسکی مثالین بیشمار موجود ہین۔ اور اگر کسی کو اسکے خلاف دعوی ہو تو وہ قطرہ منی یا کسی ناپاک شی کے اجزا کی تشریح کرکے ہمکو دکھائے کہ فلان جزو خاص ناپاکی کی ہستی ہی یعنے اُس جزو کا یا اُسکی خاصیت کا ہماری ذات اور ہمارے کسی مقصد سے تعلق نہ ہو۔ بلکہ اِن سب سے علحدہ رہکر وہ ناپاکی کی ہستی ہو۔

اس بحث مین نہایت اجمال اور اختصار سے کام لیا گیا ہی۔ ناظرین خود ہر پہلو پر غور فرماکر اور اِس خیال کو واقعات پر منطبق کرکے اسکی تشریح و تصریح کرسکتے ہین۔ دوسری بات جو مجھے عرض کرنی ہی وہ یہ ہی کہ کسی شی کی موجودہ وقعت یا حیثیت ظاہر کرنے کے لیے اُسکی ابتدا کو پیش کرنا ایک محض ناقص اصول ہی۔ اسمین شک نہین

کہ اکثر حکما نے ہمیشہ یہی اصول اختیار کیا ہی اور جب کسی وجود کی موجودہ حیثیت۔
وقعت۔ اہمیت۔ یا ذلت انھین ظاہر کرنا ہوا ہی تو اُنھون نے اسی اصول سے
کام لیا ہی۔ ہم یہ نہین کہتے کہ یہ اصول بالکل غلط ہی۔ بلکہ ہم یہ کہتے ہین کہ یہ اصول
ناقص ہی اور ہر حالت مین کارآمد نہین ثابت ہو سکتا۔ برعکس اسکے اگر ہم کسی
شی کی موجودہ حیثیت کو اُس مقصد سے جانچین جسکو اُسکی موجودہ ہستی انجام
دے رہی ہی تو یہ طرز عمل نہایت کامیاب ثابت ہوگا مثلاً جس مکان کے اندر مین
اطمینان سے بیٹھا ہوا یہ مقدمہ لکھ رہا ہون اگر اسکی موجودہ حیثیت کا اندازہ کرنے
کے لیے یہ کہا جائے کہ اسکی ابتدا مٹی ہی تو ہم ہرگز اسکی حیثیت نہین دریافت کر سکتے
اور نہ ہمارے دل مین اسکی اصلی وقعت جم سکتی ہی برخلاف اسکے اگر اُس کام پر نظر
ڈالی جائے جو اسوقت یہ مکان انجام دے رہا ہی اور اسکی موجودہ حالت پر غور
کیا جائے تو فوراً اسکی حیثیت ظاہر ہو جائے گی۔ اگر کوئی شخص اپنے بادشاہ کی
موجودہ وقعت و حیثیت ظاہر کرنے کے لیے اس بات کو پیش کرے کہ وہ ایک
نطفے سے پیدا ہوا ہی اور ابتداءً محض ایک بے بس بچہ تھا تو کیا وہ شخص اسکی موجودہ
حیثیت کو ظاہر کر سکتا ہی؟۔ ہرگز نہین۔ ابتداءً وہ خود بے بس اور محکوم تھا۔ اب
وہ زبردست حاکم ہی۔ کیا وہ شخص اُسکی حکومت سے انکار کر سکتا ہی؟ اگر نہین کر سکتا
ہی تو اُسکی ابتدائی حالت کا حوالہ دینے سے کیا فائدہ۔ اگر یہ کہا جائے کہ اشیا کی موجودہ
حیثیت کا بیج اُسکی ابتدا مین موجود تھا۔ اسیلیے ہم اُسکو پیش کر کے موجودہ حالت کا

اندازہ کرسکتے ہین۔ توہم اس خیال کو تسلیم کرتے ہین مگر دقت یہ ہی کہ ابتدا مین موجودہ ہستی اسقدر پوشیدہ تھی کہ ہم اُس مین اسکا پتہ نہین چلا سکتے۔ پس دوراز کار اور دقت طلب طریقہ اختیار کرنے سے فائدہ ہی کیا۔ البتہ ہمکو اس سے انکار نہین ہی کہ ابتدا اور موجودہ حالت دونون مجتمع کرکے اگر کسی شی کی موجودہ وقعت اور حیثیت دریافت کی جائے تو یہ نہایت بہتر اور احسن ہوگا۔

اختتام | اوپر جو کچھ بیان کیا گیا ہی اُسکا خلاصہ یہ ہی کہ ہمکو تصوف کی طرف مائل ہونا چاہیے اور اسکی برکتون سے ہمین اپنی زندگی زرخیز بنانی چاہیے۔ یہی وہ شی ہی جسکے توسط سے ہم دین و دنیا دونون حاصل کرسکتے ہین۔ تصوف مذہب اسلام کی جان ہی اور شریعت اسکا قالب ہی۔ اور یہ سوال کرنا کہ تصوف اسلام کے کس جزو سے شروع ہوتا ہی محض فضول ہی تصوف ہی حقیقی اسلام ہی اور جسطرح اسلام انسان کی پوری زندگی پر حاوی ہی خواہ وہ اسکی موجودہ زندگی ہو یا آیندہ اسی طور پر تصوف کو بھی اسکی دونو زندگیون کے جزو کل سے تعلق ہی۔ جسنے تصوف کو حاصل کیا اُسنے اسلام کو بھی حاصل کیا اور جسنے حقیقی اسلام یا شریعت کے باطن پر عبور حاصل کیا وہی پکا صوفی بھی ہی۔ پس تصوف اور اسلام کی ابتدا ایک ہی یعنے لا آلہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور دونون کی انتہا بھی ایک ہی یعنے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ امر یقینی ہی کہ اس زندگی کے بعد ہماری ایک زندگی آنے والی ہی لہذا ہم کو اپنے لامحدود مستقبل کے لیے باحسن الوجوہ تیار ہوجانا چاہیے اور یہ مقصد صرف تصوف کے توسل سے

انجام پاسکتا ہی اور ہم نہایت خوش نصیب ہین کہ تصوف پر روشنی ڈالنے والی نہایت ہی جامع و مانع تحریرات کا مجموعہ اسوقت ہمارے سامنے موجود ہی۔ ہر تعلیم یافتہ پر فرض ہی کہ اسکے مطالعے مین منہمک ہو اور گوہر مقصود سے اپنا دل خوش کرے۔ یہ مجموعہ حقائق کا ایک بحر زخار ہی جسکے ہر قطرۂ آب مین ہزارون اسرار جھلک رہے ہین۔ سچ تو یہ ہی کہ ایسے نازک وقت مین ایسے دقیق و بسیط مسئلہ پر آجتک کوئی ایسی تحریر ہماری نظر سے نہین گذری۔

اب مین اپنی اس ناچیز تحریر کو ختم کرتا ہون اور اپنی خطا و سہو کی ناظرین سے معافی کا خواستگار ہون۔

سید محمد کامل حسین غفراللہ تعالی عنہ
(گورکھپوری)

مورخہ ۲۸ - جنوری ۱۹۱۳ء
ہیلیبرد ہوس سول لائن - آگرہ۔







قد افلح من زکّٰها وقد خاب من دسّٰها

مولفہ حضرت مولانا سید شاہ محمد نذیر الحسن صاحب فتح الٰہی ایرانی فتحپوری

مسمی بہ

العرفان

حصہ ششم

حسب ارشاد حضرت مصنف علام باہتمام عاجز گمنام اذل انام خاکسار حکیم برہم

در مطبع حکیم برہم واقع گورکھپور مطبوع گردید

نقشہ تصحیح اغلاط کتاب العرفان حصہ نثر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
		الموت	
	۴	اسلام کے جہان	اسلام کی قنیت کی جہان
	۶	لَا یُکَلَّفُ اللّٰہُ	لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ
	۱۱ (نوٹ)	لَا کَیفَسُ	لَا یَتَیَقَّنُ
	۱۳ (نوٹ)	الفضل لعدل	الفضل لعدل
	۱۰	سب	یا سب
	۲۰ (نوٹ)	قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون	قَالُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ°
	۵	کہ کہ صحرائے	کہ صحرائے
	۴	ناممکنات	ناممکنات سے ہے
	۱۶ (نوٹ)	وحق آلہ و فعل	وحق آلۂ فعل
	۱۹ (〃)	(روح مین	(روح) مین
		ہدیۂ مرغوب	
	۱۰	نچلا اُٹھے	چلا اُٹھے
	۱۱	ضمیمے ہین	ضمیمے مین
	۱۴	حرمان نصیبی	حرمان نصیبی
۲	۱	آہن بیرناگ شو	آہن بیرنگ شو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۶	۱	کیسا تھ بیڑا پار ہو	کیسا بیڑا پار ہو
		حبِ وطن	
۳۹	۳	جہان لے چند	جہان بے چند
〃	۱۵	اَنْ یَّحْمِلْنَنَهَا	اَنْ یَّحْمِلْنَهَا
۴۹	۱۱	(ΣADKIEI)	(ZADKIEI)
۵۲	۲	بے شکے چیدہ	بے شکے چیدہ
۵۷	۱۵ (نوٹ)	اُشغُر	اُسغُر
		نور دل	
۶۱	۹	بیاید	بباید
〃	۱۵	یہ مراد نہین	یہ عتاب نہین
۷۳	۳	یہ تبعیت	یہ تبعیت
〃	۷	قال سے	قال ہے
〃	۱۴	بیچارکی	بیچارگی
۷۵	۶	یہی اپنا تصور	بھی اپنا تصور
		تحفۂ درویش	
		نمبر ۱	
۷۷	۲	حکمت ہے مراد	حکمت سے مراد
〃	۶	کوئی بات	کوئی حالت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۷	۱۱(نوٹ)	مصدق فالما	مُصَدِّقًا لِّمَا
		بین یدیہ	بَیْنَ یَدَیْہِ
؍؍	؍؍	حالت سے	حالت کے
؍؍	؍؍	نماز	زمانے
؍؍	۱۲(نوٹ)	بنیین ورانکے	نبی اور اُنکے
؍؍	۱۳(؍؍)	اللہ ہوتا ہے	اللہ ہوتا ہے)
؍؍	۱۴(؍؍)	دستی معاش	درستی معاش
۷۷	۱۵	ان الذین عند اللہ	اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ
		کہاسلام قف	الْاِسْلَامُ قف
؍؍	۲۱	وما علینا الا البلاغ	وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ
۷۸	۸	قتائل	قبائل
؍؍	۵	لحییک	لحبیک
۷۹	۱۹(؍؍)	جاناہے	جاتا ہے
۸۰	۱	حواس کے	حواس ظاہری کے
۸۱	۱۹(؍؍)	یہی ہے	بھی ہے
۸۲	۱۹	اُنھوں نے روح حیوانی	اُنھوں نے روح انسانی
		کے متعلق	وروح حیوانی کے متعلق
۸۳	۱	اورتنزیہ	او رتنزیہ
؍؍	۱۶	وہ اصل	واصل
۸۴	۱۷	معرفت دین	معرفت نہ دین
۸۶	۱۴	دھودھ کہا	دودھ کیا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۸	۷	لقد کنت فی عقلہ	لَقَدْ کُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ
		من ھذا فکشفنا	مِّنْ ھٰذَا فَکَشَفْنَا
		عنک غطائک	عَنْکَ غِطَآئَکَ
۹۰	۲	لدینالک	لدبسالک
؍؍	۵	ضروری	ضروری ہے
؍؍	۸	روح	روح
؍؍	۱۳(نوٹ)	فطفق مسحا	فَطَفِقَ مَسْحًا
		بالسوق الاعناق	بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ
۹۱	۱۲(؍؍)	پیدا ہوتی ہے	پیدا ہوتی
؍؍	۱۵(؍؍)	ونفخت فیہ من روحی	وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ
؍؍	۱۸(؍؍)	مرشد کا اس	مرشد کا اشارہ اس
؍؍	؍؍	کونوا مع الصادقین	کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ
۹۲	۱۳(نوٹ)	بجز	بجز
؍؍	۱۹(؍؍)	بہ عشق آرقلم	بہ عشق آمد قلم
۹۳	۱۱(؍؍)	لمیدق	لم یذق
۹۴	۱۲	المعطوف	بین المعطوف
۹۵	۱۴	رسول اللہ علیہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ
۹۶	۵	فناسے وصاف	فنائے اوصاف
؍؍	۱۱	عبادنا اٰیسلاہ رحمة	عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً
		من عندنا وعلمنا	مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ
		من لدنا علماہ	مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۸	۳	یُوفّی الصّابرٗن	یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ	۱۱۱	۲	رکھو برا انجام	رکھو اسکا برا انجام
″	۱۶	انّک لعلی خلق عظیم	اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم	۱۱۳	۱	برابر بھی	برابر ہی
″	۱۷	مودب	مُؤدّب	″	۱۰	TRAN OUI-LLITY	TRANQUI-LLITY
۱۰۰	۹ (نوٹ)	خاطر کے لیے	خواطر کے لیے	″	۱۴	کُلَّ	کُلٌّ
″	۱۵ (″)	شاشتری	شاستری	۱۱۴	۵	اَم یَحسُدَاتَ النَّاس	اَم یَحسُدُوْنَ النَّاسَ
۱۰۱	۱۱ (″)	بدیشون	بدیشیون	″	۱۵	(منع دشنام دہی سے)	(منع دشنام دہی)
۱۰۳	۴	OF	تحفۂ درویش نمبر ۲ OF ISLAM	″	۱۶	وَلَا تَقفَ	وَلَا تَقْفُ
″	″	نہ اسوقت ہف	نہ اسوقت ہکس	۱۱۵	۱۴	وَاعْرِضُ	وَاَعْرِضْ
۱۰۵	۶	OF VEDAN-TIC PHYLO-SOPHY	VEDANTIC PHILOSO-PHY	″	۱۷	قُلْ اَمَرَ رَبِّی	قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ
				۱۱۶	۶	مُسلِماً وَّاَلْحِقْنِی	مُسْلِماً وَّاَلْحِقْنِیْ
				″	۹	زینے پرآجاؤ	زینے پرپھرآجاؤ
۱۰۸	۱۷ (نوٹ)	(انسانی اصطلاح)	(انسانی اصلاح)	″	۱۷	پہونچ گیا	پہونچ گیا ہے
″	۱۸ (″)	جہان نگذشت	جہان نگذاشت	۱۱۷	۳	اوراکہتے ہین	آرا اوراکہتے ہین
″	۱۹ (″)	لاینظر کم	لاینظر	″	۱۷	بیابید	بیابید
″	″ (″)	وبناتکم	وبناتکم	۱۲۰	۱۱	INIQUTIES	INIQUITIES
″	۲۰ (″)	تیتون کو	نیتون کو	۱۲۱	۶	عملی ولائل	علمی دلائل
۱۰۹	۲	دل آیا	دل مین آیا	۱۲۲	۱۶ (نوٹ)	واردات	واردات
۱۱۰	۱۰	کام لاتے ہو	کام مین لاتے ہو	۱۲۳	۷	ومضرتے می نازد	وحضرتے می نازد
″	۱۱	دھری ہجاتی }	دھری ہجاتی ہی }	″	۱۴	اسی کے حالات	اس کے حالات
″	۱۳ (نوٹ)	بندۂ اعیان	بندو اعیان	۱۲۵	۳	خورمخو	خورمحوز
″	۱۷ (″)	علمی کی	عملی کی				

تحفۂ درویش نمبر ۳

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۸	۸	ذروں سے	ذروں نے
//	۱۲	رقیق و غلیط	رقیق و غلیظ
۱۲۹	۸	حکمت وتدابیر	حکمت وتدبیر
۱۳۲	۶	امید نہ کیجائے	امید کیجائے
۱۳۳	۲	معلوم نشد	معلوم نشد
//	۴	اور یہ بے قیدی	اور بے قیدی
//	۱۳	تک کو جوجو	تک جوجو
۱۳۴	۷	۱۳ ۴۱	۱۳۱۴۱
۱۳۶	۱۷	ارارده	اراده
۱۳۹	۱۶ (نوٹ)	پروفیسر نہری	پروفیسر مہری
۱۴۱	۱	بین دلیل ہے	بین دلیل
//	۲	بعض آلام	جن آلام سے
۱۴۲	۷	عالم دنیا سے	عالم اجسام یا عالم دنیا سے
//	۸	ملانا	ملانا ہے
۱۴۵	۱	یتلوا علیهم	یتلوا علیهم
//	۱۱	اُسی کا بیعت ہے	اُسی کا نام بیعت ہے
۱۴۹	۹	دنیاے دانی	بنیاے دانی
//	۱۰	فرمیشن	فریکیبن
۱۵۰	۱۵	مانگون گا	مانون گا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۲	۱۵	کل نیورس	کل یونیورس
۱۵۳	۴	یہ بھی کچھ	یہ کچھ بھی
//	۱۹ (نوٹ)	اور نہ اُسکے لیے	نہ جوہر کے لیے اور نہ اُسکے لیے
۱۵۵	۲	خلاف نہین	خلاف قیاس نہین
۱۵۶	۱۱	وعدۂ وعید	وعدہ و وعید
۱۵۸	۳	زیارت کا مقابر	زیارتِ مقابر

ذکر رسول

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۹	۱۱	قوت بالارده	قوت بالاراده
۱۶۱	۵	خدا ہے	خدا
۱۶۲	۲	نکاہین	نگاہین
۱۶۴	۱۳	بہبوہی متصور ہے	بہبودی متصور
۱۶۶	۳	العلم والحکم	العلم والحلم
۱۶۷	۲	والفحر	والفجر
//	۷	کی دولت سرائے	کے دولت سرائے
//	۱۲	وسائل و معاش	وسائل معاش
۱۷۱	۱۱	خدائی کا اسی	خدائی کا اظہار اسی
۱۷۲	۱۵	یہی ہستی ہستی	یہی ہستی نیستی
۱۷۳	۱۳	حالت زندگی	حالات زندگی
//	۱۶	وما توفیقی الا با للہ ہو نعم المولی	وما توفیقی الا باللہ ہو نعم المولی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
		ونعم النصیر	وَنِعْمَ النَّصِیْرُہ
۱۷۸	۳	پہلے لڑائی	پہلی لڑائی
//	۱۷ (نوٹ)	انا للّٰہ ثم انا للّٰہ	اِنَّا لِلّٰہِ ثُمَّ اِنَّا لِلّٰہِ
		اذا اصابتھم	اِذَآ اَصَابَتْھُمْ
		مصیبۃ قالوا	مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ
		انا للّٰہ وانا الیہ راجعون	وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ
۱۸۰	۵	صبغۃ اللّٰہ و من	صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ
		احسن من اللّٰہ	اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ
		صبغۃ	صِبْغَۃً ہ
۱۸۱	۷	واللّٰہ یھدی من	وَاللّٰہُ یَھْدِیْ
		یشاء الی صراط	مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی
		مستقیم ہ	صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ
۱۸۴	۲	اِنَّ اللّٰہَ	اِنَّ اللّٰہَ
//	۳	اِنَّہٗ	اِنَّہٗ
//	۱۲	جان ڈیون پورٹ	جان ڈیون پورٹ
۱۸۶	۴	ولقد	وَلَقَدْ
//	//	کُلِّ مثل	کُلِّ مَثَلٍ
//	//	قرآن مجید	قرآن مجید میں
//	۱۲	لا رطب	لَا رَطْبٍ
//	۱۴	بلاغت	بلاغت میں
۱۸۷	۳	بلاغت سے تو یہاں تک	بلاغت سے یہاں تک
۱۸۸	۷	تمام جزیرۃ	تمام جزیرہ نما
۱۸۹	۷	رسول اللّٰہ علیہ	رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۱	۴	میری رائے	میری رائے
//	۱۵	مضبوط عمارت	مضبوط عمارت
۱۹۲	۸	گذرنے	گذرنے پر
//	۱۰	کیا ڈھنگ	کیا ڈھنگ تھا
۱۹۳	۱	کیا یہ بات	مسٹر جان ڈیونپورٹ کہتے ہیں کیا یہ بات
//	۱۴	رہ سکتے تھے	رہ سکتے تھے''
۱۹۵	۵	مسٹر ایرنکر آنریبل ولیم میور	مسٹر گاڈفری ہگنز
۱۹۹	۴	علیہ وسلم	علیہ وسلم)
//	۷	اعلی حضرت	جناب حضرت
۲۰۲	۶	کیسی کو	کسی کو
۲۰۳	۲	قسم خدا گی	قسم خدا کی
۲۰۶	۴	ظروف سے پانی	ظروف پانی
۲۰۸	۱۳	حیا کرتا ہے	حیا کرتا ہے تم سے
۲۱۲	۴	مصاحب میرا احتیاج به خدا بزرگی	مصاحب میرا علم ہتھیار و حربہ میرا صبر چادر میری خوشنودی خدا مال غنیمت میرا احتیاج به خدا بزرگی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
٢١٢	٦	بندگی وخوبی	بندگی خوبی
״	١٦	چھوڑ چھاڑ کر	چھیڑ چھاڑ کر
״	١٧	رسول اللہ علیہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ
״	״	اچھا اور اچھا	اچھا بہت اچھا
٢١٣	٦	خُلق را وصف	خُلق را اوصف
״	٨	رسول اللہ علیہ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ
٢١٤	١٥	واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم والسلام علی من اتبع الھدیٰ	وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی ۝
٢١٧	١٦	وسیجنبھا	وَسَیُجَنَّبُھَا
״	١٧(نوٹ)	سہ	سلہ
٢١٩	٧	شکورا ۝	شَکُوْرًا ۝
٢٢٠	١٣	ھوالاول والاخر والظاھر والباطن	ھُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ ج
٢٢٢	٢	دور کردیجیے	دور کردیجے
٢٢٣	٥	ناشر	ناشر
		نجات السکوت نمبر ١	
٢٢٨	١١	محنت	محنت۱
״	١٦(نوٹ)	حقیقت یوں تھی	حقیقت تو یہ ہے
٢٣٠	٨	سبے صورتی	از بے صورتی
		نجات السکوت نمبر ٢	
٢٣٣	٨	بات جیت	بات چیت
״	١٠	MIND	MIND
		نجات السکوت نمبر ٣	
٢٣٦	١٣	جب ہم نابود	جبکہ ہم نابود
٢٣٨	٩	EXAMINTON	EXAMINATION
٢٣٩	٤	وھوسہ	وسوسہ
٢٤٠	٥	(عزفان)	(عرفان)
״	١٥(نوٹ)	ضابطہ	ضابط
״	١٩(״)	ہوکر رہ جائیگا	ہوکر رہیگا
		نور عشق	
٢٤٨	١٥(نوٹ)	تاکس مگوید	تاکس نگوید
״	١٦(״)	فقد تفت	فقد تفث
٢٥٠	٤	احدیت	احدیت۱
״	٦	یرخیزد	برخیزد
״	١٠(״)	جانے والے	جاننے والے
״	١٨(״)	استاد گمان کرکے	اتحاد گمان کرکے
٢٥١	١٥(״)	کہ کہ وحدتش	کہ وحدتش

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵۳	۲۰ (نوٹ)	بوجود طلی	بوجود ظلی
۲۵۶	۱۵ (〃)	عقل ل ست	عقل کل ست
۲۵۷	۱۴ (〃)	الی جاعل سے	اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی
		الارض خلیفہ	اَلْاَرْضِ خَلِیْفَۃً
〃	۱۵ (〃)	وعلم ادم	وَعَلَّمَ اٰدَمَ
		الاسماء کلھا	اَلْاَسْمَآءَ کُلَّھَا
۲۵۸	۱۸ (〃)	خدادیدہ	خدارادیدہ
۲۶۰	۲	زق رق	زق زق
〃	۳	سچ توہے	سچ تو یہ ہے
〃	۹	جان عالم	بان آدم
۲۶۲	۱۶ (نوٹ)	لپیٹ کر داڑھی	لپیٹ داڑھی
〃	۱۸ (〃)	ممکن کہ پہچان	ممکن نہین کہ پہچان
〃	۲۰ (〃)	گھٹنا ہے فرخ آباد	گھٹنا ہے فرح آباد
۲۶۳	۱۱ (〃)	نفسی حقوق	نفسی حقوق
۲۶۵	۱۹ (〃)	رفت شد نمک شد	رفت نمک شد
۲۶۷	۸	علیہ	علیھم
۲۶۸	۱	صوفیہ کی بھی	کسی بھی
۲۶۹	۹	ازاری بکن	آزاری مکن
۲۷۰	۸ (〃)	وا	را
〃	〃	خطے	حظے
۲۷۱	۲	سگِ تو	سگ تو
〃	۹	امروز فردا	امروز و فردا
۲۷۴	۱۰	بدایۃ اولیاء	بدایۃ الاولیاء
〃	۱۴	اخبارالاخبار	اخبارالاخیار
〃	۱۷ (نوٹ)	یعد صلوۃ	بعد صلوۃ
۲۷۵	۸ (〃)	حس کوچے مین	جس کوچے مین
〃	۱۸ (〃)	می نمایند	می نماید
〃	۱۹ (〃)	فنائے حرف را	فنائے صرف را
۲۷۶	۴	جواہر عینی	جواہر غیبی
〃	۱۳	تادور خاتمہ	باقی ست تادور خاتمہ
〃	۱۶	امین	امین)
۲۷۸	۸	چو نماند	چون نماند
〃	۱۲	الی انا اللہ	اِنِّیْ اَنَا اللہُ
〃	۱۸ (نوٹ)	ہزرو دبے معنی	ہرزہ و بے معنی
۲۸۰	۱۶	تار تعشق	قدر تعشق
۲۸۱	۲۱ (نوٹ)	بسار	بیسار
۲۸۲	۵ (〃)	لمعات می ہے	لمعات مین ہے
〃	۷ (〃)	فوائر الفواد	فوائد الفواد
〃	۲۰ (〃)	ونیر	ومیسر
۲۸۵	۱۰ (〃)	دیوانہ ۱	دیوانہ ۲
۲۸۶	۱۸ (〃)	اتباع سواد اعظم	[اتباع سواد اعظم
〃	۲۱ (〃)	بنا پریہی	بنا پر بھی
〃	〃	سمجھتے	سمجھے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۸۴	۶	یَدُ اللہ	یَدُ اللہِ	۲۸۷	۱۸ (نوٹ)	ولا تفظر	ولا تسطر
〃	۸	ہرکہ خواند	ہرکہ خواہد	۲۸۸	۸	ہر لحظہ ترا	ہر لحظہ مرا
〃	۱۳ (نوٹ)	بہ کہ امام	یہ کہ امام	〃	۱۳ (〃)	نخوردہ اند	نخوزدہ اند

ان من الشعر لحکمة وان من البیان لسحرا







در مطبع حکیم برہم واقع گورکھپور مطبوع گردید

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

هُوَ الۡحَیُّ الۡقَيُّوۡمُ

اہمت

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ لَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَةً وَّلَا يَسۡتَقۡدِمُوۡنَ

یاد داری کہ وقت زادن تو — ہمہ خندان بدند تو گریان

آنچنان زی کہ بعد مردن تو — ہمہ گریان شوند تو خندان

مذہب اسلام افراط وتفریط سے مبرا ہی۔ اسلام کی جہان اور بہت سی ادلّہ قویّہ ہین وہان ایک یہ بھی ہی کہ اُس کے اصول بالکل سہل الحصول سہل القبول اور طاقت بشری کی برداشت سے باہر نہین لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا اسلام مین اصل الاصول ایمان ہی جسکی تعریف ہی الایمان بین الخوف والرجاء[1] دیکھیے یہان

---

[1] قال الشیخ العثمان الخوف من عدل اللہ والرجاء من فضلہ تعالیٰ جامع الخوف کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح ہو کما قال لو وزن خوف المؤمن ورجاؤہ بمیزان تربص لا عتدلا اگر رجا خوف پر غالب ہوئی یا مجرد رجا ہی امن مفقود رہیگا کما قال عز من قائل مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِيۡمِ الایہ اگر خوف رجا پر غالب رہا یا مجرد خوف ہی خوف ہا ہلاکت لازمی ہی کما قال عز من قائل اِنَّهٗ لَا يَايۡـَٔسُ مِنۡ رَّوۡحِ اللّٰهِ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡكٰفِرُوۡنَ کامل الایمان وہی ہی جسمین یہ دونون صفتین مساوی ہون۔ ہان اخیر وقت رجا پر وثوق اور مستظہر عنایت ورحمت حق رہے کما قال یحییٰ بن معاذ مستقی الخوف من بحر عدلہ ومستقی الرجاء من بحر فضلہ وقد سبق الفضل العدل جیسا کہ مشہور ہی سبقت رحمتی علی غضبی ۱۲

اس طرح افراط و تفریط کا پہلو اڑا یا گیا سمجھ دار سمجھ سکتے ہین کہ مجرد خوف یا رجا کی حالت
یا تو نہایت خطرناک سخت فتنہ انگیز اور حد سے زیادہ باعث شور و شر ہے۔ یا انسان
کو جملہ امور سے (دینی ہون یا دنیاوی) معطل محض کر دینے کے لیے کافی و وافی
مطلب ایک سے بھی نہ نکلا عالم آخرت تو دور رہا اسی عالم اسباب کے خاص الخاص
مقاصد۔ طرز تمدن۔ طریق معاشرت اخلاقی حالات عادات و اطوار ایسی ایسی کروٹین
بدلتے نظر آئین گے کہ جزیرۂ انڈمن اور اڈیسہ کے قدیم وحشی پتے پوش اور بالوی کے
بھیل بھی اپنی غیر مہذبی بہائم خصلتون مین قابل معافی مجبور معذور سمجھے جائین گے۔
دونون جہان کی لذتین توسط و اعتدال کی پابندی کرنے والون کے ساتھ وابستہ
ہین خیر الامور اوسطہا مومن وہ ہے جو صاحب ایمان ہو۔ عقائد کے ائمہ نے
اپنے اپنے تصانیف نافعہ مین مومن مسلم کے معنون مین بہت کچھ تحریر فرمایا۔ امام ابو المنصور
ماتریدی رح کی تحریر لطیف قول فیصل ہے۔ ایمان کا تعلق قلب سے ہے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ
حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ حدیث متواتر انما الاعمال بالنیات
اسی قلبی لگاؤ اسلام کی جان یعنے ایمان کی جانب ترغیب تحریص دلا کر عملیات کی
مقبولی غیر مقبولی کی شہادت دے رہی ہے۔ التصوف تصحیح الخیال گویا صفاے
باطن اور تصحیح خیالات لازم و ملزوم۔ خیالات کی درستی بغیر صفاے قلبی ناممکن قلب
کا پاک ہونا اور خیالات کا بدستور الجھا رہنا سراپا غلط محال در محال۔ یہی وجہ ہے کہ
قلب المؤمن عرش اللہ تعالی کہا گیا ہے

دل چہ باشد مطلع انوار حق	دل چہ باشد منبع اسرار حق
دل بود مرأت وجہ ذوالجلال	در دلِ صافی نماید حق تعال
پیش سالک عرش رحمن ست دل	جملہ عالم چون تن و جان ست دل
دل مقام استوائے کبریاست	دل نباشد آنکہ با کبر و ریاست

قلب الانسان بیت الرحمٰن دل صاف اور محل ایمان ہو تو پھر ایمان کا کیا پوچھنا اور عملیات کا کیا کہنا- مگر افسوس کہ ہماری طرز عمل سے ظاہر و ہویدا روشن و نمودار کہ ہم صرف زبانی ہان ہان بجا درست کہنے والون مین ہین- نہ قول کو فعل سے مطابقت نہ زبان کو دل سے لگاؤ- اب ایمان سے ہم اپنے ایمان کی کہین سُنین تو واللہ ثم باللہ کچھ بھی کہا سنا نہ جائے- خیر القرون کو جانے دین- اُسکے بعد بہت بُعد کے زمانے پر نگاہ ڈالین تو صحیح اندازہ ہوسکتا ہی کہ ہم کتنے پانی مین ہین اور ایمان نے ہمارے قول فعل زبان و دل کو کہانتک مطابق موافق کیا ہی- ایک ایک اصول کو کہانتک جانچین- سب جانے دین صرف آیۂ قرآنی مندرجۂ عنوان سے زبان و دل کا لگاؤ ایمان و قلب کا ربط قول و فعل کا حال دیکھ بھال کر جس سے ایمان کی سچی تصویر بخوبی روشن و عیان ہو جائے گی- آیندہ کے لیے ایک ایسا نتیجہ نکالین جو ہماری آنے والی دائمی پائدار اور کبھی نہ فنا ہونے والی زندگی کے لیے نافع و مفید باعث فرحت و مسرت ہو- اب دیکھنا چاہیے کہ ہم علم الیقین عین الیقین حق الیقین سب چھوڑ چھاڑ فقط یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کی شانِ بلند مدارجِ ارفع کے کس درجے پر

پہونچے - ہماری پرواز اسفل سے اعلیٰ کی جانب ہے یا ترقی معکوس و رجعت قہقری نے اُس ہولناک گھاٹی لق و دق میدان مین جا ڈالا جہان نہ اب کسی ناصح کی نصیحت کانون تک پہونچ سکتی ہے نہ کسی سچے ہمدرد خیر طلب کی ہمدردی خیر طلبی کا اثر رہنمائی و دستگیری کا بیڑا اُٹھا سکتا ہے - خواب غفلت مین ہین یا بیدار بیٹھی نیند مین ہین یا ہشیار ع کھوٹے کھرے کا پردہ کھل جائیگا چلن مین ـــــ اُس مالک و جبار رب الارباب وسیع الاختیار کا حکم محکم ہے فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ پس جب آئے گا وقت اُنکا نہ پیچھے رہین گے ایک ساعت اور نہ پہلے چلین گے اس سے ملتی جُلتی قرآن عظیم مین اور بہت سی آیتین عبرت دلانے والی موجود ہین مثلاً وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ط - كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط - نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ - وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ط وقس علی ہذا - فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ پس جب آئے گا وقت اُن کا لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً نہ پیچھے رہین گے ایک ساعت وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ اور نہ پہلے چلین گے - مطلب یہ کہ وعدے سے کم نہ زیادہ - موت کے لیے کسی خاص وقت کی ضرورت نہین - نہ کوئی میعاد معینہ بتائی گئی - یہ نہین حکم ہوا کہ آج شام تک مرجاؤ گے - نہ یہ ارشاد ہوا کہ آیندہ ماہ کی فلان تاریخ کو کوچ ہے - فرمان عظیم الشان تو یہ ہے کہ جب **وقت آئے گا ایک ساعت کا توقف نہو گا** یہ حکم محکم تازیانہ غفلت ہے ایک ایک لمحہ کی قدر یاد دلانے والا - خواب نوشین سے جگانے والا -

بیدھڑک ناصح سچا ہمدرد۔ ابھی آناً فاناً فنا ہوجائین۔ کیا اعتبار۔ آپ بلائین ہم نہ جائین
ایسی مجال یا اختیار۔ آہ جب موت ہر دم دَم کے ساتھ ہی اور دَم کی دَم مین بیدم
ہونے کا یقین غالب تو اُس نازک بیکسی اور بے بسی کے وقت کو جسے عالمِ نزع
کہتے ہین ہم کس بھروسے کس برتے پر بھولے بیٹھے ہین۔ افسوس اُس تنگ و
تاریک مکان کے لیے جو اول منزل ہی اور جسمین سب اعزا و احبا اپنے پرائے
خاک کے بچھونے پر سلا کر مٹی مین دبا کر مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا
نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝ پڑھ پڑھا کر چلے آئین گے ہم نے کیا کیا سامان فراہم
کیے کہ اس طرح بیباک ایسے نڈر اتراتے پھر رہے ہین۔ اُس دور دراز سفر
کے لیے جس سے کسی کو مفر نہین۔ ہم نے کیا زاد راہ لیا۔ پلۂ میزان کو ہمارے
کون کون سے نیک عمل بھاری کرین گے۔ صراط سے ہوا کی طرح اُڑانے کو ہماری

لہ آہ آہ اب ہوش ہین ضبط نہین تاب ہین۔ کچھ بھولا یاد آگیا اضطراب نہیں ؎ ای چرخ فلک خرابی از کینۂ تست
بیدادگری شیوۂ دیرینۂ تست ای خاک اگر سینۂ تو بشگافند بس گوہر قیمتی کہ در سینۂ تست کسی دوست صادق کی
اچانک موت۔ دائمی مفارقت کا خیال آیا دل بے قابو ہوا۔ آنکھون مین آنسو بھر آئے۔ آہ یہ نہ سمجھو کہ یہ تحریر ہی نہین نہین یہ دلی
حالت کا صاف صاف عکس اور قدرتی جذبات قلبیہ کی عکسی تصویر ہی۔ کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے بے اختیاری کی کیفیت ہی
حکرپاش پاش بے چینی بے خودی کی حالت ہی ؎ شکوہ ہی رفتگان مقامِ بعید کا ایسے گئے کہ خط بھی نہ بھیجا رسید کا
ناظرین ہمارے اس آہ آہ سے بیصبری کا الزام ہم پر نہ لگائیں کہ معاذ اللہ مالک و مملوک مین شکوہ شکایت کیسی۔ جو کچھ ہی عین بندہ پروری
بندہ نوازی کی شان ہی ہم احکام قضا و قدر میں چون و چرا کرین کیا امکان ہی۔ ؎ رضیت بما قسم اللہ لی
وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلٰی خَالِقِیْ لقد احسن اللہ فیما مضٰی کذا یحسن اللہ فی ما بقٰی مگر صاف تو یہ ہی کہ حالت اختیاری
نہین اضطراری ہی اسی سے یہ بیتابی بیقراری ہی ؎ افسوس کہ دوستان رفتند یکسان ہمہ گلعذاران رفتند
چون بوئے گل آمدند بر باد سوار درخاک چو قطرہ ہاے باران رفتند قالوا انا للہ و انا الیہ راجعون ۱۲ منہ

کون کون سی ریاضات کافی ہین۔ آہ افسوس! افسوس! یہ تہیدستی یہ بیسروسامانی اسپر ہمارا نازبیجا دعوئ ایمانی۔ غفلت کی میٹھی نیندین ہین اور چند روزہ عیش وآرام آخر کچھ حد ہی کچھ انتہا ہی ؎

تا چند اسیر نفس و شیطان باشی	افتادہ بدام فسق و عصیان باشی
ترسم کہ چو پردہ ازمیان بردارند	خوار و خجل و زار و پشیمان باشی

مرنا مرنا تو ہم کہتے ہین مگر نہ کبھی اُسکے لوازم پر نگاہ ڈالی نہ نتائج پر غور کیا۔ ابتدا سے اسوقت تک کے واقعات اگر ہم ذرا بھی چشم عبرت سے دیکھین تو آنکھین کُھل جائین غفلت کے پردے خود بخود دور ہون۔ ہمارا باطن صاف ہو اور طینت پاک۔ ہم مین سچی طلب ہو۔ اور قبولیت کا مادہ۔ اُسوقت یقین ہی کہ خدا کی رحمت ہماری دستگیری کرے۔ نور ایمانی سے ہمارا قلب منور ہو۔ اور ہم سچے پکے مومن کہے جانے کے مستحق تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ٥ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ ٥ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَلْبَابِ ٥ حضرت ابو البشر جن کا کالبدُ لطیف کہان کہان کی مٹی سے چالیس دن مین خمیر ہوا (وخمرنا طینة آدم اربعین صبلحًا) پھر بمودائے نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ وہ کالبد خاکی روح پاک کا محل بنا۔ عظمت وہ ہوئی کہ مسجود ملائک ہوئے۔ جنت رہنے کو ملی۔ دنیا آپ سے آباد ہوئی۔ عمر ہزار سال پائی بالآخر جبل ابوقبیس مین جسم خاکی ہوا۔ اور روح اعلیٰ علیین مین جاگزین حضرت نوح اُس طوفان عظیم الشان مین کہ بمقتضاے فَفَتَحْنَا اَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ وَّفَجَّرْنَا

الْاَرْضَ عُیُوْنًا۔ آسمان وزمین پانی ہی پانی تھا موت سے واسطہ نہ رکھیں مگر آخر کار جام ممات نوش فرمائیں۔ حضرت ہودؑ باد صرصر سے قوم عاد کو پست کردیں مگر اس ہادم اللذات سے خود بھی نجات نہ پائیں۔ حضرت خلیلؑ کے جسم لطیف پر آتش نمرودی کے بھڑکتے شعلے پھول کی طرح اپنی بہار دکھائیں مگر ایک سوبیس برس کی جب عمر شریف ہو اس عالم سے تشریف لیجائیں۔ حضرت ایوبؑ باہمہ صبر و عبادت اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ فرمائیں۔ پھر بھی تحی موت سے نجات نہ پائیں۔ حضرت سلیمانؑ کو اُٹھنے کی حضرت موسیٰ کو بیٹھنے کی اجازت نہو۔ تخت سلیمانی کیا ہوا۔ حضرت یوسفؑ کی رعنائی حضرت داؤدؑ کی زمزمہ سرائی کدھر گئی۔ حضرات یحییٰؑ و ذکریا یوشعؑ حزقیلؑ شعیبؑ و عزیرؑ کہاں تشریف فرما ہوئے۔ صدہا زہاد و عباد ابدال و اوتاد ہزاروں اولیاے کبار صالحین ابرار و اخیار پیدا ہوے مگر پنجۂ موت سے کسی نے نجات نہ پائی۔ خود ہمارے نبی کریم ہادی دین قویم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جن کی شان اقدس لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا ہو اِس حیات ظاہری سے محفوظ نہ رہ کر عالم بقا میں رونق افروز ہوں۔ پیشدادی و کیانی۔ بنی امیہ و ساسانی۔ خلفاے عباسیہ و اشکانی۔ ویالمہ و چنگیز خانی اور خدا جانے کون کون ناہض ملک بقا ہوئے ؎

تا کہ از دار الغرور سے ساختن دار السرور	تا کہ از دار الفرار سے ساختن دار القرار

ان واقعات گزشتہ کے علاوہ روزمرہ ہماری آنکھوں کے سامنے ایسے ایسے حادثات ہوا کرتے ہیں کہ اگر ہم ذرا بھی غور و فکر سے کام لیں چشم عبرت سے دیکھیں تو ہماری غفلت کا

پورا پورا علاج ہو سکتا ہی مگر افسوس تو یہی ہی کہ ہم مین غور کا مادہ عبرت کی آنکھین نہین زبان گویا ہی اور دل خاموش۔ ہان ہان کے سوا کبھی نہین سے واسطہ نہین رکھا۔ جب دیکھو لبّیک لبّیک زبان پر جاری لیکن جبتک عملی طریقے سے ثبوت نہ دیا جائے زبان دل کی سچی ترجمان قرار نہ پائے دلی قبولیت قلبی مقبولیت کا صحیح اندازہ ناممکن بلکہ محال ہے اے دوستان صادق وفا اے یاران موافق ایک موت کی یاد سچا پکّا دیندار بنانے کو کافی ہی قلب گداز ہوگا۔ نیکی راستبازی دیانت امانت اور آخرت کی طلب ہوگی اس زق زق بق بق سے وحشت۔ حسد کینہ عُجب ریا پندار غرور نخوت عادات ذمیمہ سے نفرت ہو گی۔ عداوت ہو گی۔ دل صاف ہوگا اور طینت پاک۔ غرض سچے مسلم کی شان ہو گی اور پکے مومن کی چمکتی جھلکتی تصویر۔ یہی باعث ہی جو حدیث مین آیا ہی۔ حضور اقدس روحی فداہ نے فرمایا ہی کہ "وہ جو دن مین بیس دفعہ موت کو یاد کرے اُسکی موت گویا شہید کی موت ہی"۔ زیارت مقابر کا ایک یہ بھی مقصد ہی کہ دوسرون کی موت سے اپنی موت یاد آئے یہ ما و من خودی و انانیّت کی پکار۔ سچ پوچھو۔ سوچو۔ سمجھو تو یہ سب اسی دنیاوی غفلت بیجا محبت کے باعث ہی۔ آہ یہ دنیا ایک طلسمی جال ہی جو پھنسا اُسکی رہائی محال ہی۔ اے یاران طریقت وفا اے ارباب بصیرت کیا سُنا نہین حبّ الدنیا راس کل خطیئۃ موت کی یاد ہمارے جملہ امراض روحانی کا علاج ہی۔ کفیٰ بالموت واعظا اے یارانِ سفری دنیا کی بے ثباتی ایک امر بدیہی ہی۔ جسمین گنجایش چون و چرا نہین۔ یہ عالم عالمِ اجسام ہی جسکو موجودات مادیّہ

بھرے ہوئے ہین اور جبلی ہر سہ اجناس (جمادات نباتات حیوانات) بہت صاف صاف کھلے ہوئے الفاظ مین پکار پکار کر کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ پر شہادت دے رہی ہین خوب یاد رکھو کہ عالم ارواح علیین وسجین کا سامنا ہے۔ عالم مثال کی حد ختم ہوئی۔ مقام علیین علویات کا ذخیرہ قربت وصلت کا خزانہ ابرار کا مقام۔ روحیون کا ٹھکانا كما قال الله تعالى كَلَّآ إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ۝ وَمَآ أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ۝ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ۔ اسفل السافلین سجین سفلیات سے متعلق دوری ومہجوری كما قال الله تبارك وتعالى كَلَّآ إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سِجِّينٍ ۝ وَمَآ أَدْرَاكَ مَا سِجِّينٌ ۝ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ۝ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝ معقولی تو ایک مسئلہ جعل مرکب وبسیط ہی مین چکرا گئے۔ اپنے عقلی گھوڑے کہان کہان نہ دوڑائے ٹھوکرین کھائین مُنھ کے بل زمین پر آئے۔ ہان ہان نہین نہین کرنیوالون کی موت کے زہریلے اثر نے سب چوکڑیان بھلادین كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ؎

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید	زجام مرگ مئے کل من علیہا فان

یہ عالم عالم آخری ہے۔ دنیا فانی دنیا کی ہر شی فانی۔ ہر سمت سے فنا فنا کی صدائین آرہی ہین۔ ایک دن آنے والا ہے کہ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ کا جواب بجز ذات پروردگار عالم۔ عالم وعالمیان سے نہ دیا جائے گا۔ نہ کانون مین قوت سامعہ ہوگی نہ آنکھون مین قوت باصرہ۔ نہ قوت گویائی ہوگی نہ حس وحرکت۔ غرض یہ کچھ بھی نہو گا اور رہو گا تو وہی

واحد فرد وصمد وجود مطلق باری تعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ۔ شان قہاری کا ظہور ہوگا
اور لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ہ کی عبرت ناک صدا۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت۔
فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ ہ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَلْبَابِ ہ

تنبیہ مضرت صحبت بد

این جہان خود حبس جانہائے شماست	ہین دوید آن سوکہ صحرائے شماست
تو مکانے اصل تو در لامکان	این دکان بربند وبکشا آن دُکان

دنیا والو! دنیاوی تعلق دنیا تک محدود نہین۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ یہ تو عملیات کے متعلق ہے اور عملیات پر اثر بڑا قوی اثر ہے صحبت اور اُنسیت یاران جلسہ انیس دلی اور رفیق قلبی کا۔ اب بات یہ نکلی کہ اس عالم مین روحون کا رُجحان ہماری اُس آنیوالی دائمی پایدار اور کبھی نہ فنا ہونے والی زندگی کے ساتھ ایک ایسی نسبت قویہ کا یادگار ہے جس سے ہم اس عالم وعالمیان کے تعلق کے باعث آیندہ کے لیے ایک نتیجہ اُنسیت واجنبیت نکال سکتے ہین۔ ایک مثل ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔ کیا باعتبار دینی کیا باعتبار دنیاوی اثر صحبت بلا اپنا رنگ جمائے باز نہین رہ سکتا۔ اور جب ایک رنگی ہوئی تو یہان وہان سب یکسان۔ دنیا ہو یا آخرت سب مساوی المرء مع من احب ۔ الرجل علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل مانا کہ اس عالم کے ہر ہر گوشے سے کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ کی صدائین آرہی ہین۔ مسلم کہ

روح وجسم مین یگانگت تعلق قریبہ اور پھر تفرقہ پردازی وحشت ونفرت واجبات سے ہی۔ محسوسہ وغیر محسوسہ اشارات غیر اشارات مین بُعد المشرقین والمغربین۔ صاف صاف آیۂ کریمہ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۙ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ؕ سے آشکار وہویدا۔ روح بنفسہ جوہر قائم ہی نہ متصل نہ منفصل تصرفات وتدبیرات کا دَور جاری۔ روح مین تغیر وتبدل کو کیا دخل۔ روح حقیقت جنسیہ ہی نہ ماہیت نوعیہ[ك]۔ عالم ارواح الطف والنظف[ك]۔ اِس عالم اُس عالم سے نسبت کیا۔ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔ سب جانے دیجیے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳) بالا بالکو لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی۔ ؎ تراچنانکہ توئی دیدۂ کجا بیند ✤ بقدر بینشِ خود ہر کسے کند ادراک ✤ اجساد نا اروا حنا مین فنا کی طرف اشارہ ہی۔ قاعدہ مقررہ صوفیۂ کرام علیہم الرضوان ہی کہ جملہ صفات منفی کی فانی مین سرایت کر جاتی ہین یعنی متصف بصفات منفی ہو جاتا ہی۔ صاحب رسالہ التحفۃ المرسلۃ الی النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہین ان القرب قربان قرب النوافل وقرب الفرائض اما قرب النوافل فهو زوال صفاته البشرية وظهور صفاته تعالى عليه بان يحيى ويميت باذنه تعالى ويسمع ويبصر من جميع جسده لا من الاذن والعين وكذا يسمع المسموعات من بعيد ويبصر المبصرات من بعيد وعلى هذا القياس وهذا المعنى فناء الصفات فى صفات الله تعالى وهو ثمرة النوافل۔ واما قرب الفرائض فهو فناء العبد بالكلية عن شعور جميع الموجودات حتى عن نفسه بحيث لم يبق فى نظره الا وجود الحق سبحانه تعالى وهذا المعنى فناء العبد فى الله تعالى وهو ثمرة الفرائض پوشیدہ نماند کہ در قرب نوافل عبد فاعل ست وحق آلۂ فعل ودر مرتبہ قرب فرائض حق فاعل ست وعبد آلۂ فعل۔ قرب نوافل مین عبد ظاہر ہی حق تعالیٰ باطن عبد۔ اور قرب فرائض مین حق ظاہر عبد اور عبد باطن۔ اسکی موید ہی حدیث قدسی الانسان سری وانا سرہ۔ یہ کہنے کی باتین کہنے مین نہ آئین گی صرف شبہہ مٹایا ہی کہ ایک جگہ کہا گیا جسم کا روح ہونا کمال انسانی ہی اور یہان یہ کہا کہ اشارات جسم غیر اشارات روح مین بُعد المشرقین ہی۔ بظاہر تناقض معلوم ہوتا ہی حالانکہ اپنے اپنے محل پر دونون صحیح ہین پھر بھی دفع دخل تشریح سے کر دیا گیا کہ غلبۂ حالت سے واسطہ نہ ہے ؎ دل گفت مرا علم لدنی ہوس ست ✤ تعلیمے کن اگر ترا دست رس ست ✤ گفتم کہ الف گفت دگر گفتم ہیچ ✤ در خانہ اگر کس ست یک حرف بس ست ۱۲ منہ

[ك] دفتر دوم مثنوی مولانائے روم مین ہی ع جنس را بین نوع گشتہ در روش ✤ مولانا بحر العلوم کا ارشاد (بقیہ صفحہ ۱۵)

اسی قفس عنصری مین طائر روح کا کیا حال ہی۔ تڑپ بے چینی بے کلی آہ وزاری گریہ وبیقراری۔ آخر یہ کیا وبال ہی۔ ہان نشیمن اصلی بھولتا نہین اتحاد جنسی نکلتا نہین ؎

محبت ست کہ دل را امید ہا آرام ۔۔۔ وگرنہ کیست کہ آسودگی نمیخواہد

جب روح کا یہ حال تو تعلقات روحی کا کیا پوچھنا ؎

رخنہ ہاے بعد وہجر تو در دل ساختہ ۔۔۔ عشق چون زنبور در ہر خانہ منزل ساختہ

مضمون بے ثباتی دنیا کا ہی مگر نتیجہ کیا نکلتا ہی۔ خواب غفلت سے چونکنا۔ بے ثباتی دنیا کا اقرار اور ترک غفلت پر اصرار۔ سمجھ سے دور عقل سے دشوار بہت دشوار اور یہ صحبتِ بد اسی غفلت کا جزو اعظم۔ صحبت بد سے گریز نہین تو غفلت جائیگی نہین۔ غفلت نہ گئی تو کام دینی درست ہونے سے رہے۔ کام دینی درست نہ ہوئے تو امانت دیانت راستبازی نیکی دینداری کچھ بھی نہین۔ غرض انسان انسان ہی نہین۔ الامان۔ الحفیظ۔ الحذر۔

دوستو! پیدا ہوے تو مروگے ضرور اور مرے پر محاسبہ یقینی۔ پھر یہ غفلت

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴) جنس کل ست کہ مطلق ست و نوع جزو ست کہ مقید ست۔ کل تقریر کا ماحصل۔ جنس متعین ہشود در نوع وجنس کل نوع است بمعنی مطلق۔ ہان تو مقصد یہ ہی کہ ماہیت نوعیہ بمقابلہ حقائق مختلفہ صحیح ہی۔ نہ بمقابلہ جزو کل و مقید و مطلق روح انسانی لطیفہ الہیہ جامعہ ہی کہ یہ لطیفہ مطلق ہی اور روح حیوانی متعین و متصور۔ پس جو کچھ تفرقہ وامتیاز ہی وہ انھین تعینات مین ہی مطلق اپنے وحدت پر بدستور ہی۔ اب اس مطلق کو جو چاہو کہو خواہ نوع خواہ تشخص مطلق۔ نوع جزو جنس ہی جنس کلی اور نوع جزئی یعنے حقیقت کلی اور حقیقت جزئی معروف ومشہور ہی تو نتیجہ یہ نکلا کہ روح حقیقت واحد ہی (روح انسانی حقیقت کلیہ است ومطلق ست و روح حیوانی حقایق جزیہ اند واشخاص اند) ۱۲

۵۲ جمع نظیف بفتح اول وکسر ظاء معجمہ بمعنی پاک وطاہر ۱۲

یہ بے پروائی۔ یہ خواب نوشین یہ خودنمائی۔ اب بھی چونکو۔ بیدار ہو۔ ابھی وقت ہاتھ سے نہین گیا۔ نادم ہوا ور پشیمان۔ صاف دل ہوا ور سچا ایمان سے

	وقت آمد کز جہان بیکسی		پاے کوبان سوی بام ورسی

انّا للہ ثم انا للہ سے

صورت از بے صورتی آمد برون

باز شد کانا الیہ راجعون

تمام شد



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ



وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَہٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ٥

باز آ باز آ ہر انچہ ہستی باز آ	گر کافر و گبر و بُت پرستی باز آ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست	صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اس سے کون منکر ہو سکتا ہو کہ انسان ضعیف البُنیان کو جو کچھ فضل و بزرگی حاصل ہو یہ سب اسی عقل کی بدولت اسی عقل کے باعث ورنہ خلقۃً یہ نہایت ہی ضعیف بہت ہی کمزور خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ٥ اسکی سچی صفت صحیح تعریف ہو۔ اُس منعم حقیقی نے اپنی بے انتہا فیاضی سے اِس خاکی پُتلے فانی انسان کو عقل ہی ایک ایسا جوہر لطیف عطا فرمایا جو اربعہ عناصر کی جان۔ خداشناسی کا زینہ۔ تہذیب اخلاق کا ذریعہ اور امور معاش و معادین اسکا معین و مددگار ہو۔ اِسی نے بنی آدم کو اکرمیت کا خطاب دیا۔ فرمانروائی کا تاج بخشا۔ بزرگی کا سارٹیفکٹ۔ حکمرانی کا ڈپلومہ عطا کیا۔ یہ اسی کی شعبدہ بازی ہو کہ خشکی مین جہاز چلائے پانی مین آگ لگائے یہ اِسیکا

ادنی کرشمہ ہی کہ آپ ایک پیسے کے کارڈ مین اپنے دوردراز عزیز کی خبر منگا لین۔ اور جلدی چاہین تار مین باتین کرلین۔ نیت صوم کلکتہ مین ہو اور افطار دہلی مین۔ اسکی سحر سازیون کے آگے سحر بنگالہ گرد برد سحر سامری سرد ہی۔ فن ساحری مین بھی یہ یکتاے زمانہ بیمثل و فرد ہی۔ اسکی سحر سازیون کی حد و غایت کہان۔ اسکی کرشمہ بازیون کی نہایت کہان۔ اسپر حضرت انسان کو جسقدر ناز ہو وہ کم جتنا فخر کرین وہ بجا ہی۔ عقل نعمت[1] الٰہی عطیہ خداوندی ہی۔ انسان و حیوان مین ما بہ الامتیاز یہی عقل ہی۔ اسی عقل ہیولانی[2] کے باعث انسان بہائم سے ممتاز ہی۔ انسان ہی کو وہ قوت عقل دیگئی کہ جس سے ضروریات ممکنات اور محالات کی تمیز کرسکتا[3] حقیقت اشیا کی مجملاً معلوم کرتا مصالح اور مفاسد کو جانتا[4] تحصیل علوم کرتا سب سوچتا سمجھتا[5] ہی۔ مطبوع اور مسموع کا مجموعہ عقل کامل[6] انسان ہی کے لیے ہی۔ حیوانات اس سے مبرا و بری۔ غرض اسی عقل سے انسان انسان ہی اور حیوان حیوان۔ اس قوت عقلی کو

ف۱ قواے عقلیہ چار ہین۔ (۱) ہیولانی۔ (۲) عقل بالملکہ۔ (۳) عقل مستفاد۔ (۴) عقل فعال ۱۲ منہ

ف۲ یہ قوت لڑکے مین بھی موجود ہی اور یہی قوت باعث استعداد علوم نظری اور صناعات فکری کی ہی ۱۲ منہ

ف۳ یہ عقل بالملکہ ہی یہ قوت لڑکون کو سن تمیز مین حاصل ہوجاتی ہی اس قوت سے دریافت ہوتا ہی کہ دو ایک سے زاید اور کل جزو سے اعظم ہی و نیز یہ کہ کوئی فعل بلا فاعل واقع نہین ہوتا ۱۲ منہ

ف۴ یہ عقل مستفاد ہی جس مین یہ قوت ہو اُسے غبی کہتے ہین اور جسمین ہو اُسے عاقل ۱۲ منہ

ف۵ یہ عقل فعال ہی ۱۲ منہ

ف۶ جس شخص مین یہ چارون اقسام ہون اُسکی عقل عقل کامل ہی۔ قسم اول و دوم جبلی مطبوع ہی اور سوم و چہارم مسموع بلا مطبوع مسموع نافع نہین۔ علاوہ قسم دوم بقیہ قابل زیادت و نقصانات ہین ۱۲ منہ

علیحدہ کیجیے تو بقیہ قوتوں مین حیوان انسان سے کم نہین بلکہ اُسکی قوتین کچھ بڑھی ہی چڑھی نکلین گی - پس اسی عقل سے ہم حاکم ہین وہ محکوم - ہم اُسپر متصرف و فرمان روا وہ ہمارا مطیع و فرمان بردار - یہی ایک عقل سرمایۂ فخر و ناز باعث افتخار ہے - قدم قدم پر عقل سے کام لیا خوب کام کیا - عاقل و فرزانہ مشہور ہوئے اچھا نام کیا - یہ سب ہوا اور ہوتا جائے گا - کرتے ہین اور کرتے رہین گے غرض آئے اور چلے جائین گے مگر نہو گا کبھی نہو گا ہرگز ہرگز نہو گا کہ اُس منعم حقیقی قادر و قوی کی اس عطا کی ہوئی نعمت مرحمت شدہ انعام یعنے عقل سے وہ کام وہ حقیقی کام لین وہ اصل منشا پورا کرین جسکے ہونے و کرنے کے لیے یہ دی گئی - عطا ہوئی - مرحمت ہوئی - خالق و مخلوق مالک و مملوک مین جو قوی رشتہ گہرا تعلق ہے اُس کے قائم و مضبوط رکھنے سوچنے سمجھنے کے لیے ہماری بلند پرواز عقل نے گاہے ماہے بھی اپنی بلند پروازی نہ دکھائی - ایسا اور ویسا چنین اور چنان اگر اور مگر یہ بات بات مین زبان پر جاری یہ اچھا ہے وہ بُرا یہ میٹھا ہے وہ کڑوا - یہ مفید ہے وہ مضر - یہ ہمارا روزمرہ کا مشغلہ ہر وقت ہر ساعت کی جانچ پڑتال - دم بدم کی دیکھ بھال ہے - اُٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے مین مجال کیا کہ عقلی لگاؤ باریک بینی سے کام نہ لین - ہان بیشک عقل ہماری رہنمائی کو دی گئی پھر معطل محض چھوڑ دینا دیوانگی گمراہی تھی - مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ جو اہم مقصد عظیم منشائے عقلی تھا خاص الخاص وجہ اس عطیۂ الٰہی کی تھی - اُس سے کس حد تک واسطہ کہان تک لگاؤ رہا - اصل و کل کے مراتب طے ہونے پر فرع و جزو کی طرف میلان ہے یا برعکس

پوری کو چھوڑ آدھی کی طرف جھکے۔ مقدم سے قدم اٹھایا موخر مین جا جمے۔ مقصود یہ کہ جس غرض خاص۔ مقصد حقیقی کے لیے یہ اتنی لمبی چوڑی عقل جو زمین و آسمان کے قلابے ملائے۔ فرش سے عرش تک پاؤن پھیلائے۔ عطا ہوئی عنایت ہوئی اس سے وہ غرض وہ مطلب کس درجہ تک رہا۔ کہان تک پورا ہوا۔ ہم مقنن ہوئے مدبر ہوئے سطح زمین کی وسعت ناپتے ناپتے آسمان تک کی پیمایش کر ڈالی۔ فلسفہ۔ ریاضی ہیئت مین ہیکن۔ بطلیموس۱۔ فیثاغورس۲ کے کان کتر ڈالے۔ ایک تصور مین سیکڑون تصدیقین ہوئین اور ایک فرضی دعوے سے ہزارون شکلین بنائین دکھائین نہین پر آئے تو خود بھی نہین نہین رہے۔ اثبات کی سوجھی تو خدا واحد و یکتا لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ کو دیکھنے بھالنے اور مثل دیگر محسوسات مرئیہ و مشہودات بدیہیہ کے چھونے ٹٹولنے کی ہوس ہوئی تمنا ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ عقل انسانی سے دو کام لیے گئے۔ ایک تو دنیاوی بیہودہ جاہ و حشمت۔ غیر ضروری عیش و آرام کی تدبیرات مین صرف ہوئی۔ دوسرے پیمایش زمین و آسمان چنین و چنان کے مباحث لاطائل کے کام مین آئی۔ افراط و تفریط کا نتیجہ بجز حیرانی و پشیمانی اور ہونا ہی کیا ہی۔ نہ یہ عقل صائب نہ وہ عقل سلیم۔ نہ یہ قبول نہ وہ تسلیم۔ پہلے عقل سے وہ کام لو جو اسکا اصل مقصد ہی۔ دوسرے عقل کو اسکی حد سے

۱؎ بفتح باء و فتح لام و تقدیم یاے تحتانی بر میم نام حکیم یونانی صاحب کتاب مجسطی و تقدیم میم نیز گفتہ اند مجسطی بکسر میم و فتح جیم و سکون سین مہملہ و کسر طاء مہملہ نام کتابے ست در علم ریاضی مشتمل بر دلائل و اصول اشکال علم ہندسہ موجد آن بطلیموس ست ۱۲

۲؎ نام حکیمے ست این معرب پیتاگورس ست کہ بفتح کاف فارسی و واو معدولہ باشد ۱۲ منہ

آگے نہ بڑھاؤ۔ یہ ایک دستور العمل ہے۔ سوچو۔ سمجھو۔ غور کرو۔ یاد رکھوگے تو یاد کروگے سنو مگر کرنے کے لیے۔ یاد رکھو مگر نہ بھولنے کے لیے۔ عقل نہین دیگئی مگر اسلیے کہ مخلوق سے خالق۔ مملوک سے مالک۔ مجبور سے قوی کی پہچان ہو۔ فانی کو باقی سے واسطہ۔ توفیق ہو تو عرفان ہو ایقان ہو۔ ورنہ کم از کم دینداری راستبازی کی شان ہو۔ اور نجات کی امید قوی وبس ے

قوی شدیم چہ شد ناتوان شدیم چہ شد	چنین شدیم چہ شد یا چنان شدیم چہ شد
بلند و پست جہان را چو اعتبارے نیست	زمین شدیم چہ شد آسمان شدیم چہ شد

مادہ پرست روح و روحانی ترقی کے منکر مذہب سے آزاد مطلق زبانی جتنا چاہین نہین نہین کا غل مچائین۔ مشاہدہ مین آیا ہے کہ جب وقت آخر آیا یا کسی مصائب نے آدبایا بے اختیار چلا اُٹھے اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَحۡدَہٗ وَکَفَرۡنَا بِمَا کُنَّا بِہٖ مُشۡرِکِیۡنَ ۝ اس مرض مہلک کے اسباب انانیت کبر خودداری خودپسندی اور اُسکے ضمیمے ہین اور بہت سے ذمائم ہین۔ اسکا علاج قوت فطری[۱] (Energy) کا قوت ارادی (power) سے مغلوب ہونا اور روح کا نفس پر غالب آنا ہے جبتک عرفانی حالت نہ پیدا ہوگی دل کی آنکھین نہ کھلین گی۔ اور ابدالآباد تک اسی حرمان نصیبی کشمکشی اور عذاب الیم کا سامنا رہے گا۔ انسان نام ہے جسم اور روح کے مجموعہ کا

[۱] یہان قوت فطری سے مراد میلان طبعی انسان ہے جو ضعف خلقت اور غلبۂ اماریت کے باعث وہی پہلو اختیار کرتا ہے جسمین کچھ بھی رکاوٹ نہو اور یہی انرجی کی صحیح تعریف ہے ۱۲

تم اپنے کو سراپا جسم ہی جسم سمجھتے ہو۔ اسی سے اسی کی کہتے اسی کی سنتے ہو۔ گویا تمھاری روح بھی جسم ہے اور کمال انسانی یہ ہے کہ جسم بھی روح ہو جائے۔ جو چیز تمھاری سمجھ مین نہ آئے یا تمھاری عقل جزئی اُسکا احاطہ نہ کرسکے اس سے یہ کہان لازم آیا کہ اُس شی کا وجود ہی نہین ؎

بسرّ قصۂ سیمرغ و قصۂ ہدہد کسے رسد کہ شناسائے منطق الطیرست

غیب کی باتین غیب ہی کی شان مین ظاہر ہونگی۔ باطن کے لیے باطنی آنکھ کی ضرورت ہے۔ تمھاری قلبی کشاکش نے انکار کا پہلو اختیار کیا۔ جبتک یک سوئی نہوگی رہائی محال ہے کہ عالم اجسام کا ایسا ہی حال ہے۔ سنو اور غور سے سنو۔ قلب کا نام قلب کیون ہوا۔ اُلٹتا پلٹتا رہتا ہے۔ اعضا جوارح اسکے تابع ہین۔ یہ حاکم ہے اور سب محکوم۔ یہ مالک سب مملوک یہ بادشاہ اور سب رعایا۔ الناس علے دین ملوکھم جس رنگ مین یہ ہوا سب ہوگئے۔ جدھر یہ گیا سب گئے۔ اسکا یہ حال کہ نفس و روح کی کشاکشی۔ اُلٹ پھیر مین ہے جسکی کشش غالب یہ اُسی کا مغلوب نفس نے غلبہ کیا بہیمی حرکتین سرزد ہوئین۔ روح نے کھینچا ملکوتی خواص آئے۔ انسان کی سرشت مین بدی کا مادہ غالب ہے۔ اور نفسی رجحان خود بخود خواص جسمانی ہے۔ اس کشمکشی سے رہائی بلا تصفیۂ باطن۔ تزکیہ نفس اگر ناممکن نہین تو دشوار ضرور ہے۔ تصوف۔ روح۔ عالم روح کا منکر انسان حیوان صفت ہے روحانی ترقی والے ہی انسان معنوی یا انسان کامل کہلاتے ہین۔ اور یہ کمال اجسام

ونفوس انسانی روح ودل سے خارج ہوجاتا ہی۔ جبتک قلب کو یکسوئی روح کو غلبہ نفس کو مغلوبی اور نفسانی لذات سے کنارہ نہو۔ انوار تجلیات سے واسطہ نہو۔ ذات حقیقی معنے ہی اور صفات ظاہر ظہور۔ معنے کے لیے آنکھین بھی معنوی چاہیین حال (Spirit) کی باتین قال (Words) مین نہین آسکتین ہے

ہست این اسرار ازجائے دگر		سر این راکے شناسد کور وکر	

جسم فانی روح باقی ہی۔ عالم اجسام کو فنا عالم ارواح کو قیام ہی۔ یہ کیون اس لیے کہ اشیاے محسوسہ (مثلاً جسم) مین تغیر لازمی ہی۔ کیا دیکھتے نہین ہو۔ کہان تھے کہان رہے۔ کیا کیا کہلائے۔ کتم عدم سے وجود مین آئے۔ گود ون مین رہے۔ گھٹنون کے بل چلے۔ کھڑے ہوئے اور گرے۔ بالآخر نشو ونما پائی۔ سیدھے ہوئے۔ پھر جھک گئے۔ اور آخر مین چل دیئے۔ اِنّا للہ ثم انّا للہ ہے

صورت از بے صورتی آمد برون		باز شد انا الیہ راجعون	

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ ہ جو شئی متغیر ہی وہ یقینی فانی اور نابود۔ نابود بود۔ بود نابود نہو۔ یہی نابود عالم اجسام بود عالم ارواح ہی غیر محسوس کو تغیرات سے واسطہ کیا۔ جہان تغیر نہو وہان فنا کی گرم بازاری کہان۔

یہ قیل وقال بدمذاقی کی چال ہی۔ جان کا وبال جی کا جنجال ہی۔ اے یاران طریقت آؤ خیال یار سے جی بہلائین کہ ذوق وشوق ہی محبت کی دلیل ہی۔ باقی بیکار قال وقیل ہی ہے

اے[1] خیالِ یار کیا کہنا ترا ۔۔۔ تو نے سب جھگڑون سے یکسو کر دیا
تو جو آئے کب دوئی باقی رہے ۔۔۔ تو اکیلا ہی اکیلا ہی رہے
تو جسے دل مین کرے سب کو بدر ۔۔۔ ایک دل ہی ایک ہی کا ہو گزر
تو ہی یکتا تیری یکتائی ہی طاق ۔۔۔ تجھ مین کب ہو اتحاد و افتراق
رنگ بیرنگی مین نیرنگی کہان ۔۔۔ دور تجھ سے ما و تو سود و زیان
تیرے آنے سے چلے جاتے ہین سب ۔۔۔ رنج و غم آہ و بکا شور و شغب
دل مین آکر جب جگہ لیتا ہی تو ۔۔۔ بغض و کینہ جڑ سے کھو دیتا ہی تو
خودپسندی خودنمائی سے الگ ۔۔۔ اور ہر فعل ریائی سے الگ
پاس کب آتے ہین تیرے مکر و زور ۔۔۔ کیا حسد کا منھ جو ہو تیرے حضور
آدمی کو آدمیت تو سکھائے ۔۔۔ یعنے اپنی یاد مین سب کو بھلائے
جب شغف تجھ سے ہوا اور انہماک ۔۔۔ تو ہی تو اک رہگیا قصہ ہی پاک
سب سے کھویا اور اپنا کر لیا ۔۔۔ مرحبا اے پیک جانان مرحبا
مرحبا اے قاصدِ طیارِ ما ۔۔۔ می دہی ہر دم خبر از یارِ ما
تجھ سے اک پردہ نشین کا سن کے حال ۔۔۔ ہو گئے نادیدہ مشتاقِ جمال

[1] حضرات معاف فرمائین۔ مضمون نگاری پر نہ جائین۔ خیال یار نے مضمون کا رنگ بدلا جو دل مین ہو زبان پر بھی آئے کہ زبان دل کی ترجمان ہی اور قلم زبان کا میر منشی۔ ذرا یہ نظم برجستہ بھی گو ناتمام سہی تمام ہو جانے دیجیے۔ پھر وہی آپ اور وہی ہم۔ وہی مضمون وہی مضمون نگار۔ وہی بادہ وہی میخوار ؎
بعد ازین ما و ساقی و لب جو ۔۔۔ بعد ازین ما و یار و بوس و کنار
بعد ازین ما و نغمہ و مطرب ۔۔۔ بعد ازین ما و خانۂ خمار۔ ۱۲ منہ

کرکے چرچا حُسنِ عالم سوز کا	تو نے سودائی بنا۔ رسوا کیا
عاشقی وعشق کے کوچے مین ڈال	خوب ہی تو نے کیا ہی پائمال
اب ہین ہم اور بےخودی کی لذتین	دل کی اُلجھن سے نرالی حالتین
ہی کبھی صحرا نوردی اپنا کام	اور کبھی ہی دشت پیمائی مین نام
گوشۂ عزلت سے رغبت ہی کبھی	اور اس رغبت سے نفرت ہی کبھی
بیقراری دل کی ہی سیماب وار	ایسے سیمابون کو کب آئے قرار

ناتمام

زمین شدیم چہ شد آسمان شدیم چہ شد۔ اُس قادر وقوی کا تو یہ لطف واحسان کہ اُس نے اپنی بخشش کے خزانے رحمت کے ذخیرے سے ایک ایسی نعمت ایسی قوت (یعنی عقل) عطا فرمائی کہ جسکی دستگیری ورہنمائی سے ہم اُسکے بعید دبعید فضل وکرم جود وسخا کا اندازہ کرکے اُسکی نوازشون بندہ نوازیون کا شکریہ عملی طریقے سے ادا کرین۔ ممنون ہون۔ احسانمند ہون۔ ادھر ہماری یہ شامت یہ کیفیت کہ سراپا دنیائے دنی مین غرق۔ چنین وچنان مین مستغرق۔ نہ اُسکی نعمت[لہ] کی قدر۔ نہ احسانات کا شکر۔ وہی ہم ہین اور ہماری بیجا حرکتین۔ وہی وہ ہی اور اُسکی رحمتین۔ ہم سے فسق وعصیان۔ اُس سے لطف واحسان۔ ہم سے جور وجفا اُس سے مہر ووفا۔ ہم سے فتنہ وفساد آفت وبلا۔ اُس سے کرم پر کرم عطا پر عطا۔ ہمارا یہ نقشہ

لہ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا اور اگر گنو احسان اللہ کے نہ پورے کر سکو ۱۲ منہ

یہ حالت اُسکی وہ شفقت وہ محبت - کاش اب بھی سمجھین ہوش مین آئین - توبہ واستغفار سے کام لین - خیریت ہو کہ باب توبہ[لہ] ہنوز وا ہو - ابھی کچھ نہین گیا کچھ نہین ہوا ہو سورج مشرق سے نکلتا ہو غنیمت ہو - ورنہ برعکس مطلع صاف - آفت پر آفت ہو عفو کا وعدہ ہو اور توبہ کی تاکید اکید - قال اللّٰہ تبارک وتعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید - وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَہٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ہ اور جو بُرا کام یا ظلم کرے اپنی جان پر پھر اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ کو بخشش والا مہربان پائیگا - اور بھی بہت جگہ توبہ واستغفار کا حکم ہو - اسکے ساتھ ہی اپنی بندہ پروریان بندہ نوازیان اور رحمت کی شانین دکھائین ظاہر فرمائین - جیسا کہ ارشاد ہوتا - وہ خود فرماتا ہو - فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِکُمْ ط وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَہُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِہِمْ صلے وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ قف وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَہُمْ یَعْلَمُوْنَ ہ اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُہُمْ مَّغْفِرَۃٌ مِّنْ رَّبِّہِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا ط وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ہ وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَہُمْ وَہُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ہ ثُمَّ اِنَّ رَبَّکَ لِلَّذِیْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَہَالَۃٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّکَ مِنْ بَعْدِہَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ہ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا ط وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ہ توبہ کیا ہو دلی ندامت قلبی پشیمانی - اقبال

[لہ] لا تغلق باب التوبۃ حتی تطلع الشمس من مغربہا جب تک مغرب سے سورج نہ نکلے توبہ کا دروازہ بند نہین ۱۲ منہ

اعمال حمیدہ۔ اعراض افعال ناپسندیدہ بشری و اخلاق عنصری کی کدورتون سے علیحدگی۔ دوری ہو صفات مذمومہ[1] سے اور قربت ہو اوصاف محمودہ[2] سے۔ توبہ مستحکم و مضبوط ہو اور نیت خالصاً للہ[3] دل ترسان ہو اور چشم گریان۔ معصیت ظاہری و باطنی کے ترک کا خیال ہو۔ قلب منیب[4] ہو اور توبہ انابت[5] و اوابت۔ پھر کیا ہے نہ دوری ہو نہ مہجوری وہی قربت وہی وصلت التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ[6] عنوان کی رباعی کا مصرع آخر ہے۔ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ۔ یہ صحیح کہ اُس تواب الرحیم کی ذات سے ناامیدی کفر سو بار کیا ہزار بار بھی کم بہت کم ہے۔ یہ رحیمی و کریمی کی شانین ہین۔ اِنکا کیا ٹھکانا یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ یا جیسا فرمایا وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ط وَلَا تَايْـَٔسُوا مِن رَّوْحِ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ لَا يَايْـَٔسُ مِن رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ۝ قال وَمَن يَقْنَطُ مِن رَّحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ۝ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ط إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ط إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ مگر منشا توبہ ہے کہ یہ کردن و شکستن توبۂ نصوحا کی شان سے دور ہے بعید ہے یہ شان رحمت کہ طلبی ہے بکار ہے

---

[1] یعنے حسد نفاق۔ بخل۔ کذب۔ حرص طمع غضب۔ تلبیس۔ بہتان ریا و غیبت وغیرہ وغیرہ ۱۲ منہ

[2] تکبر غضب۔ شہوت۔ حقد۔ حسد۔ عجب بر اعمال حسنہ ریا خود بینی بخل انانیت وغیرہ وغیرہ ۱۲ منہ

[3] صبر شکر توکل قناعت زہد ریاضت رضا بر قضا حلم علم جود رحم تواضع وغیرہ ۱۲ منہ

[4] جملہ تعلقات سے یکسو متوجہ بحق یہ قلب منیب ہے ۱۲

[5] توبہ کردن و دعا خواستن ۱۲ منہ

[6] گناہ سے توبہ کی۔ گویا گناہ ہی نہ کیا ۱۲ منہ

ورنہ اس جنس ناکارہ کا اور کون خریدار ہے۔ یہ ٹوٹا پھوٹا دل اور اُسکی طلبگاری یہ شان رحیمی و کریمی ستاری و غفاری۔ ہم سے غافل سیہ کارون بدستون بداعمالون پر یہ اُسکا لطف عمیم فضل عظیم ہے۔ اور کیون نہو کہ وہ غافر الذنوب قابل التوب رؤف و رحیم غفور و حلیم ہے ؎

صدقے اِس بندہ نوازی کے کہا تائب جائین	باپ مان ہوتے ہین کب ایسے شفیق و اشفق

ہان بیشک اب یہی لازمۂ انسانیت مقتضاے عبدیت کہ اُس رب الارباب خداے پاک کی جناب مین نہایت ادب و انکساری بید عاجزی و خاکساری کے ساتھ اپنی صدپارہ و شکستہ توبہ سے توبہ کرین۔ دربغل توبہ و در دل گاؤخر سے واسطہ نہو۔ کام نہو۔ خلجانی حالت کشمکشی سے رہائی ہو کچھ رنج نہو آلام نہو اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ اب تک ہماری توبہ عجیب توبہ تھی سچ تو یہ ہے کہ جو کچھ تھی کچھ بھی نہ تھی۔ تھی یا نہ تھی اُس سے بھی توبہ ہزار توبہ ؎

در دل اثر گناہ برلب توبہ	درصحت خوشدلی و در تب توبہ
ہر روز شکستن ست ہر شب توبہ	زین توبۂ نادرست یارب توبہ

سچی اصلی حقیقی واقعی توبہ وہی توبہ ہے جسمین خلوص نیت سے امور نامرضیات ماسبق پر سچی پشیمانی۔ گزشتہ افعال قبیحہ پر حقیقی ندامت ہو۔ آیندہ کے لیے ترک معاصی پر اصرار و شدت سیئات سے نفرت و وحشت اور حسنات سے رغبت و محبت ہو

الفت ہو۔ ہان یہی توبہ محبوب ہے۔ مرغوب ہے۔ خوب خوش اسلوب
خوب سے خوب ہے۔ اِسی آخری توبہ کی طرف رغبت ہو میلان ہو پھر
دیکھیے آپ کی کیا شان کیسی آن بان ہو۔ قلب سلیم[1] دل منیب سے بڑھ جائے۔
قلب شہید[2] ہو۔ مقام تخلیہ[3] نصیب حال قریب ماضی بعید ہو۔ یہی توبہ باب رحمت
زینۂ ایقان وعرفان ہو۔ اِسپر قدم سنبھلا تو فضل ہی فضل احسان ہی احسان ہے۔
نزول مین شان عروج[4] کا نزول ہو۔ اظلال[5] اسماء کا ورود فنائے امکانی[6] حصول ہو۔

ازمقامات تبتل تا فنا	پا یہ پا یہ تا ملاقات خدا
از پئے این عیش وعشرت ساختن	صد ہزاران جان بباید باختن

توفیق[7]۔ طلب[8]۔ دستگیری[9] ہو۔ تو سیر استعدادی[10] نامرادکی مراد[11] ہو۔

[1] بجز معرفت اللہ جل شانہ کسی اور کی گنجایش نہو یہ قلب سلیم ہی ۱۲ منہ
[2] شہید وہ دل ہی کہ اسرار الٰہی اور انوار نامتناہی سے پُر نور ہو اور ہر شی مین تجلی ذاتی وصفاتی کا ادراک ہو ۱۲ منہ
[3] جب طالب کا دل صفات مذمومہ سے خالی ہوا۔ یہی مقام تخلیہ اور اول سلوک ہی۔ اب لوح دل سالک قابل نقوش ٹھہری اور اُسکا دل اغیار سے پاک وصاف قابل تحلیہ صفات محمودہ ہوا ۱۲ منہ
[4] عروج ونزول قسم مراقبہ ہین ۱۲ منہ
[5] اظلال اسماے خداوند تعالیٰ ۱۲ منہ
[6] فنائے نفسی دائرۂ امکان ۱۲ منہ
[7] توفیق خداوند تعالیٰ ۱۲ منہ
[8] طلب طالب ۱۲ منہ
[9] دستگیری مرشد کامل ۱۲ منہ
[10] عبارت ہی حصول مقامات ودرجات وعبور جملہ مقامات ناسوت وملکوت وجبروت ولاہوت وباہوت وہاہوت سے۔ سیر استعدادی کا حصول مرشد کامل کی صحبت وتوجہ خاص پر موقوف ۱۲ منہ
[11] سیر مرادی سے مراد ہی کہ بباعث ریاضات وعبادات ومجاہدۂ سالک نصیب ہو ۱۲ منہ

مقام وسواس[1] و انانیت سے رہائی ہو آزاد ہو غیبِ اول[2] مین قبض[3] و بسط[4] کی شانین
نمودار ہون اپنا جلوہ دکھائین۔ مقام الجمع[5] سے ترقی ہو۔ تمکین[6] مین عز و تمکین کی
صورتین نظر آئین سے

اتصال بے تکیف بے قیاس	ہست رب الناس را با نوع ناس

امکان[7] و آفاق سے ظلال[8] مین قدم جائین۔ حجابات ظلمانی و نورانی سے نہ محجوب[9] ہون
نہ گھبرائین[9] صفت[10] ذاتی و صفاتی سے واسطہ ہو ربط ہو غیب الغیب[11] مین سیر فی اللہ[12] و مع اللہ[13] سے

---

۱ اصطلاحات صوفیۂ کرام مین ناسوت کو مقام وسواس و انانیت بھی کہتے ہین اسلیے کہ اس مقام مین سالک کے دل پر وسواس شیطانی و خطرات نفسانی وارد ہوتے اور جملہ صفات مذمومہ باقی رہتے ہین ۱۲ منہ

۲ مقام ملکوت سے مراد ہے ۱۲ منہ

۳ تنگی دل کو کہتے ہین کہ سالک کے دل مین لذت عبادت و رویت اللہ جل شانہ باقی نہ رہے ۱۲ منہ

۴ عرف صوفیہ مین کشادگی دل مراد ہے قبض و بسط مین سر آلہی یہ کہ سالک حالت بسط مین غرور نہ کرے اور قبض مین ناامید نہو ۱۲ منہ

۵ توحید اول سے مراد ہے ۱۲ منہ

۶ وہ مقام کہ کوئی سیر باقی نرہے اور یہان سالک کو صورت موہوبی حاصل ہو۔ اصطلاحات صوفیۂ کرام مین صورت موہوبی صورت روحانی انسانی۔ رحمانی اور صورت نورانی کو کہتے ہین ۱۲ منہ

۷ دائرہ امکان و دائرہ آفاق سے مراد کہ متعلق مقام ملکوت ہین ۱۲ منہ

۸ دائرہ ظلال اسماء وصفات سے مراد کہ فوق دائرہ امکان ہے ۱۲ منہ

۹ اسلیے کہ جملہ حجابات ظلمانی و نورانی دائرہ امکان و آفاق مین طے ہوگئے ۱۲ منہ

۱۰ اصطلاحات صوفیہ مین سیر مع اللہ و سیر فی اللہ (سیر نفسی) کو کہتے ہین ۱۲ منہ

۱۱ مقام جبروت کو کہتے ہین ۱۲ منہ

۱۲ اس مقام مین سالک اپنی جان در میان اسرار صفات حق مانند ظرف و مظروف و مثل محیط و محاط پاتا دیکھتا ہے سے اور دل
من ست و دل من بدست اوست * چون آئینہ بدست من و من در آئینہ * ۱۲

۱۳ اس تجلی مین سیر سالک مظہر تجلیات ذاتی و صفاتی و فعالی ہوتی اور معیت محبت محبوب نظر آتی ہے۔ اس حال مین توحید وجودی کا شرح حاصل ہوتا ہے ۱۲ منہ

تعلق ہو ضبط ہو۔ یہی عجیب شان طرفہ آن بان ہی یہ رحمت خداوندی اُسی کا فضل واحسان ہی ؎

اولیارا ہست قدرت از آلہ	تیر جستہ باز گرداند زراہ

یہی بیخودی ہشیاری کی دلیل ہی۔ جو خود بین خود پرست ہین اُنکی بیجا قال وقیل ہی یہ شراب وحدت کے متوالے خودی سے بیزار خود فروشی خودداری سے کوسون دور ہین۔ نیستند وہستند کے مصداق۔ مستجاب الدعوات بادۂ محبت مین مست چور ومخمور ہین ؎

اشک می رفت از دو چشم اندر دعا	بیخود از وے برآمد تا سما
آن دعائے بیخودان خود دیگر ست	آن دعا زو نیست گفت داور ست
آن دعا حق می کند چون او فناست	آن دعا وآن اجابت از خدا است

توحید[1] وجودی[2] سے شہودی[3] کا شرف حاصل ہو۔ یہ من وانا[4] کا فیصلہ کامل ہو۔ اِس

[1] اِسکا مقام ابتداے جبروت سے انتہاے جبروت تک ہی ۱۲ منہ

[2] سالک مقام لاہوت مین توحید شہودی کے شرف سے مشرف ہوتا ہی۔ توحید شہودی یہ ہی کہ سالک حق وممکنات ایسی جگہ پر دیکھتا ہی۔ نہ ممکنات حجاب حق ہون نہ حق حجاب ممکنات ۱۲ منہ

[3] مقام لاہوت مین من وانا کی گنجایش نہین۔ من وانا وجود سالک کی طرف اشارہ ہی۔ اور اِس جگہ خود ہی وجود سالک نظر سالک سے مخفی وپوشیدہ۔ یہان محاضرہ۔ معائنہ ومشاہدے سے محفوظیت اور جذبات حق کا ظہور ہی۔ جیسا کہ فرمایا جذبۃ من جذبات الحق افضل من عمل الثقلین۔ ؎ ہر کرا آن آفتاب اینجا بتافت ✤ ہرچہ آن وعدہ بود اینجا بیافت ✤ علم حق در علم صوفی گم شود ✤ این سخن کے باور مردم شود ✤ علم صوفی عین ذات حق بود ✤ علم حق علم صفات حق بود ✤ خوش گفتہ است ؎ اصل شہود وشاہد ومشہود ایک ہی ✤ حیران ہون پھر مشاہدہ ہی کس حساب مین ✤ ۱۲ منہ

رُتبے کا کیا کہنا۔ یہ کچھ اور ہی بات ہی۔ یہ بات چیت کی جگہ نہین۔ ذات کی نرالی صفات ہی۔ یہ عشق کامل کا جلوہ گاہ ہی۔ سچ تو یہ ہی کہ یہان نہ آہ ہی نہ واہ ہی ؎

عشق جوشد بحر را مانند دیگ ۔۔۔ عشق ساید کوہ را مانند ریگ
عشق بشگافد فلک را صد شگاف ۔۔۔ عشق لرزاند زمین را از گزاف
با محمدؐ بود عشق پاک جفت ۔۔۔ بہر عشق او را خدا لولاک گفت
منتہی در عشق او چون بود فرد ۔۔۔ پس مرا و را ز انبیا تخصیص کرد

اب آگے مقام فردانیت[1] مین فنا سے بقا کا ظہور ہی۔ اور آگے[2] محبیّت و محبوبیت فنائے اکمل و بقاے اکمل نورٌ علیٰ نور ہی اذا اتم الفقر فھو اللہ (الایمان بین الفناء والبقاء) ؎

ہیچکس را تا نگردد او فنا ۔۔۔ نیست رہ در بارگاہ کبریا
جملہ اطفال اند جز مست خدا ۔۔۔ نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا
از ہوا ئے کے رہی بے جام ہو ۔۔۔ آہ ز ہو فانی شدہ با نام ہو
ہیچ نامے بے حقیقت دیدۂ ۔۔۔ یا ز گاف و لام گل گل چیدۂ

---

[1] مقام ہاہوت سے اشارہ ہی۔ باہوت مقام لاہوت سے اعلیٰ مقام افراد و مقربین ہی۔ احتیاج بجز ذات حق اور کچھ نہین رہتی۔ احتیاج آثار جسم۔ اور یہان آثار جسمیت بعد حصول فنائے اکمل و بقاے اکمل و مقام تمکین مرتفع۔ جیسا کہ فرمایا اذا تم الفقر لا یحتاج الی اللہ اس مقام مین نفع و ضرر یکسان ؎ آن شعلہ رو بغمزہ دلم را کباب کرد ٭ مارا چہ کرد خانۂ خود را خراب کرد ٭ ۱۲ منہ

[2] مقام ہاہوت سے مراد ہی۔ یہ آخر مقام فقر ہی کہ ولایت اولیا یہان ختم۔ ولایت جامعہ یعنے محبیت و محبوبیت نصیب ہوتی ہی بغیر مشاہدۂ محبوب دل کو قرار نہین آتا۔ اور ہمیشہ سوز و گداز سے واسطہ۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ط ۱۲ منہ

همچو آہن ز آہن بیرنگ شو | در ریاضت آہن بیرنگ شو
بینی اندر دل علوم انبیا | بے کتاب و بے معید و استا
برتر انداز عرش و کرسی و خلا | ساکنان مقعد صدق و صفا

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ اب انسان جامع جمیع کمالات انسانی مظہر ذات ربانی ٹھہرا الانسان سری[1] و انا سرہ کا مصداق سراسر اسرار ہوا ع وارہی از تن سراسر جان شوی ٭ سے واسطہ۔ خود و خودی سے بیزار ہوا۔ اس پردۂ راز مین بڑے بڑے ناز و نیاز ہین۔ وہی جانین جو جان باختہ ہمدم و دمساز ہین۔ یہ کوچۂ عشق کی راہین۔ دل جلون کی آہین ہین صف کی صف اُلٹ دین۔ بنجود بنائین یہ وہ نگاہین ہین۔ یہ مست الست بادۂ توحید سے سرشار رازدان و رازدار فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ[2] ۝ کی ٹھیک ٹھیک مثال وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ[3] کے اصلی و قعی مصداق ہین اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ[4]

1ه انسان درمیان ولایت کبریٰ و صغریٰ و عالم خلق و امر برزخ ہے۔ انھین معنوں کے مطابق انسان عالم اکبر کہلاتا ہے کہ جامع اسمائے آلٰہیہ و حقائق کونیہ و جامع جمیع دائرۂ امکان ہے۔ خواہ خلق ہو یا امر۔ یعنے عالم خلق نصف دائرۂ امکان اور نصف دائرۂ امکان عالم امر ہے۔ اِنسان جمیع دائرہ امکان کا کہ لطائف عشرہ سے مرکب ہین۔ جامع ہے۔ اِن لطائف عشرہ مین اسرار اللہ جل شانہ مخزون و پوشیدہ اسی پر فرمایا الانسان سری و انا سرہ۔ ۱۲ منہ

2ه مقام راستی کے درمیان بادشاہ قدرت والے کے نزدیک ۱۲

3ه اور وہ تمھارے ساتھ ہے جہان تم ہو ۱۲

4ه یہ کہ اللہ آدمی اور اُسکے دل کے درمیان حائل ہوتا ہے یعنے بالکل قریب ہے ۱۲

کے ہو بہو نمونے وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ کے دمساز ہین مشتاق ہین۔ حواس باطنی کام مین آئین تو قرب و اقربیت آسان ہو دشوار نہو۔ خودی سے نجات پائین تو رہائی ہو آزار نہو ؎

نہ کچھ رہے تو بہت کچھ ہوئے جدا[۱] ہو کر — بقا فنا مین ملی مل گئے فنا ہو کر
جدا ہون اپنے سے اپنے سے آپ ملجائین — جدا جدا نہ رہین ایک[۲] ہون جدا ہو کر
نہ کچھ صفت ہو اضافی نہ غیریت نہ حجاب — جو انتہا کا تصور ہوا ابتدا ہو کر
صفت مین ذات کی معجز نمائیان لاریب — انا کی شکل مین گاہے گہے[۳] رمی ہو کر
ہزار پردے مین چھپ جاؤ لاکھ مین ملجائین — پتہ لگائین تمہارا جو لاپتا ہو کر

انکی کیا بات انکا کیا کہنا اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ[۴] ؏

عقل نے مصنوعات سے صانع کی شناخت انسانی کمزوریون سے اُس قادر وقوی کی پہچان کا کام لیا۔ اُسکے بیحد فضل لاتعد انعامات عنایات رحمت و احسانات کا اعتراف کیا۔ دلی پشیمانی قلبی ندامت ہوئی۔ سر نیاز خم ہوا توبہ کی صورت ہوئی۔

۱ تو معنی جان جملہ عالمے ✤ ہر دو عالم خود توئی بنگرد سے ✤ درحقیقت خود توئی اُم الکتاب ✤ خود زخود آیات خود را باز یاب ✤ صورت نقش الٰہی خود توئی ✤ عارف اشیا کما ہی خود توئی ✤ انچہ مطلوب جہان شد در جہان ✤ ہم توئی وباز جو از خود نشان ✤ ہم ملک ہم نہ فلک بشناختی ✤ گر بکنہ خویشتن رہ یافتی ✤ ۱۲

۲ نیست گشتم من زہستی ہاے تو ✤ من برون رفتم درون شد جاے تو ✤ ۱۲

۳ اشارہ ہے اس آیت شریف کی طرف وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ۱۲

۴ ومن اراد ان یجلس مع اللّٰہ فلیجلس مع الفقراء۔ حب الفقراء من اخلاق الانبیاء وبغض الفقراء من اخلاق الفرعون۔ ھم الذین اذا رووا ذکر اللّٰہ۔ ھم جلساء اللّٰہ ھم قوم لا یشقی جلیسھم ۱۲ منہ

توفیق رفیق طلب مین سجائی تھی۔ اُس پر نمک بر جراحت کسی کی ترچھی چتون[1] شوخ نگاہون۔ جادو نظری۔ بانکی اداؤن نے وہ وہ شوریدگی کا سامان۔ ایسا ایسا طوفان برپا کیا کہ سب سے ہاتھ اُٹھا اُسی ایک کے ہورہے خوب ہوئے بہتر ہوئے[2]

ہر آبروے کہ اندوختم زدانش و دین	نثار خاک رہ آن نگار خواہم کرد[3]

اُس کے ہوئے سب سے گئے۔ کیا ہوا اچھا ہوا۔ سب اُس کے ہوگئے۔ جو اُسکا ہوا وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَاءُ ط اے دوستان دینی یہ فضل رحمانی و رحمت سبحانی ہی۔ ذرا دیانت و صداقت سے کام لو۔ ہاتھ پاؤن ہلاؤ۔ پھر نہ حیرانی ہی نہ سرگردانی ہی۔ قول جمیل خداوند رب جلیل ہی۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ط[4] ایک خالص توبہ نے کہان سے کہان پہونچایا۔ اب اِسمین استحکام ہو مضبوطی ہو توسب کچھ نہین تو کیا کرایا خاک مین ملایا۔ استحکام کی صورت محاسبۂ نفسی و تفکر[5] ہی۔ حاسبوا قبل ان تحاسبوا۔ تفکروا فی خلق اللّٰہ ولا تفکروا فی ذات اللّٰہ[6]۔

---

[1] کنایہ از توجہ مرشد ۱۲

[2] ترکت للناس دنیاھم و دینھم + شغلاً بحبک یا دینی و دنیائی ۱۲

[3] من کان للہ کان اللہ لہ۔ چون از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت + ۱۲ منہ

[4] اور جب سوال کرین تجھسے بندے میرے میرے متعلق بیشک مین نزدیک ہون ۱۲

[5] وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ ہر چہ ہست از قامت ناساز و بے اندام ماست + ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست ۱۲ منہ

[6] ترا باید تفکر کرد با خود + کہ از خاکی مخمر صورتم کرد + زہے پاکی کہ از خاکی بقدرت + وجود آدمی را کرد صورت + بگوہر ہا مزین کرد آنرا + بنفخ روح در تن کرد جانرا + بصر را داد بینائی کہ بیند + کمر را داد قوت تا نشیند + زبان را داد گویائی کہ گوید + خرد را داد جویائی کہ جوید + دگر دو دست و دیگر ہر دو پا را + روانی داد ہر یک جملہ ہا را + چو از خاکیم و آخر خاک گردیم + بجان دادن چرا غمناک گردیم + بدین گونہ چو بشناسی خدا را + شوی واصل کنی حاصل خدا را + اسی سے فرمایا تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ الف سنۃ ۱۲ منہ

اب توبہ مضبوط ہوئی۔ مستحکم ہوئی۔ پھر یہ پس وپیش وتامل کیا۔ یہ تجاہل وتغافل کیا۔ دم کا ٹھیک نہیں اعتبار نہیں۔ یہ دم تہون کچھ جبر نہیں اختیار نہیں اعجلوا بالتوبۃ قبل الموت۔ قبل الموت یہی ساعت یہی دم ہے۔ دمبدم دم کی خیر مناؤ۔ یہی دم دم بھر مین کالعدم ہے۔ ہان آؤ جلد آؤ اس **آخری خالص توبہ** کی تیاری کرین۔ فرق نیاز فرش زمین پر۔ خشوع وخضوع کی حالت ہو۔ خاک کا نشان جبین پر۔ عاجزی وبیکسی کی صورت ہو۔ مُنھ قبلہ رخ ہو اور دست طلب دراز۔ زبان پر استغفار رہو اور سچا سوز وگداز۔ اول وآخر درود شریف کی تکرار ہو۔ پھر دیکھو کیسی **قبولیت** کیساتھ بیڑا پار ہو۔ اللھم صل علی محمد معدن الجود والکرم وعلی اٰل محمد واصحابہ وامتہ وبارک وسلم بعدد من صلی علیہ۔ استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ اللھم انی اعوذبک من ان اشرک بک شیئا وانا اعلم بہ واستغفرک لما لا اعلم بہ تبت عنہ و اسلمت واقول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ اللھم صل علی محمد معدن الجود والکرم وعلی اٰل محمد واصحابہ وامتہ وبارک وسلم بعدد من صلی علیہ۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ

عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ وصلی اللّٰہُ تعالٰی علی خیر خلقہ محمّد وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واھل بیتہ واولیاء امتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ۝

انا اللہ ثمّ انا للّٰہ

صورت از بے صورتی آمد برون

باز شد کانا الیہ راجعون

تمام شد



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



حُبِّ وطن

ھو

قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش	باز جوید روزگار وصل خویش ؎

اے ہمنفس نہ پوچھو عبث ہی کہان سرا ے
ہم ہین مسافر اور جہان کاروان سرا ے

جہان سے آئے وہین جائین گے۔ یہ شور و شغب آہ و نالہ۔ گریہ وزاری بے چینی۔ بیقراری۔ صرف دوری و مہجوری کے باعث۔ کہ مرتبۂ احدیت ذات بیرنگی سے جسمین نہ کثرت حقیقی نہ اعتباری کو دخل۔ کثرت و رنگ ماسوا ے مین ہم رنگ ہوئے۔ کہان پردۂ غیب مین ذات مستجمع صفات سے اتحاد یکجہتی۔ یک جنسی۔ کہان یہ درد جدائی اعتباری اسماء و صفات فاعلی و انفعالی تنزلات کی بھول بھلیان۔ تعینات کی پیچیدہ راہین۔ عناصر کی کمندین خواہشات کی بیڑیان کشمکشی مین مبتلا۔ مقام محرمی سے محروم۔ اصل سے دُور بہت دُور ؎

حبذا روزے کہ پیش از روز و شب ‌‌ ‌ فارغ از اندوہ و آزاد از تعب

متحد بودیم با شاہ وجود ‌ ‌ حکم غیریت بکلی محو بود

بود اعیانِ جہان بے چند و چون ‌ ‌ ز امتیاز علمی و غیبی مصون[1]

نے بلوح علم شان نقش ثبوت ‌ ‌ نے ز فیض خوانِ ہستی خوردہ قوت

نے ز حق ممتاز نے از یکدگر ‌ ‌ غرق در دریاے وحدت سربسر

ناگہان در جنبش آمد بحر جود ‌ ‌ جملہ را در خود ز خود پیدا نمود

اب بیرنگی سے نیرنگی۔ وصلت سے فرقت ہوئی۔ شور ظہور نے جگایا۔ اٹھایا آئینہ خانے مین جا پہونچایا۔ دیکھتے ہین تو نقشہ ہی اور ہے۔ کہین اضافت کہین نسبت۔ کہین حجاب کہین نقاب۔ جوہر و عرض کی کہانیان۔ لطیف و کثیف کے افسانے۔ فنا و بقا کی گرم بازاری۔ واجب و ممکن کی ممتازی۔ مرکب و بسیط کے چرچے۔ اسم و مسمیٰ کی موافقت مخالفت۔ سر مین دماغ دماغ مین عقل۔ تحیر و حیرت مین غرق وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ سے کچھ کچھ نا زتھا کہ شان بے نیازی نے ناز و نیاز کے کرشمے دکھائے۔ کچھ امید۔ کچھ یاس۔ کچھ پاس وفا بھی۔ کچھ کچھ ادا بھی۔ ارشاد ہوا۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۚ اِنَّهٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝

برسماوات و ارض و ما فے البین ‌ ‌ قد عرضنا الامانة فابین

[1] بفتح میم و ضم صاد و سکون واو بروزن مقول بمعنے نگاہ داشتہ شدہ و محفوظ ۱۲ منہ

لیس فی الکون کائنا ماکان	کافل حملها سوی الانسان
غیر انسان کسش نکرد قبول	زانکه انسان ظلوم بود وجهول
ظلم او آنکه هستی خود را	ساخت فانی بقاے سرمد را
جهل او آنکه هرچه جز حق بود	صورت آن ز لوح دل بزدود
نیک ظلمیکه عین معدلت ست	نغز جهلے که عین معرفت ست
اے نکرده دل از علایق صاف	مزن از دانش حقائق لاف
زانکه در عالم خدادانی	جهل علم ست و علم نادانی

صاف صاف تو یہ کہ منظور گرم بازاری تھی۔ عشق کا زور شور۔ محبت کی چنگاریوں کا بھڑکانا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے سوال کیا یارب لما خلقت الخلق جواب میں ارشاد ہوا کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف ؎

حق چو حسن کمال اسما دید	آن چنانش نهفته نه پسندید
خواست اظهار آن کمال کند	عرض آن حسن و آن جمال کند
خواست تا در مجالئی اعیان	سر مستور او رسد بعیان
چون ز حق یافت انبعاث این خواست	فتنهٔ عشق و عاشقی برخاست

پھر کیوں بیتابی بیقراری نہو۔ آہ و زاری نہو۔ اشکباری نہو۔ یہ جدائی اُس فتنے نے اُٹھائی کہ میل ملاپ سے بھی تسکین نہوئی۔ جلوۂ یار نے اور آگ لگائی بھڑکائی ؎

بلبلے برگ گل خوش رنگ در منقار داشت	واندرون برگ و نوا خوش نالهای زار داشت

گفتمش در عین وصل این نالہ و فریاد چیست	گفت تا را جلوۂ معشوق درین کار داشت
من شمع جان گدازم تو صبح دلکشائی	سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی
نزدیک این چنینم دور آنچنانکہ گفتم	نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

کوئی رنگ ہو مگر تڑپ اُسی بیرنگی کی ہو کہ مرتبہ اطلاق ہے۔ تعین کا وہان اظہار نہین۔ اِس تعینات کے رنگ مین چین نہین قرار نہین ہے

اسمین مجھ مین ربط ہے اے ذوق مثل بو وگل	وہ رہا آغوش مین لیکن گریزان ہی رہا ہے
گر نبودے محنت ہجران و درد اشتیاق	کس نمیدانست قدر دولت دیدار را

جسمی تعلقات مین بھی رہائی والے رہا ہین۔ اِن کے اجسام لطیفہ خواص روحی پیدا کر چکے

جسم خاک از عشق بر افلاک شد	کوہ در رقص آمد و چالاک شد

مولانا بحرالعلوم مصرع اولی کی شرح مین فرماتے ہین:۔ واگر از افلاک مراتب علیا مراد گیرند پس نیز اولیا را حاصل ست کہ اجسام پاک ایشان خواص روح پیدا کردہ بمرتبہ علیا میرسد

عاشق یار خویش جملہ جہان	اے خوش آنکس کہ یار عاشق اوست

یہ خاصان خاص سیاح عالم قدس انتہائی سیر تک ترقی پر ترقی فرما رہے ہین۔ یہ انتقالات نئی تازی روح پھونک رہے ہین۔ روح وہی۔ جسم وہی۔ ترقی مراتب کا زور شور بلکہ ابتدا سے انتہا تک کی روئداد ہے

از جمادی مردم و نامی شدم	وز نما مردم بحیوان سر زدم
مردم از حیوانی و آدم شدم	پس چہ ترسم کہ ز مردن کم شدم

حملۂ دیگر بمیرم از بشر	تا بر آرم از ملائک بال و پر
بار دیگر از ملک قربان شوم	آنچہ اندر وہم ناید آن شوم
پس عدم گردم عدم چون ارغنون	گویدم کانا الیہ راجعون

یہان موت سے مراد تغیر حالت ہی۔ جماد کی تشبیہ نطفے سے ہی۔ نمو نباتات مین ہوتا ہی۔ رحم مادر مین دن بدن ہفتہ وار۔ ماہوار نطفہ مین تغیر ہو کر بالآخر وقت معینہ پر صورت انسانی قرار پائی۔ رحم سے باہر آئی۔ حیوان ناطق کہلائی۔ صفات حیوانی سے علیحدگی ہوئی۔ کل کی صفت سے نکلی۔ بعض مین آئی۔ اِنسان کہلائی۔ صفات رویہ بشریہ سے دوری ہوئی۔ ملکوتی خواص آئے۔ اب آگے کیا ہوئے کیا کہلائے یہ کون کہے۔ کون بتائے ـ ع حال خلوت شاہ داند یا عروس ؀

پرسید یکے کہ عاشقی چیست	گفتم کہ چو من شوی بدانی

وصل ہوا وصل ہوئے۔ جسم نے روح کے خواص پیدا کیے۔ یا جوہر خالص رہا خلط سے مخلع ہوئے۔ یا عناصر سے ربط ضبط کی ٹھہری۔ کوئی حال یا کیفیت سہی مجموعہ ایک ہوا یا ایک مجموعہ۔ جامع پر بھی اطلاق واحد ہی۔ اور واحد خود واحد فرد وصمد الآن کما کان۔ وہی اگلی سیر و تفریح کا نمونہ۔ وہی پہلی سی بیخودی۔ بیہوشی کا مشغلہ؀

صورت از بے صورتی آمد برون	باز شد انا الیہ راجعون
صورتے از پردۂ آمد عیان	باز اندر پردہ خواہد شد نہان

مگر یہ خواص اسماء ہین کہ تڑپ وہی بے چینی وہی۔ وصل ہوا مگر تسکین نہوئی۔ واصل

ہوئے مگر شوق نہ گھٹا ؎

اے زوصلت عاشقان دلسوختہ	جامۂ وصل تو ہر دم دوختہ
اے زوصلت کارمازار آمدہ	ہمچو ابراہیم درنار آمدہ
اے زوصلت جانہا بریان شدہ	ہمچو اسمٰعیل صد قربان شدہ
اے زوصلت جانہا اندر فغان	ہمچو موسیٰ در جواب لن ترٰان
اے زوصلت خاک راخون درجگر	ہر زمان سرّ دگر کردہ بدر

یہ بقاے حیات کا جھگڑا عشق عاشقی کا قضیہ ہی۔ تعلقات جسمی تک نہین نفخ صور تک بھی مٹنا دشوار و محال ہی ؎

محبت کے رود گر استخوانم توتیا گردد	کہ از سائیدن صندل کجا نقصان سبو را

ایسی نہین لگی کہ آب سرو کے چھینٹے سرد کرین۔ بجھائین۔ ایسی نہین پی کہ قیامت تک بہکین اپنے مین آئین۔ قدم آگے ہوا ور ھل من مزید کے نعرے۔ مستانہاے ہو۔ ہو۔ اور دمبدم یاد جانان سے مشغولیت ؎

ہرآن کو غافل از حق یک زمان ست	ہمان دم کافرست اما نہان ست

یا ابن اٰدم انفاسك ابنیائی فمن یخرج بغیر ذکری فقتلت انبیائی یاد وطن یاد جانان وہی تڑپ وہی بیقراری ہی۔ حالت اختیاری نہین بے اختیاری اضطراری ہی ؎

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش	باز جوید روزگار وصل خویش

در دل عاشق چو عشق آتش فروخت　　ہر چہ جز معشوق بود آنرا بسوخت

عشق موسیٰ را بکوہ طور برد　　بہر دید دوست سوے نور برد

عشق احمد را بود معراج دین　　تا مقام او شود حق الیقین

عشق چہ بود قطرہ دریا ساختن　　از دو عالم با خدا پرداختن

عشق از ہستی خود وارستن ست　　در مقام سرمدی پیوستن ست

ایھا اللاھی[1] عن العھد القدیم　　وایھا الساھی عن النھج القویم

استمع ماذا یقول لعندلیب　　حیث یرزق[2] من احادیث الحبیب

مرحبا اے بلبل بستان حی[3]　　کامدی از جانب بستان حی

یا بریدالحی اخبرنی بما　　قالہ[4] فی حقنا اھل الحمی

ھل[5] رضوا عنا ومالوا للوفا　　ام علی الھجر استمروا والجفا

مرحبا اے عندلیب خوشنوا　　فارغم کردی ز قید ماسوا

مرحبا اے پیک فرخ فال ما　　مرحبا اے مایۂ اقبال ما

۱ اے غافل از وعدۂ قدیم اے فراموش کنندہ از راہ مستحکم ۱۲

۲ در بعض رسائل بجاے یرزق بردی مندرج ست معنی این ست از ان کہ روایت می کند از سخنان محبوب ۱۲

۳ حی بالفتح قبیلہ از عرب کہ لیلیٰ از ان قبیلہ بود و صاحب بہار عجم مطلق بمعنے قبیلہ نوشتہ و درینجا بلبل مراد از روح و بستان حی مراد از مقام قرب باری تعالیٰ جل جلالہ ۱۲

۴ از انکہ گفتہ اند در حق ما صاحبان حمایت کنندہ ۱۲

۵ آیا راضی ہستند از ما و الفت و وفا میدارند - یا بر مفارقت من مداومت کردند بر جفا ۱۲

اے نواہاے تو نادم و صلہ شدہ[1]	زد بہر بندم ہزار آتشکدہ
مرحبا اے ہدہد شہر صبا	مرحبا اے پیک جانان مرحبا
مرحبا اے طوطی شکر شکن	قل فقد اذہبت عن قلبی الحزن[2]
باز گو از نجد و از یاران نجد	تا در و دیوار ہا آید بوجد
باز گو از مسکن و ماوے ما	باز گو از یار بے پروا ے ما
یاد ایامے کہ با ما داشتی	گاہ خشم از ناز و گہہ از آشتی
اے خوش آن دوران کہ گاہی از کرم	در رہ مہر و وفا می زد قدم

یہ عشق کی فتنہ انگیزی معشوق کا خیال ہے۔ اس سے کام نہین کہ فراق ہے یا وصال ہے۔ ناکامی سے کام نامرادی مراد ہے۔ راحت و آسودگی سے دوری۔ دل گدازگی جان فرسودگی سے تعلق۔ اس دیار کی نئی رسم نیا آئین۔ اور ہی قانون اور ہی انتظام ہے

ہست راہ و رسم این شہر و دیار	بر خلاف راہ و رسم روزگار
کام اینجا محض ناکامی بود	شہرتِ اینجا ز گمنامی بود
دارد اینجا زخم بر مرہم شرف	سوے تیر اینجا بود سعی ہدف
غیر ناکامی درین رہ کام نیست	راہ عشق ست این رہ حمام[3] نیست

پھر محبت کی گرم بازاری آتش عشق کی تیزی ہے۔ ادھر سے مخاطبت ادھر سے

[1] آوازہاے تو آتش بستہ شدہ ۱۲

[2] بگو کہ خواہی برد غم از دل من ۱۲

[3] ای بحمام کہ میروند تفریح و سرور حاصل می شود۔ و درین راہ آمادۂ ہدف بلا شدن می باید ۱۲ منہ

شعلہ روئی خون ریزی ہے ۵

ایّہا المحبوب للقلب الحزین — وایہا المطلوب لی فی کل حین
انی مجروح سیف الاشتیاق — انی محروق نار الاشتیاق
ان یکن فی قتل محزون رضاک — اننی راض بروحی فداک
اے بت ناآشنائے تندخوے — تا بکے باشی چنین پوشیدہ روے
عالمے را دادہ زلفت پیچ تاب — کردہ خالت خانۂ خلقے خراب
از فراقت دست بر سر عالمے — وز خیالت سر بہ ہر در عالمے
از تو چشم اہل دوران خونفشان — کوہ و صحرا ہم بخون دامن کشان
کردہ بے چشم سیاہت دود آہ — روز بختم چون شب یلدا سیاہ
بے تو از چشم خودم در موج خون — بے تو سودا در سرم جوش جنون
اے دو زلفت رگ کش مشک ختن — گشتہ ہر تارش رگ سودائے من
اے مرا زان بزم دوری تا بکے — دیدہ ام را بے تو کوری تا بکے
اے جفا جو دوری از من کی نکوست — زانکہ باشد خوبرو آئینہ دوست
یاد کن یار قدیمت بودہ ام — پیش یک سالے ندیمت بودہ ام
این زمان از من چرا بیگانۂ — مست نازی یا چو من دیوانۂ
گشتہ زین گونہ بے پروا چرا — این چنین از عالم استغنا چرا

ہان تو مقصود یہ کہ انا للہ وانّا الیہ راجعون ۵ ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش * باز جوید روزگار وصل خویش * جہان سے آئے وہین جائینگے ۵

حباب وار زبہر نظارہ آمدہ ایم	کہ سر زنیم و تماشا کنیم و باز رویم

طائر روح کو قفس عنصری مین قرار ہی نہ قیام - یہ تڑپ یہ بیچینی یہ بیکلی یہ بیتابی جاہیے یہ بیجا کسی تو محبوس کو پنجرے مین چھوڑ کر تماشا دیکھیے - **حب وطن**[1] نجات آزادی سے کسے انکار ہی - کیا یاد نہین کالبد لطیف حضرت ابوالبشر مین جب اسکا گزر ہوا کیسی بیچینی بیتابی تھی - آہ وزاری گریہ وبیقراری تھی - نور محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ظہور تھا - کہ دلبستگی کا طور ہوا - سامان کچھ اور سے اور ہوا (لولاک لما خلقت الدنیا) وہی نور محمدی عشق ازلی ہی - یہی ازلی ابدی ازلی ہی ؎

با محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) بود عشق پاک جفت	بہر عشق او را خدا لولاک گفت

یہ عشقی تفرقہ ہی کہ عالم اسباب کے (عشق کے) اسباب نے آئین ورسم دوئی کی بنیاد ڈالی - یہ غفلت ہی کہ توحید مین تثلیث نہ تثلیث مین توحید ہوئی - انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری کی شان رفیع - ایکو مثلی کے مدارج علیا - من رانی کے اسرار مین ظاہر بینون نے چشم پوشی کی فاوحی الی عبدہ ما اوحی کے نکات سے آنکھین بند کرلین ید اللہ فوق ایدیھم سے واسطہ نرہا - وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی مین دور از عقل تاویلین ہوئین - من فوق العرش الی الارضین کلھم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاءک یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ناز ونیاز سے بیخبری ہوئی مطلب یہ کہ اصل مطلب سے

[1] قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حب الوطن من الایمان محبت وطن از لوازمات ایمان ست ۱۲

دوری ہوئی مہجوری ہوئی جب توحید مین یہ حال وحدت مین یہ مقال ہی۔ تو رہائی مشکل آزادی محال ہی لی مع اللہ کا حجاب اُٹھے تو چشم بصیرت سے وہ کچھ نظر آئے کہ نظر بھی تاب نہ لائے۔ زبان فقد کل لسانہ کی مصداق ہو جائے سب رہے اور کچھ بھی نہو۔ حواس ظاہری مختل ہون۔ زبان بند ہو۔ اور دل جاری نہ یہ اشارات ہون نہ اضافات۔ ایک کی ایک سے نسبت ہو۔ سب ایک ہو جائے ایک قوی نسبت مین نفی واثبات سے فراموشی۔ اثبات مجرد کی گرمجوشی ہو۔ نہ لا نہ الا ؎

پس عدم گردم عدم چون ارغنون	گویدم کانا الیہ راجعون ؎
زبس کہ حسن فزود و غمش گداخت مرا	نہ من شناختم او را نہ او شناخت مرا ؎
نکو گوے نکو گفت ست درذات	کہ التوحید اسقاط الاضافات

کل شیٔ یرجع الی اصلہ وہی آنا جانا پھر آیا۔ ہمین پھر کہنا پڑا انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش	باز جوید روزگار وصل خویش ؎
قوم توجہ انظر اقلیم النعیم[1]	واذکر الاوطان فی عہد القدیم
کنج علم ما ظہر معے یا بطن	گفت از ایمان بود حب وطن
آن وطن مصر و عراق و شام نیست	آن وطن شہر یست او را نام نیست

[1] در بعض رسائل بجاے انظر تنظر واقع ست وبجاے فی عہد القدیم والعہد القدیم مندرج ست اے برخیز و روآور بسوے اقلیم کہ انعام کردہ شدہ و یاد کن وطن ہاے وعہد را۔ وعہد قدیم عبارت ست از جواب الست بربکم کہ اقرار بربوبیت او تعالےٰ وعبودیت خود کردہ بودند ۱۲

اے خوش آن کو یابد از توفیق بہر	کا ورد روسوے آن بے نام شہر
تا بہ کے اے ہد ہد شہر سبا	در غریبے ماندہ باشی بستہ پا
تا بہ کے در چاہ[1] طبعی سرنگون	یوسفے یوسف بیا از چہ برون
تا عزیز مصر ربانی شوی	وارہی از جسم و روحانی شوی

اِس عالم اجسام مین تبدلات تغیرات لازمی ہین - ایک آیا ایک گیا - کیا اُلٹ پھیر ہی - جو سمجھ مین نہ آیا - محققین سائنس اعلیٰ درجے کے فلاسفر ذکاش مارل فلاسفی (Moral philosophy) یا ایک حد تک سائیکلوجی (علم النفس Psychology-ie-science of the soul) سے واسطہ ہو یہ بھی غنیمت ہی) جو ہر شی ممکن و ناممکن مین ایک ایک فلسفہ نکالتے ماہیت ڈھونڈھتے ہین - باوجودے کہ انا جانا لگا ہی - خود آتے جاتے ہین - مگر پھر بھی بتا نہ سکے کہان آئے کہان گئے - کون آیا کون گیا - مسٹر زیڈکیل (Zadkiel) کی غیب دانی پروفیسر گال ورابرٹسن کی سائنٹفک مثالین ڈارون کی تہیوری - سب کی سب کثافت آلود حواس محدود ادراک مادہ اور اسباب ظاہری سے وابستہ ہین - مانا کہ تحقیق کا شوق ہی - مگر نہ حالت ہی نہ ذوق ہی - شوق بھی کیسا اُلجھن ہی وبال ہی حال سے بیحال قیل ہی مقال ہی ؎

فلسفی گشتی و آگاہ نیستی | از کجا و با کجا و کیستی ؎

[1] از چاہ طبعی مراد ہوا و ہوس نفسانی ۱۲

این حکیمان چون سبب آموختند	چشم از آیات قدرت دوختند
عشق را گفتند از قسم جنون	استعذ باللہ ممّا یفترون
گر بہ حکمت کار دین بودے تمام	خطۂ یونان شدے بیت الحرام
جان جانِ علم دین عشق خداست	کو ز ہر آلایش غیرش جداست
دل کہ شد بے عشق در افسردگیست	سوختن چون شمع او را زندگیست

من عرف نفسہ فقد عرف ربہ یہ اسلامی فلسفہ ہے۔ جو اسکی تہ تک پہونچے وہی عارف کہلائے۔ خود شناسی خدا شناسی کا مترادف۔ عارف ہی انسان انسان کامل ہے۔ یہی عقل کامل علم شامل ہے۔ خوض و غور مین بے تکلفی ہے نہ سادگی ہے۔ افعال قدرت مین تکلف نہین آزادگی ہے۔ مصنوعی غیر مصنوعی سے واسطہ کیا نسبت کیا۔ فلسفیانہ احتمالات ظنیات سے رغبت کیا الفت کیا۔ حکماے یونان۔ اشراقین سقراط و افلاطون تو ایک طرف رہے۔ یہ فلاسفۂ مشائین سب سے الگ تھلگ۔ علت و معلول دلیل و مدلول کے شکنجون مین آپھنسے کہ حقیقی مسرت دائمی انبساط سے قلبی تسکین دلی فراغ حاصل نہوا۔ اتفاق صرف کیا ذرات منتشر کیسے۔ قیاس و وہم کیسا سبب کیا۔ قوام ارکانی۔ آلات مادی۔ اختلال اعتدال یہ سب استعارات ہین حقیقت کچھ اور ہے۔ یہ بے حقیقتی ہے کہ مادے[۱] (نیست) سے انتظام عالم ہوا۔ یہ فلسفیانہ عقل ہے (قدیم ہو یا جدید) کہ صانع کو شعور نہین بے شعور ہے۔ یہ مسلمات ہین یا مہملات۔ یہ دعوی

۱ یونانیون کی طرح اس زمانے کی حکمت طبعی مین ہیولا کی بحث نہین بلکہ اجزاے صغیر سے اجسام کی ترکیب تسلیم کیجاتی ہے ۱۲ منہ

خود بے دلیل محض بیکار ہی۔ پختہ دلیل قلبی شہادت نفسی اقرار ہی ؂

	اے برون از وہم وقال وقیل ما		خاک بر فرق من و تمثیل ما	

صاف صاف صدا ہی کہ مین کچھ بھی نہین مگر حکم خدا ہون (امر ربّی) جبتک منظور ہی۔ جسمی تعلقات ہین۔ ورنہ وہی ہین اور سیر نشیمن اصلی۔ وہی فضاے لامکانی وہی قصہ وہی کہانی ؂

	بعد ازین ما و ساقی و لب جو		بعد ازین ما و یار و بوس و کنار	
	بعد ازین ما و نغمہ و مطرب		بعد ازین ما و خانہ خمار	

جسم وجان کی کہانی باہمی تعلقات تک ہی۔ تفرقہ پردازی مین وصل وقربت بیگانگی مین یگانگت ووصلت۔ دوری سے ہجر نہ ہو وصال ہو۔ وصل مین فصل رہے ملال ہو۔ نہ ہونے مین ہونا قیام وقرار ہی۔ ہونے مین دل آزاری رنج وآزار ہی ؂

ہم مٹ گئے تو صورت ہستی نظر پڑی		ویران جب آپ ہوگئے بستی نظر پڑی ؂
این مدعیان در طلبش بے خبرانند		کان را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

یہ محبت کی باتین حجت سے خالی ہین۔ قال اقول سے معرا حالی ہین۔ عالی ہین ؂

اسرار محبت را ہر دل نبود قابل		در نیست بہ ہر دریا زر نیست بہ ہر کانی ؂

	چون نماید کمال عشق جمال		لال گردد زبان استدلال	
	فکر سرگشتگی ست در رہ عشق		کے رود حکم فکر بر شہ عشق	
	اے خوش آن کو جمال حق دیدہ		پردہاے اثر بدریدہ	

پردگی کرده جلوه بر نظرش | گشته نور شهود پرده درش
گل توحید بی شکے چیده | پرده و پردگی یکی دیده
با دف و نی دوش آن مرد عرب | وه چه خوش می گفت با سوز و طرب
ایها[1] القوم الذی فی المدرسه | کلما حصلتموه وسوسه
فکرکم[2] ان کان من غیر الحبیب | ما لکم من نشأة الاخری نصیب
فاغسلوا[3] یا قوم عن لوح الفواد | کل علم لیس ینجی فی المعاد
قم[4] ازل عنی بها رسم الهموم | ان عمری ضاع فی علم الرسوم
دل منور کن بانوار جلی | چند باشی کاسه[5] لیس بوعلی
سرور عالم شه دنیا و دین | سور مومن[6] را شفا گفت ای حزین
سور رسطالیس[7] سور بوعلی | کے شفا گفتے نبی مقبلی
دل ازین آلودگیها پاک کن | سینه را در یاد حق صدچاک کن
ساقیا یک جرعه از جام قدم | بر دہانم ریز از لطف و کرم

[1] اے قوم کہ ہستید در مدرسہ ہمہ چیزہا کہ حاصل کردید درو فقط وسوسہ است ۱۲
[2] خیال شما اگر ہست سوائے خیال محبوب۔ پس نیست برای شما از پیدائش آخرت حصہ ۱۲
[3] بشوئید اے قوم از تختۂ دل ہر علمی کہ نیست نجات دہندہ در آخرت ۱۲
[4] برخیز اے ساقی و یا اے ندیم، دور کن از من (بتاثیر آن شراب یعنی شراب عشق) نشان غمہا تحقیق کہ عمر من برباد شد در علوم ظاہر ۱۲
[5] کنایہ از ذلہ چین و حریص و خوشامد گوے و دون ست۔ ۱۲ بہار عجم
[6] سور المؤمن شفاء پس خوردہ مومن تندرستی دہندہ است ۱۲
[7] مخفف ارسطاطالیس کہ حکیمے مشہور بود در یونان ۱۲

تاکنم شق شقۂ پندار را ۔ ہم بچشم یار بینم یار را

حضوری کیون نہو جب خود یہ ارشاد ہی قَالُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؎

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش ۔ باز جوید روزگار وصل خویش

جہان سے آئے وہین جائین گے۔ اب سمجھنے کی بات ہی۔ کون آیا کون گیا۔ کہان سے آئے کہان گئے۔ صاف صاف ظاہر۔ کہ غریب الوطن وطن پہونچا۔ مسافر نے منزل مقصود کی راہ لی ؎

خودی چھوڑ دی راز دان ہو گئے ۔ خدائی کے جلوے عیان ہو گئے

(طالب جب تک انانیت سے نہین گزرتا واصل مطلوب نہین ہوتا) ؎

نیست از خود شو کہ تا یابی نجات
چون تو برخیزی نشیند حق بجات ؎

پسند حسن آیا تمھین اپنا جب سے ۔ نہان تم ہوئے ہم عیان ہو گئے ؎

آنکس کہ خاک مارا گل کرد و خانہ ساخت
خود در میان در آمد و مارا بہانہ ساخت ؎

یہ ملنا تو دیکھو نہ ملنے کی خاطر ۔ ہوئے درد دل یا کہ جان ہو گئے
خلش دل کی گاہے گہ سوز ہجران ۔ کبھی دل لیا دستان ہو گئے
کہین صبح عشرت کہین شام فرقت ۔ کہین غمزۂ ہوش شان ہو گئے
کہین زلف گیسو کہین چشم فتان ۔ کہین ناوک خون چکان ہو گئے

اگر دیر مین شکل ناقوس گو بجے	تو مسجد مین بانگ اذان ہو گئے
تصور مین ہو شکل تصدیق پیدا	عبث تم سراپا گمان ہو گئے
مراتب کا اُنکے بھلا کیا ٹھکانا	ترے در کے جو پاسبان ہو گئے
کہو مرنے والو کچھ اب بھی ہو سمجھے	کدھر آ گئے تھے کہان ہو گئے
محبت مین اے شوخ سفاک تیری	یہانتک مٹے بے نشان ہو گئے

ہان تو اب یہ رونا پیٹنا کیا۔ آہ وزاری نالہ وبُکا کیا۔ بیشک یہ روحی تڑپ نہین جسمی خواص ہین۔ اِنکی حالت گویا کڑھی کا اُبال ہو۔ مرنے کا رونا ہو۔ اصلیت سے دوری ہو اسی سے یہ ناشکیبی ناصبوری ہو۔ روحانی تڑپ و بیچینی جاتھی بیجا نہ تھی۔ آخر تڑپ تڑپا کامیاب ہوئے واصل ہوئے۔ یہ جسمانی گریہ وزاری ناوقت کی شہنائی نہ حاصل نہ حصول۔ بیکار مہمل فضول ردہو قبول نہین۔ منظور نہین مقبول نہین اسکو اسطرح سمجھایا ہو۔ خود فرمایا ہو وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ ۝ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ ۝ صابرین کے مراتب کا کیا کہنا اور صبر کی کیا بات۔ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ بے صبری سے خدا بچائے الا من لا صبر له فلا ایمان له ۔

گفت پیغمبر خدا ایمان نداد	ہر کرا صبرے نباشد در نہاد

ایمان کے دو حصے ہین۔ صبر و شکر۔ آیہ کریمہ فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ

وَكَانَ كُفُورًا ٥ سے بھی ثابت کہ ذکر وایمان ۔مجموعہ صبر وشکر ہی۔ایک شخص نے
آنجناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے مال مین بہت نقصان
آیا اور مین بڑی مصیبت مین گرفتار ہوا۔حضور نے ارشاد فرمایا۔کہ جس مومن کے مال
مین نقصان نہین ہوتا اور کبھی کسی دُکھ مین نہین پڑتا وہ خیر نہین دیکھتا۔اللہ تعالے
جسکو دوست بناتا ہی۔اُسکی دوستی آزمانے کو اُسکے مال مین نقصان پہونچاتا بدن
آزار دیتا ہر ایک نوع کی تکلیف مین ڈالتا ہی جسمین سچا اور جھوٹا پہچانا جائے۔مومن
اور منکر معلوم ہو۔تابعداری اور نافرمانی کھل جائے۔اور ارشاد فرمایا کہ جو کوئی تین وقت
مین تین کام کریگا اللہ تعالیٰ اُسکو دنیا وآخرت مین نیک نام فرمائے گا۔
جو حکم اللہ تعالیٰ کا اُسکے حق مین جاری ہو اُسپر راضی رہے۔ (وَمَنْ يَتَوَكَّلْ
عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ج۔ فَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۔
جب کسی طرح کے دُکھ ومصیبت مین پڑے صبر اختیار کرے۔(الصبر مفتاح الفرج)
جب کچھ دولت ونعمت ہاتھ آئے شکر بجالائے (لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ)
حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہین کہ جب یمن مین میرے بیٹے نے
انتقال کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خط لکھا مضمون یہ تھا۔اے معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
تم پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو۔چاہیئے کہ اس مصیبت مین صبر وشکر بجالاؤ۔اپنی جان ومال
واولاد کو حق سبحانہ تعالیٰ کا ہدیہ سمجھو۔تمھاری خوشی کو چندروز تمھارے پاس رکھا ہی پھر
اُس پاس جائے گا۔اسمین اگر تم صبر کروبڑا ثواب پاؤگے جو شکوہ زبان پر لاؤگے

کچھ فائدہ نہ کریگا اور ثواب سے محروم رہجاؤ گے۔ ہم سب کو ہر ساعت مالک کی
رضامندی درکار ہے۔ اُسی کے اختیار مین ہمارا کل کاروبار ہے۔ رونے پیٹنے سے
مردہ قبر سے نہین پھرتا ہے۔ اور اپنی موت یاد کرنے سے دُکھ درد کم ہوتا ہے جب اللہ تعالی
کسی بندے کو دوست کیا چاہتا ہے۔ اُسپر بلا اور آفت نازل کرتا ہے۔ کہ اُسکا امتحان
لے اور گناہون سے پاک کرے۔ جسقدر وہ دُکھ مین صبر و شکر بجا لائے گا اُسی قدر
اللہ تعالی کے پاس اُسکی رضامندی کا درجہ پائے گا۔ اچھے نیک بندون پر جب
کوئی آفت پڑتی ہے وہ یہی کہتے ہین۔ رضینا بقضائك فرشتے اس آواز کو
سُنکر خوش ہوتے اُس بندے کی تعریف و توصیف کرتے ہین۔ جب دوسری دفعہ یہی
کہتا ہے حق تعالی اپنے فضل سے اُسپر نگاہ کرتا جواب مین فرماتا ہے لبّیك و سعدیك
مین تیری آرزو برلانے کو موجود ہون جو تیرا مقصد ہو بیان کر مین پورا کرون۔ جب
صابرین کا مرتبہ فرشتے دیکھین گے تمنا کرین گے کہ اگر دنیا مین اللہ تعالی ہمارے
بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا دُکھ پر دُکھ دیتا اور ہم اُسپر صبر کرتے تو آج کے دن اِن صبر
کرنے والون کا مرتبہ پاتے۔ سئل النبی صلے اللہ علیہ وسلم ای الناس
اشد بلاء قال الانبیاء ثم الامثل فالامثل یبتلی الرجل علی
حسب دینہ فان کان فی دینہ صلبا اشتد بلاؤہ وان کان
فی دینہ رقہ هون علیہ فمازال کذلك حتی یمشی فی الارض
مالہ ذنب ؁

نفس مومن اُشغرے[1] آمد یقین	گو بزخم و ربخ زفت[2] ست و سمین[3]
زین سبب بر انبیا رنج و شکست	از ہمہ خلق جہان افزون ترست
چونکہ زکریا ز عشقش دم زدے	کرد در جوف درختش جان فدے
چونکہ یحییٰ ع مست گشت از شوق او	سر بطشت زر نہاد از ذوق او
چون شعیب ع آگاہ شد زین ارتقا	چشم را در باخت از بہر لقا
شکر گفت ایوب صابر ہفت سال	در بلا چون دید آثار وصال
روشن از نورش چو سبطین آمدند	عرش را درین و قرطین آمدند
آن یکے از زہر جان کردہ نثار	وان سر افگندہ براہش مست وار
صد ہزاران کیمیا حق آفرید	کیمیاے ہمچو صبر آدم ندید
ہر کرا و اندر بلا صابر نشد	مقبلے این درگہہ فاخر نشدے
حافظا صبور باش کہ در راہ عاشقی	ہر کس کہ جان ندا د بجانان نمی رسد

ولله درّ قائل

موت جسر موصل آمد سوے یار	مرگ را آمادہ باش اے ہوشیار
وہ چہ خوش باشد کہ سوے شہ روم	واصل درگاہ آن ہمچون شوم

1 اُشغر بضم اول و ثالث سیخول را خوانند جانورے ست کہ خارہاے ابلق بر بدن دارد چون قصد او کنند آن خارہا پراگندہ کند گویند او را چند انکہ بزنند فربہ تر شود ۱۲

2 بمعنی بزرگ ۱۲ — ن — در بعض رسائل بجاے زخم و ربخ زخم چوب مندرج ست ۱۲

3 فربہ ۱۲ منہ

وقت آمد کز جہان بیکسی	پاے کو بان سوے بام اورسی
زین سبب فرمود احمد مجتبی صلی اللہ علیہ وسلم	تحفۃ المومن کہ الموت اے فتا
گر نبودے موت در دنیاے دون	سخت می گشتیم عاجز بس زبون
شکر حق کہ مخلصے بنہادہ است	غرفہ سوے آن جہان بکشادہ است
پس بسوے واحدیت تا احد	سر برآرد از تعین می رہد
منتہے سوے خدا شد زین سبب	ہست رجعی سوے او خوب بے طلب
معنی کل الینا راجعون	فھم کن واللہ اعلم بالفنون

سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ ۰ یہان کون رہا کون رہے گا ؎

سدا نہ پھولین توریان اور سدا نہ ساون ہوے	سدا نہ جوبن تھر رہے اور سدا نہ جیوے کوے
ندی ناو کا بیٹھنا پلک ایک کی پریت	پل مین بچھڑے جات ہین یہی جگت کی ریت
جانا ہی رہنا نہین اور جانا بسوے بیس	ایسے سہج سہاگ پر کون گندھاوے سیس ؎
نشستی بجاے دگر کس بسے	نشیند بجاے تو دیگر کسے

دنیا مقام امتحان دار المحن ہی۔ جس قدر قربت زیادہ ہی رنج وآلام سے واسطہ سابقہ ہی۔ عشق کے جوش وخروش مین بلا بلا نہین۔ عین راحت عین آرام ہی۔ نہ غم نہ مصیبت سے لگاؤ ہی نہ کام ہی ؎

گر خود بہ تلطفم دہی دست	یا خود بہ عقوبتم کنی پست
دل بر نہ کنم ز آشنائی	عمرا ربکنند خلاف رائی

ہرچند کہ آن رخ دل انگیز
بنشاند مرا بآتشِ تیز

از بندگےِ چنان جمالے
آزاد نیم بہیچ حالے

گنجینۂ عشق شد وجودم
بے عشق مباد تار وپودم

آسودہ مباد جانم آن روز
کز درد وغمت نباشدم سوز

مہر تو در استخوان من باد
دردِ تو دوائے جان وتن باد

زہے نصیب کہ محبوب مطلوب کی کرم نمائی یاد فرمائی ہو۔ مبارک وہ دن کہ نازونیاز کی گرم بازاری دل گدازگی جان فرسائی ہوے

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

بس یہی تمنا یہی حسرت ہے۔ آگے تقدیر۔ آیندہ قسمت ہے۔ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ہے

ندارم ذوق رندی نے خیالِ پاکدامانی
مرا دیوانہ خود کن بہر رنگے کہ میدانی

اللہ

یا انیس العاشقین الصادقین
یا رفیق السالکین الشایقین

یا الہ الخلق یا رب البری
انت مجری ما یجری ما جری

انت ربی لیس معبودی سواک
انت حسبی لیس مقصودی سواک

بیکسم بےکس ندارم بے تو کس
اے کس بیکس بفریادم برس

دورم از دنیاے دون دار اے اله   زانکه قربش می نماید دین تباه

وارهان زین مردمان ظاهری   کز برون موسی و پنهان سامری

صحبت شان هست رنج و تاب دل   مونسی ده کاید از وے تاب دل

این دل افسرده ام بیرون فگن   واعط قلبا کان مملو الحزن

آن دلے ده کان بود پر سوز و درد   نے دلے کان باشد از داغ تو فرد

آن دلے ده کان بعشقت در خورست   نے دلے کان بهر درد دیگرست

آن دلے ده کان بمعنی آرمید   نے دلے کان در پے صورت دوید

آن دلے ده کان رهید از ما سوا   نے دلے کان آرمید اندر هوا

نورم اندر سینه چون قندیل نه   رفعت اندر محفل تبجیل ده

در دل افگن ز آتش عشق تو سوز   دل به بزم تن چو شمع بر فروز

آن چنان کن خانهٔ تن منهدم   کاید از هر سو درو نور قدم

سر بلندی ده چو آهِ من مرا   سوے خود بنماے راهِ من مرا

من نخواهم مال و جاه و طمطراق   سوز خواهم درد خواهم اشتیاق

ذرهٔ در دم ده اے درمان من   زانکه بیدردم بمیرد جانِ من

کفر کافر را و دین دیندار را   ذرهٔ دردِ دل عطار را ه

تسبیح ملک را و صفا رضوان را   دوزخ بد را و بهشت مر نیکان را

دنیا جم را و قیصر و خاقان را   جانان ما را و جان ما جانان را ه

تا کسے بہ غم رخ تو خون شوید دل	آرزا رجفاسے تو بہ جان جوید دل
بخشاسے کزآسمان سنے باروجان	رحم آرکہ اززمین سنے روید دل

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

خواہی زفراق درفغان دارمرا	خواہی زوصال شادمان دارمرا
من با تونگویم کہ چسان دارمرا	زان سان کہ دل تست چنان دارمرا

اللھم انی اسألك الشوق الی لقائك ولذة النظر الی وجهك الکریم

آمین آمین یارب العلمین بحرمة سید المرسلین وآله الطاهرین

واصحابه الراشدین واولیاء امته اجمعین برحمتك یاارحم الراحمین

قالوا انا لله وانا الیه راجعون

صورت ازبے صورتے آمد برون

باز شد کانا الیہ راجعون

تمام شد



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ



هوالنور المُبین

اللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

	از ہمہ اوہام وتصویرات دُور		نور نور و نور نور و نور و نور	

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ

حسن لیلیٰ گر ندانی از قتیل عشق پرس
درد مجنون گر ندانی از من شیدا شنو

نیستی سے ہستی کا اظہار۔ بیرنگی سے نیرنگی کا ظہور۔ عدم سے وجود کا نمود وحدت سے کثرت کے مراتب۔ یہ شور و شر۔ نفع و ضرر۔ امانت خیانت۔ محبت نفرت اُسی ایک حسین مہ جبین پردہ دار پردہ نشین کی ناز آفرینیان۔ سحر سازیان ہین۔ اُسی نگہ ناز کا جادو اُسی شاہد مقصود کی شوخیان۔ جلوہ نمائیان ہین۔ تنزلات ستہ عروج و نزول۔ ہجر و وصال۔ طلب و حصول۔ دریاے حقیقت کی مجازی لہرین

مقامی سیرین ہین ؎

غرض ہوتے ہوتے ہوئے آپ ایسے	کہ آخر کو جان جہان ہو گئے
یہی جہان آب و گل یہی جان نورِ دل ہے ع	جملہ عالم چون تن وجان ست دل ؎
تن زجان وجان ز تن مستور نیست	لیک کس را دید جان دستور نیست

عرفان حقیقی اپنی جان - اپنی پہچان - جب تک خودی سے کام ہے آپ اپنا حجاب ہے جب آپ آپ نہ رہے - نہ حجاب ہے نہ نقاب ہے - اس جدائی اعتباری کا نقاب اُلٹنا ہو تو صاف صاف صدا ہو ؎

بیا اے عشق و آتش زن دل افسردہ مارا	بنور خویش روشن کن چراغ مردہ مارا

خواص اسمائیہ کا باعث کہ وہی نور دل درد دل سے منقلب ہوا - کیا اُلٹ پھیر دور حسن جذب عشق ہے کہ کہان سے کہان پہونچایا - کالبد خاکی مین امانت رکھی گئی اُدھر لَقَدْ کَرَّمْنَا کا نیاز - اِدھر ظَلُوْمًا جَهُوْلًا کا ناز ہوا - اب تعینات کے مدارج کہ اس ناز و نیاز کا نام - امید و بیم - خوف و رجا - فنا و بقا - ہستی و نیستی اور نہ معلوم کیا کیا ہے - کہین مارا - کہین جلایا - دیوانے اچھے کہ ہر حال مین لطف اُٹھایا ؎

اے ترا با ہر دلے رازے دگر	ہر گدا را بر درت نازے دگر
در رباب عشق تارے بیش نیست	ہست ہر جا نغمہ و سازے دگر

ہان اے نور دل - درد دل کی صورت ہو - بیتابی بیقراری کی حالت ہو - کچھ یاد ہے کہان تھے کہان آئے ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو		ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیان	

ہان اے دوست انقلاب زمانہ مسلم اور ضرور مسلم ہے

درین حدیقہ بہار و خزان ہم آغوش ست		زمانہ جام بدست و جنازہ بردوش ست	

ہماری مفقود الخبری مین کیا شک وشبہ۔ واللہ اب بھی اپنی خبر نہین۔ اب کیا ہے جب کیا تھا ہے

	کچھ نہین کھلتا مجھے مین کون ہون	صورتِ حیرت ہون یا شکل جنون	

یہ سوال کا جواب نہین۔ سوز و طپش درد و اشتیاق ہے۔ سوال جواب سے جواب۔ جواب الجواب سے فراق ہے۔ تعلیل و معلل کا دماغ کہان۔ اب یہ علت نہ رہی معلول مدلول کا علیل کون۔ اب وہ علالت نہ رہی۔ کسی مرحلے کے طے کرنے کی نہ قوت نہ طاقت نہ خواہش نہ رغبت ہے

فارغ البال ہوئے سب سے فراغت پائی		اے مسیحا ترے بیمار نے صحت پائی	

نئے شعبدون۔ تازے کرشمون نے نازونیاز کی بھی مہلت نہ دی۔ وہی طرز کرم۔ وہی لطف اتم۔ وہی وہ۔ وہی ہم مصرع خوب شد اسباب خودبینی شکست مدت ہوئی کہ حضوری احکامات اور سرکاری توجہات نے پژمردہ خاطر۔ افسردہ دل۔ اور مضمحل سا تو ضرور کردیا تھا مگر تڑپ باقی۔ بیچینی موجود تھی۔ اب کچھ دن ہوئے کہ آخری توجہ نگاہِ ناز نے سب پڑھا لکھا بھلایا۔ بے ٹھکانے تھے ٹھکانے لگایا ہے

یاد تو اے نگار چہ معجون حکمت ست		کز ہرچہ خواندہ ایم فراموشی آورد	

جب نہ سمجھے تھے اب سمجھے - کہ یہ مٹانا نہین - بنانا ہی - عین شفقت عین رحمت ہے

سپرد جائے تو ہرکس ز بزم بیرون رفت تو ئی بہ جائے ہمہ ہیچکس بجائے تو نیست ع

سب سے بیگانہ ہی اے دوست شناسا تیرا خیالی ایذا - خلجانی حالت - کشمکشی سے رہائی ہوئی - نہ مرنے کا غم - نہ جینے کی خوشی - درد دل مونس - بیکسی شفیق - نہ تمنا نہ حسرت - نہ طلب نہ خواہش - آنکھین دیکھین یا نہ دیکھین - کان سُنین - یا نہ سُنین - پاؤن چلنے سے جواب دین - ہاتھ اُٹھنے سے معذور ہون - کسکی تیمارداری - کون مریض - زندگی کیسی - موت کیا ہے

جان بسے کندی و اندر پردۂ زانکہ مُردن اصل بُدنا وردۂ

تا نمیری نیست جان کندن تمام بے کمال نردبان نائی ببام

چون نمردی گشت جان کندن دراز مات شو در صبح اے شمع طراز

بہر آن گفت آن رسُول خوش پیام رمز موتوا قبل موت یا کرام

بے حس و بے گوش و بے فکرت شوید تا خطاب ارجعی را بشنوید

موج خاکی فہم و وہم و فکر ماست موج آبی صحو و سُکر ست و فناست

تا درین فکرے ازان سُکرے تو دور تا ازین مستی ازان جامے نفور

جو ہونا تھا ہُوا - جو ہونا ہو - ہو - یہ زبانی باتین نہین - واقعی حالت ہے

شاہد بیکسی محتشم این بس کہ ز درد مُردہ و بر سر او نوحہ گرے پیدا نیست

آہ کہان ہی وہ گھڑی - جب کسی بیدادگر سے آنکھ لڑی - خواب تھا یا بیداری غفلت تھی

یا ہشیاری۔ کچھ بھی ہو۔ نیک ساعت اچھا وقت تھا ؎

انچہ من دیدم عیان مست و خراب	ہیچکس ہرگز نہ بیند این بخواب
انچہ من دیدم نیارم گفت باز	زین عجائب ترنہ بیند ہیچ باز
ہیچ نشنیدم چو بشنیدم ہمہ	من نہ دیدم گرچہ من دیدم ہمہ
چون نمیدانم چہ گویم بیش ازین	گرچہ اورا دیدہ ام من بیش ازین
منکہ اورا دیدہ یا نادیدہ ام	درمیان این و آن شوریدہ ام

یہ حیرت بھی تصور ذہنی سے نہین۔ خواب کی سچی تعبیر ہی۔ یہ خواب خیال نہین۔ صورت تصدیق جلوہ پذیر ہی۔ بے سرپائی دیوانگی سے کام کیا یہ سراپا سراپا سوز و قلق مجسم شوق واشتیاق ہی۔ عقل و فرزانگی کا نام کیا۔ دل بے قابو۔ دردمند چشم ہمہ تن انتظار۔ نظارے کی مشتاق ہی۔ یہ خلش اُسی کماندار کے تیر مژگان کی مبارک یادگار یہ کرشمہ اُسی نگہ ناز کا باقی کہ چشم بیخواب دل بیقرار ؎

عیش کا نام لے نہ تو ہم سے	ہم کو فرصت کہان ترے غم سے
جب سے عالم ترا نظر آیا	اُٹھ گیا جی تمام عالم سے

عالم و عالمیان کا بہانہ واقعی حسن و عشق کا فسانہ ہی۔ بظاہر حسن عشق کا واو مغائرت پر دال ہی۔ حقیقۃً ایک الف کے سوا نہ واو ہی نہ دال ہی۔ مانا کہ دال اور واو سے دوئی کا عکس پڑتا۔ غیریت کا جلوہ نظر آتا ہی۔ مگر یہ شرکت سوز درمیانی الف یکرنگی کا رنگ رچاتا۔ توحید کا نقشہ جماتا ہی ؎

در دل و در جان توئی اے جان من	در دل من ساختی خود را وطن
من برون رفتم درون شد جاے تو	نفی گشتم من نہ ہستیہاے تو
نیستم من ہرچہ ہستی پس توئی	چون یکے باشد کجا ماند دوئی

یہ بھی نہ سہی تو ایک منطقی مغایرت ہی- کل وجزو کی سی نسبت ہی ؎

در حقیقت نسب عاشق و معشوق یکیست	بوالفضولان صنم و برہمنے ساختہ اند
یک چراغ ست درین خانہ کہ از پرتو آن	ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

رسالت کی صورت یہی حسن وعشق کا حجاب ہی- شریعت کا ادب یہی پردہ یہی نقاب ہی- ورنہ کون محدود- کسکی غایت ہی- بیحد کون کسکی نہایت ہی مظہر اتم جامع انوار حسی ومعنوی کا کیا صاف صاف ارشاد ہی ماعرفناک حق معرفتک شیراز کی بادۂ ناب ؎

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایان	بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچنان باقی

اُسی سر الوجود اصل ہر بود کا راز و نیاز- فرمایا یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃً غیر ربی- {عرفت ربی بربی- یا من دل علی ذاتہ بذاتہ ع آفتاب آمد دلیل آفتاب} خوش گفتہ است ؎

فتنہ انگیزی و دامن درکشی	تیر اندازی کمان پنہان کنی

ستر ہزار حجابات سے بے پردہ فرمایا- حجاب مین بے حجابی کا انداز سکھایا- خوب فرمایا نہایت خوب فرمایا- ولقد خلقت الدنیا واھلھا لاعرفھم کرامتک ومنزلتک عندی ولولاک ما خلقت الدنیا ؎

ہم چو شبنم آمد از بحر وجود	خلق عالم از طفیلش در وجود
نور او مقصود مخلوقات بود	اصل مبدا از ذات موجودات بود
آفرینش را جز او مقصود نیست	پاک دامن تر از و موجود نیست
در پناہ اوست موجود یکہ ہست	در رضاے اوست مقصود یکہ ہست

اب خونریزی کی ابتدا فتنہ و فساد کی بنیاد قائم ہوئی۔ ابوالبشر اور اُنکی ذریت سے میثاق کی ٹھہری۔ الست بربکم کی دلفریب آواز کانون مین گونجنے لگی۔ متعدد صف بندیان ہوئین۔ اس دلکش آواز نے بعض کو ایسا مست و بیخود بنایا کہ ارواح سے اسباب و برزخ تک اسی بیخودی سے کام رہا ؎

مپندار اینکہ حیرت از دل عاشق رود ہرگز	بہ چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

تعینات کی راہین ہوئین۔ مراتب کے دروازے کھلے۔ ہوش والون کو ادب سے کام دیوانون سے جدا نامہ و پیام۔ اُس نورِ مطلق نور نورٌ علی نورٍ کی اتباع کا ارشاد ہوا۔ اس فرمان سے کوئی بھی نہ بچا۔ کلام عام تھا قبول خاص ہوا۔ خاص امین تابعدار ہوئے۔ مومنین کے خطاب مین آئے۔ عام خائن نافرمان ٹھہرے۔ منافقین مشرکین کے عتاب مین آئے۔ وہ یَتُوبَ اللّٰہُ کے مصداق بنے۔ یہ یُعَذِّبَ اللّٰہُ خَتَمَ اللّٰہُ کے عذاب مین آئے۔ ہان یہی وہ امانت ہی کہ پہلے نوری محافظت اطاعت۔ پھر قولی فعلی تبعیت محبت کی صورت ہوئی۔ صحف منزلہ کتب آسمانی شاہد کہ حضرات نوح

لہ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝

وموسیٰ علیہم السلام مین کس کا جلال حضرت خلیل وعیسیٰ علیہم السلام مین کس کا جمال ہی مقصود بالذات کیا بالعرض کون کون صاحب کمال ہی۔ ہرعرض مین ذات کے جلوے۔ سب کے سب مظاہر اسما ہین۔ ہر فرد مین فرد الافراد اصل وکل ہی۔ نسبت بُو وگل ہی ع در میکدۂ وحدت جز فردنمی گنجد ٭ شرائع مختلفہ مین توحید ذاتی کی تعلیم امم ماضیہ مین ایک کی پکار۔ یہ اُسی ایک کا جلوہ اُسی ایک کا اظہار۔ کہ شان بیرنگی کا وہی رنگ۔ بزم عالم کا وہی سراج منیر ہی۔ کہین عزیز ونصیر کہین بشیر ونذیر ہی ؎

نمی گویم درین گلشن گل وباغ وبہار ازمن	بہار ازیار وباغ ازیار وگل ازیار ویار ازمن

رہا ناسخ ومنسوخ۔ وہ فروعات سے شاد وآباد۔ یہان اصل وفرع ذات وصفات سے مراد۔ جن مین وقیعی تعلق حقیقی نسبتین ہین۔ نہ عملیات معاملات جو عارضی اضافتین ہین ؎

درمعانی قسمت واعداد نیست	درمعانی تجزیہ وافراد نیست
اتحاد یار بایاران خوش ست	پائے معنی گیر صورت سرکش ست
صورت سرکش گدازان کن برنج	تا بہ بینی زیر آن وحدت چو گنج

مقصود بالذات ذات ہی نہ صفات۔ ذات سے صفت کل سے جزو۔ اصل سے فرع مجازاً تعلق قریبہ نسبت قویہ اتحاد جنسیہ کے پابند۔ حقیقۃً عین آزادی یکرنگی کی اصلی شان ہی۔ اس عینیت غیریت مین نئی ادا نرالی جان پہچان طرفہ آن بان ہی ؎

ازحق جز حق دگرچہ روید بابا	ازحق جز حق دگرچہ گوید بابا
درشدت این ظہور ہچو صفت	حق را جز حق دگر کہ جوید بابا

حالت کے مطابق مجالی کے اعتبار سے رسالت سے کام لیا۔ بے حجابی ہوئی حجاب نہ گیا۔ تصدیق رسل ادب والون احسانمندون کا حصہ ہوا۔ بے ادبون احسان فراموشون کو خفت ہوئی۔ ذلت ہوئی۔ رسولون کا ماننا عین واجب الوجود کا ماننا تھا۔

چون خدا اندر نیاید در عیان	نائب حقند این پیغمبران
نے غلط گفتم کہ نائب با منوب	گر دو پنداری قبیح آید نہ خوب
نے دو باشد تا توئی صورت پرست	پیش او یک گشت کز صورت برست
چون بصورت بنگری چشمت دو است	تو بنورش در نگر کان یک تو است
لاجرم چون بر یکے افتد بصر	آن یکے باشد دو ناید در نظر
نور ہر دو چشم نتوان فرق کرد	چون کہ بر نورش نظر انداخت مرد

امانت دار فرمان بردار تھے محبوب ہوئے[1]۔ مغضوب ہوئے[2]۔ ماننے والے امانت دار ایمان دار ٹھہرے۔ قربت ہوئی۔ وصلت ہوئی لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ط

حبذا ارواح اخوان ثقات	مسلمات مومنات قانتات
ہر کسے روئے بسوئے بردہ اند	وین عزیزان رو بہ بیسو کردہ اند
ہر کبوتر می پرد در مذہبے	وین کبوتر جانب بے جانبے

[1] لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۱۲

[2] يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ط

ہر عقابے می پرد از جا بجا	وین عقابان راست بیجاے سرا
مانہ مرغانِ ہوا نے خانگی	دانۂ ما دانۂ بے دانگی
زان فراخ آمد چنین روزیٔ ما	کہ دریدن شد قبا دوزیٔ ما

مجاہدہ محاسبہ صبر و شکر۔ توکل رضا بالقضا بہت سی ایمان کی شاخین ہوئین محبت والون نے اعلیٰ شاخ اصل درخت عشق سوز درد کو سمجھا۔ خوب سمجھا بہت خوب سمجھا۔ درد ہی ایمان۔ ایمان کی جان ہی۔ یہی جان جانِ جانان کی امانت ہی پہچان ہی۔ عطار کی روح گلاب سے

ساقیا خون جگر در جام کن	گر نداری درد از ما وام کن
عشق را دردے بباید پردہ سوز	گاہ جان را پردہ در گہ پردہ دوز
ذرۂ عشق از ہمہ آفاق بہ	ذرۂ درد از ہمہ عشاق بہ
عشق مغز کائنات آمد مدام	لیک عشق آمد نہ بے دردے تمام
قدسیان را عشق ہست و درد نیست	درد را جز آدمی درخورد نیست

بیشک انسان ہی نے اس امانت کو اُٹھایا۔ جو ظالم و جاہل کا خطاب پایا۔ انسان انسانِ کامل سے مراد جو عہد کا پابند امانت دار ناکام نامراد ہی۔ یہی ناکامی کام نامرادی مراد ہی۔ یہ مرادنہین خطاب ہی۔ واللہ عذاب مین ثواب ہی۔ مخاطبت عام۔ مراد خاص۔ ظلوماً جہولا کا پُر لطف عتاب۔ اِس تخصیص کا صاف قرینہ ظاہر دلیل۔ جامی کا جام شراب سے

ظلم او آنکہ ہستیٔ خود را		ساخت فانی بقاے سرمدرا	
جہل او آنکہ ہر چہ جز حق بود		صورت آن ز لوح دل بزدود	
نیک ظلمیکہ عین معدلت ست		نغز جہلے کہ عین معرفت ست	

مولانا کی زبان سے تبریزی اسرار سے

ظالم ست او بخود و بر جان خود		ظلم بین کز عدلہا گوے برد	
جہل او مر علمہا را اوستاد		ظلم او مر عدلہا را شد رشاد	

اب انسان حیوان صفت سے خطاب پُر عتاب - اَوَلَمْ يَرَ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ٥ مولانا کا فلسفہ سے

آدمی را آدمیت لازم ست		عود را گر بونباشد ہیزم ست	
آدمیت لحم و شحم و پوست نیست		آدمیت جز رضاے دوست نیست	

کل بدعة ضلالة میں بھی بعض کی جھلکیں - خاص کی کرنیں ہیں - کل انسان حیوان وبعض الحیوان انسان - یہ عقلی فیصلہ - دماغی تحقیق ہر اب مومنین کی توفیق توبہ - منافقین مشرکین کے وعدۂ عذاب میں اسی امانت خیانت مقبولیت مردودیت کا قدم درمیان - کہ فرق زمین و آسمان بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ۚ یہ جمع و تفریق اُسی ایک کی توفیق کا ارادۂ ازلی غالب - جو ہونا تھا ہوا - کرنا تھا کیا سے

انچہ در روز ازل گشتہ قلم		حک نگردد بعد ازان حرف رقم	
انبیا چون جنس علیین بُدند		سوے علیین بجان و دل شدند	

کافران چون جنس سجین آمدند	سجن دُنیا را خوش آئین آمدند
زانکہ ہر مرغے بسوے جنس خویش	میرود او در پس و جان پیش پیش

بہ تبعیت عین رسالت عین ایمان عین عشق عین درد- یہی درد امانت یہی سوز وراثت ہی- اسی ورثہ مین تقلیدی ایمان کا حصہ ملا- دردِ دل سے کام رہا- استدلال کی ضرورت نہ رہی- مشاہدہ کی قابلیت نہ ہوئی- بے خبری مین عمر گذری خبر نہ ہوئی- اپنی ہستی موہوم- معشوق کا دہن یا کمر ہوئی- کہہ اور نظر نہ آئی- رہی اور خبر نہ پائی- یہ رہنا پانا بھی بیخبری کی خبر نہین شوق کی دلیل ہی- آپ کہتے آپ سنتے ہین قال ہی نہ قیل ہی ؎

ہستی ہماری اپنی فنا پر دلیل ہی	یان تک مٹے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوئے

وجودات عالم وجود حقیقی کے ظلال و پرتو سہی- یہان عرفان حقیقی مین کس کا خطاب کس کی نقاب- جب سایہ غائب آفتاب ہی آفتاب ہی ؎

گر ترا پیدا شود یک فتح باب	تو درون سایہ بینی آفتاب
سایہ در خورشید گم بینی مدام	خود ہمہ خورشید بینی والسلام
من کہ نے من ماندہ ام نے غیر من	برترست از عقل شر و خیر من
گم شدم در خویشتن یکبارگی	چارۂ من نیست جز بیچارگی
آفتاب فقر چون بر من بتافت	ہر دو عالم گم زیک ارزن نیافت
من چو دیدم پرتو آن آفتاب	من نماندم باز شد آبی باب
ہر چہ گاہے بُردم و گہ باختم	جملہ در آب روان انداختم

قطرہ بودم گم شدم در بحر راز	می نیابم این زمان آن قطرہ باز
محو گشتم گم شدم ہیچم نماند	ذرہ در دل جسم و پیچم نماند

اب امانت کیا۔ کسکی امانت۔ کون امانت دار ہی۔ کیسی بیخبری کہان کی خبر کون خبر دار ہی ہ

او در دل من ست و دل من بدست اوست	چون آئینہ بدست من و من در آئینہ

این ما و تو برائے گفتن ست۔ خوش گفت آنکہ گفت ہ

اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من	این حرف معما نہ تو خوانی و نہ من
ہست از پس پردہ گفتگوے من و تو	چون پردہ برافتد نہ تو مانی و نہ من

یہ اُسی محبت قدیم کا باعث کہ عالم خواب و خیال مین اتنی باتین ہو گئین۔ ورنہ بات چیت کی حالت کہان۔ وہ ہم کہان۔ وہ طبیعت کہان۔ اب کنج خموشی ہی اور ہماری آہین انتظار کی آنکھین۔ حسرت کی نگاہین۔ یہ بھی غلط ہم کون ہین۔ کہان ہین کیسی ہین۔ کس کا انتظار۔ کسکی نگاہین۔ کیسا پیار ہ

راز اب کیسا کہان کا سوز و ساز	چشم واکن اے دل ناز و نیاز

آہ۔ یہ آہ بھی سوز درون کی علامت۔ درد دل کی بیقراری ہی۔ کسی پردہ نشین کی پردہ دری نہین۔ پردہ پوشی۔ پردہ داری ہی ہ

یہ نہ سمجھو کہ آہ کرتا ہون	ہ	دل لگانے کی راہ کرتا ہون
عاشقم بر رنج خویش و درد خویش		بہر خوشنودی شاہ فرد خویش
خاک غم را سرمہ سازم بہر چشم		تا ز گوہر پُر شود دو بحر چشم

من حلالش کردم از خونم بریخت — من ہمی گفتم حلال۔ اوی گریخت
چون گریزانی زنالۂ خاکیان — غم چہ ریزی بر دل غمناکیان
اے جہانِ کہنہ را تو جانِ نو — از تن بیجان و دل افغان شنو
ناخوشِ او خوش بود در جانِ من — جان فدائے یار دل رنجان من

کیسے مضامین۔ کہان کا چھپنا چھپانا۔ یہان تو چھلنے سے چھپنا بہتر۔ یہ بہتر۔ بد تر۔ یہی اپنا تصور۔ اپنا خیال ہے۔ عقل جزئی کی گڑھت۔ وہی وبال ہے یہ ہونے کی باتین نہ ہونے مین کہان سے ہون۔ یہ ہونا۔ نہ ہونا بھی خالی از علت نہین ہان صرف یکسوئی ہی دفع علت ہے۔ اب الجھن نہین وقت نہین

گہ جانب کعبہ می دوانی ما را — گہ بر در دیر می نشانی ما را
این ہر دو صفت لازمۂ ہستی ماست — آن بہ کہ ز خویش وارہانی ما را
از خودی بگذر کہ تا یابی خدا — فانی حق شو کہ تا یابی بقا
جوے دیدی کوزہ اندر جوے ریز — آب را از جوے کے باشد گریز
آب کوزہ چون در آب جو شود — محو گردد در وے و جو او شود
وصف او فانی شود ذاتش بقا — زین سپس نے کم شود نے بد لقا
گر ترا باید وصال راستین — محو شو واللہ اعلم بالیقین

اِنَّا لِلّٰہِ ثُمَّ اِنَّا لِلّٰہِ

صورت از بے صورتے آمد برون — باز شد کانا الیہ راجعون



نمبر ۱

ھُوَ الۡعَلِیُّ الۡحَکِیۡمُ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ ھُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡھُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡھِمۡ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیۡھِمۡ وَیُعَلِّمُھُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ

اے دوست قبولم کن و جانم بستان — مستم کن و از ہر دو جہانم بستان
با ہر چہ دلم قرار گیرد بے تو — آتش بمن اندر زن و آنم بستان

راگ روکھار کھاند موہو — جن سپنے انکے بس ہو ہو
جنم مرن جہان لگ جنجالو — سمپت بپت کرم اور کالو
دھرن دھام دہن پریوارو — سرگ نرگ جہان لگ بیوہارو
دیکھیے سنیے گنیے من ماہین — موہ دل پر ماہت ناہین

سوجانے جنہنے دیوجنائی	جانت تم ہین تم ہین ہوے جائی		

آیۂ قرآنی مندرجۂ عنوان مین کتاب سے مراد احکام شریعت ظاہرییا درحکمت سے مراد احکام باطنی۔ سلوک طریقت۔ تصفیۂ باطن۔ تزکیۂ نفس تہذیب اخلاق اور حقایق ومعارف ہین۔ اور یہ ظاہر کہ اصلاح ظاہر وباطن فلاح دین ودنیا کے علاوہ کہ جسپر انسانی حیات وممات کا دارومدار اور بالآخر اسی پر انجام کار ہی اور کلام ربانی جس اصلاح کا بیڑا اُٹھا تا پکار پکار کے اپنی طرف بلاتا ہی انسان کے لیے اور کوئی بات منتظرہ باقی نہین۔ تولامحالہ ماننا پڑا کہ دین اسلام ناسخ الادیان[1] اور شریعت محمدی اکمل الشرائع ہی کما قال اللہ تعالیٰ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط دنیا مین جسقدر ادیان وملل ہین اُن کے عملیات

[1] ناسخ سے یہ مراد نہین کہ انبیاے ماسبق کے احکامات ناکمل اور غیرضروری تھے (قرآن نے ان احکامات کی خود تصدیق کی ہی جیسا کہ اس آیۂ قرآنی سے ظاہر ہی مصدقا لما بین یدیہ) کسی نبی کا آنا زمانے اور زمانے والون کی حالت کے مناسب ہوتا ہی زمانہ کی ضرورتین یکسان نہیں تغیرات ضروری ہیں اور زمانے کے مناسب انسان اور اُسکی ضرورتین نہین اور اُنکے احکامات بھی دحکا نزول منجانب اللہ ہوتا ہی ضروری اور لازمی ہین تاکہ دور انتظامی نہایت خوبی اور حسن اسلوبی سے جاری بھی ہو اور ختم بھی ہوجائے۔ رہا آیندہ کے لیے اس سلسلہ کا منقطع ہونا اسکی قوی وجہ یہ ہی کہ قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہی۔ جو انسان کی (موجودہ وآیندہ) درستی معاش ومعاد کے لیے قیامت تک کافی ووافی ان الدین عند اللہ الاسلام قہ ہر مذہب مین تین باتین ہوتی ہیں اعتقادات۔ عملیات معاملات۔ مقدم اور ضروری اعتقاد ہی گویا مذہب ایک درخت ہی اعتقاد جسکی جڑ۔ عملیات شاخین۔ اور معاملات پھل پھول پتیان جب جڑ ہی نکمی و بودی ہوئی تو درخت کی بالیدگی بارآوری سرسبزی وشادابی معلوم وظاہر۔ ہماری ان تحریرات مین گو اصول اسلامیہ پر بہت کچھ روشنی ڈالی گئی ہی مگر پھر بھی صرف دو اہم امور مندرجۂ ذیل پر توجہ دلاتے ہین منصفین اگر سچی نگاہون سے دیکھین سوچین سمجھین غور فرمائین گے تو یقینی فلاح دین و دنیا اور نجات اخروی کے مستحق ہون گے ورنہ تعصب و ہٹ دھرمی بیجا ضد و ناحق کوشی سے مجبوری فناجاری ہی (۱) اصول ملت اسلامیہ مین کوئی بات منجملہ ممتنعات عقلیہ کے ممکن اور ضروریات عقلیہ کے ممتنع نہیں (۲) قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہی جو انسان کی درستی معاش ومعاد کے لیے قیامت تک کافی ووافی وما علینا الا البلاغ ۱۲ منہ

ومعاملات کی جانچ پرتال خود اُن کے اصول مذہبی کی کسوٹی سے ہوجاتی ہی اور پرکھنے والے پرکھ لیتے ہین کہ یہ واقعی اصلی سونا ہی یا ملمع کیا ہوا پیتل - دراصل چاندی ہی یا سیمابی قلعی - اور یون تو اپنی جنس کو (کھوٹی ہو یا کھری) کوئی بھی ناکارہ نہین کہتا - کہنا کیا اُسپر نازان اور فرحان ہی - کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ ہ و للناس فیما یعشقون مذاھب (انسان جس چیز کو محبوب رکھتا ہی اُس مین اُسکے لیے بہت سی راہین ہین) خیر باشد - کھری ہو یا کھوٹی - ہمین اس سے کام نہین - یہان تو ہم ہین اور ہمارا مذہب اسلام - ہماری اطاعت اور اُسکے احکام

وللہ در قائل ؎

ترکت للناس دنیاھم ودینھم	شغلا بحبک یا دینی و دُنیائی ؎
شدست سینہ ظہوری پُر از محبت یار	برائے دیدن اغیار در دلش جانیست

تصوف

عَرب مین صوفہ کمل کے ٹکڑے کو کہتے ہین - صوفی کی نسبت اِسی وجہ سے ہی - جیسے کوفہ سے کوفی - عہد تابعین مین یہ لقب ہوا - حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین صوفی نہ کہتے تھے مقرب بولتے تھے - معنے ایک ہی ہین کما قال الشیخ العارف صاحب عوارف المعارف الصوفی ھو المقرب بعض نے فرمایا کہ صفائے باطن کی وجہ سے صوفی کو صوفی کہتے ہین اور بعض نے

کہا کہ صوفی کو صفہ سے لیا ہی۔ یہ نسبت اصحاب صفہ کی طرف ہی۔ تصوف کا پہلا درجہ قول سے متعلق ہی۔ دوسرا فعل سے تیسرا حال سے۔ اسی پہلے کو فلسفۂ تصوف یا شریعت[1] کہتے ہین۔ اور تقسیم یا مدارج علمی ہین اسی کا نام علم اقوال ہی۔ دوسرا علم افعال (اسی درجے مین اخلاق رذیلہ اخلاق حسنہ سے بدل جاتے ہین) یہ طریقت ہی۔ تیسرا علم احوال یہ حقیقت ہی۔ اسی حقیقت کا انکشاف معرفت کہلاتا ہی جسکی صفت ہی من عرف ربّہٗ فقد کلّ لسانہ ع کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد*ولی کا اطلاق انھین مدارج[2] ثلاثہ پر محیط ہونے سے ہوتا ہی ولا یکون ولیا مالم یکن متبعًا للنبیّ قولًا و فعلًا و حالًا یعنے ولی جب ہی ہوگا کہ قول و فعل و حال مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہو۔ اخلاق اللہ سے متخلق ہونا موتوا قبل ان تموتوا کا مصداق ہونا تصوف کی غایت تصوف کی جان ہی۔ (یہی تصوف کا آخری درجہ

---

[1] فلسفۂ تصوف کی تعبیر شریعت سے باعتبار مدارج علمی ہوئی ہی۔ کہ ابتدائی مرحلہ قیل و قال سے متعلق ہی ورنہ ہر شی کا فلسفہ جداگانہ ہی۔ جو باعتبار اصل شی مغز شی سے موسوم ہوگا جیسے کہا جاے اسلام و اصول اسلام یعنے مذہب و فلسفۂ مذہب تصوف و اصول التصوف یعنے تصوف و فلسفۂ تصوف۔ اب اس اعتبار سے غایت تصوف یا اصل تصوف فلسفۂ تصوف کہلائیگا اور چونکہ تصوف علم حسّی نہین عملی و وجدانی ہی لامحالہ اسکا انکشاف عمل ہی سے ہوگا نہ قیل و قال سے ع ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامی دارد*فافہم ۱۲ منہ

[2] امام حجۃ الاسلام ابو حامد محمد الغزالی الطوسی قدس سرہ نے فرمایا کہ شریعت طریقت حقیقت کی مثال اخروٹ کی سی ہی۔ اخروٹ کے اوپر کا چھلکا شریعت سمجھو اندر کا باریک چھلکا طریقت۔ مغز حقیقت اور مغز کا مغز (روغن) معرفت جانو۔ بلا اوپر کا چھلکا نکالے اندر کا باریک چھلکا صاف نہوگا۔ اور جب تک باریک چھلکا نہ نکلے مغز میسر نہ آئیگا۔ اور بلا مغز روغن ہاتھ نہ لگے گا۔ ایسے ہی مقدم شریعت ہی بلا شریعت طریقت حقیقت معرفت کوئی بھی نصیب نہ ہو۔ طریقت سے پھسلنے والا شریعت مین رُک جاتا ہی مگر شریعت کی لغزش سے کہین بھی پناہ نہین۔ جو دونون کا جامع ہی وہی انسان کامل کہلاتا ہی ع برکفے جام شریعت برکفے سندان عشق* ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن ۱۲ منہ

حال سے متعلق ہی اور یہ حواس کے معطل ہونے اور حواس باطنی کی بیداری پر موقوف

زانکہ در عالم خدا دانی	جہل علم ست و علم نادانی

قال الغزالی رحمہ اللہ فی الاحیاء العلوم اعلم ان ھذا من عجائب اسرار القلب ولا یسمح بذکرہ فی علم المعاملۃ وقال المولوی المعنوی فی المثنوی

حِس دنیا نردبانِ این جہان	حِس عقبے نردبان آسمان
صحتِ این حس بجوئید از طبیب	صحتِ آن حس بجوئید از حبیب
صحتِ این حس ز معموری تن	صحت آن حس ز تخریب بدن
شاہ جان مر جسم را ویران کند	بعد ویرانیش آبادان کند
آیت ہستی چہ باشد نیستی	نیستی بگزین گرابلہ نیستی
سایہ ہاے کو بود جویاے نور	نیست گردد چون کند نورش ظہور
ہمچنین جویاے درگاہ خدا	چون خدا آید شود جوینده لا
زندگی در مردن و در محنت ست	آب حیوان در درون ظلمت ست
آئینہ دل چون شود صافی و پاک	نقشہا بینی برون از آب و خاک

دل محل ادراک ہی یا نہین۔ اور اگر ہی تو اشیاے محسوسہ و غیر محسوسہ مین یکسان ادراک حاصل ہی یا کم و بیش۔ حواس و دل کے ادراک مین کیا تفاوت ہی۔ حواس خمسۂ ظاہری کے معطل ہونے مین ادراک کی صورت کیا ہوتی ہی ایسے ہی اور بہت سے سوالات یا اعتراضات ظاہر بینون نے پیدا کیے اور چاہا کہ اقلیدس کی طرح چند اصول موضوعہ

[illegible]

نہو تو صاف صاف نہایت زور شور سے انکار کر دیا جائے کہ یہ سب خیالی ڈھکوسلے اور وہمی منصوبے ہین باقی کچھ بھی نہین۔ بیشک مادہ پرست خوب سمجھے اور ایسا سمجھے کہ کچھ بھی نہ سمجھے اور یہ نہ سمجھے کہ یہ کرنے کی باتین کہنے مین نہ آئین گی۔ تمھارے علم و فہم کی کہانتک رسائی ہی وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا[1] جو شی تمھارے احاطۂ علم مین نہ آئے۔ اور تمھاری

[1] پوری آیت یہ ہی وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ بیان کیفیت روح مین اہل تحقیق کے دو فرقے ہین۔ ایک فرقہ اس طرف گیا ہی کہ روح دراصل ایک ہی ہی کہ اُسی کو روح کل کہتے ہین۔ ذات واجب الوجود سے ابتدا اُسی کا صدور ہوا۔ اور یہ صدور معدوم و مجہول الکیفیت ہی۔ اس روح کے (اختلاف اعتبارات کی وجہ سے) مختلف نام ہین۔ کبھی اسکو حقیقت محمدی سے تعبیر کرتے ہین۔ کبھی عقل کل۔ تعین اول و قلم اعلی کہتے ہین الی غیر ذلک۔ اس سے ارواح جزیہ کے صدور کا طریقہ اسطرح ہی کہ جب جسم ترکیب پاتا ہی۔ اسپر روح کل کا پرتو پڑتا ہی جس سے آثار حیات پیدا ہو جاتے ہین جسطرح اجسام صیقلی (مثل آئینہ وغیرہ) جب آفتاب کے مقابل ہون روشن ہو جاتے ہین موت کیوقت یہی ارواح جزیہ اپنے اصل کی طرف کہ روح کل ہی۔ رجوع ہو جاتی ہین۔ روح کل مجرد و بسیط ہی تجزی و تبعیض کی اُسمین گنجائش نہین صرف باعتبار تعدد اجسام متعدد جس طرح پرتو نور آفتاب کہ زمین پر پڑتا ہی۔ حد ذات مین قابلیت تجزی کی نہین رکھتا تجزی و تبعیض باعتبار امکنہ کے ہی جب زمین کو قسمت کرین۔ شعاع آفتاب کی تقسیم یا قسمت بمتابعت زمین قسمت اعتباری ہوگی۔ مگر جب شعاع آفتاب آفتاب سے ملی تعین اعتباری نہ رہا۔ پھر وہی آفتاب آفتاب رہا۔ اسی طرح ارواح جزیہ بعد مفارقت بدن اپنی اصل سے وصل ہو جاتی ہین۔ اور یہان ارواح جزیہ کو ایک دوسرے سے امتیاز نہین ہی جسطرح کہ نہر کا پانی جو متعدد ظروف مین ہو باعتبار ظروف منقسم ہو جائے گا۔ مگر جب ظرف ٹوٹے پھر وہی ایک ذات پانی ہی پانی۔ دوسرے فرقے کے نزدیک (کہ وہ محققین کامل ارباب کشف و شہود ہین۔ اور اُن کے کشف کا اقتباس مشکوۂ نبوت سے ہی) ابدان کا انحصار صرف اجسام عنصریہ ہی پر نہین جسم مثالی بھی ہی۔ اور اسلیے روح کا تعلق دونو کے ساتھ ہی۔ جسم عنصری فاسد ہو جاتا ہی اور جسم مثالی اصلا قابل فساد نہین اسلیے کہ اسمین قابلیت خرق والتیام کی نہین۔ روح جبتک اس بدن عنصری سے تعلق رکھتی ہی۔ رکھتی ہی۔ بعد فساد بدن عنصری بدن لطیف (جسم مثالی) سے تعلق ہو جاتا ہی۔ الا ماشاء اللہ اور یہ بات ہر طرح سمجھ مین آجاتی ہی اور ذوق سلیم قبول کر لیتا ہی مثلاً خواب کی حالت کیا ہی۔ کوئی اپنے آپ کو خواب مین کہان کہان دیکھتا۔ لیے لیے پھرتا ہی اور ظاہر ہی کہ جسم عنصری معطل محض ہی اور روحی تصرف کسی اور بدن پر ہو رہا ہی۔ یہی بدن جسم مثالی کہلاتا ہی اور روح دونون (باقی بر صفحہ ۸۲)

عقل جزئی کے حدود سے دور بہت دور ہو تو بجاے اِسکے کہ تم اپنی عقل کے عجز کے معترف ہو۔ تمھین اُسکی تکذیب کا کیا حق حاصل ہو۔ بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ یہ حال ہو اور حال کی باتین قال مین نہ آئین گی۔ یہان زبان بند ہوتی ہو اور دل جاری تشبیہ (اسیکو جوگی سرگن کہتے ہین اور تنزیہ کو نرگن) مین زبان طول ہوتی ہو فَقَدْ طَالَ لِسَانُهٗ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۱) بدنون کے ساتھ تدبیر کررہی ہو۔ اگر جسم عنصری کے ساتھ ترک تدبیر ہو فاسد ہوجائے اور قابل تدبیر نہ رہے۔ موت اِسی ترک تدبیر کو کہتے ہین۔ خواب کو بھی خواب و خیال سمجھے جانے دیجیے مرض سکتہ پر حیرت کی نگاہ ڈالیے اور دیکھیے کہ آئینہ مثالی روح کو جسم مثالی مین لیے ہوئے کیا کیا دکھارہا ہی۔ عجائب و غرائب عالم ملکوت کی سیر ہورہی ہی۔ علاقۂ روحی جسم عنصری سے قائم ہو کہ فاسد نہو جائے اور قابل تدبیر باقی رہے۔ یہان جسم عنصری بے حس و حرکت ہو۔ فصاد نے فصد لی ادھر آنکھین کھلین اُدھر سیر بھی ختم ہوئی ع خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا۔ (یہی دو مثالین نئی روشنی والون کے لیے اگر سمجھنا چاہین تصوف کے بہت سے مسائل سمجھادینگی) دوستو اما کہ تمھارا جدید علم جدید فلسفہ اور تمام مغربی علوم از قسم مشاہدات بدیہیات ہین مگر خوب یاد رکھو کہ تصوف کا مکاشفہ مشاہدہ اُس سے کہین زیادہ روشن اور صاف ہی جسکی تکذیب صرف وہی کرینگے جنکو خدا نے آدمی بنایا ہی۔ مگر آدمی بنکر رہنا نہین چاہتے۔ آنکھین ہین۔ دیکھنا نہین چاہتے۔ کان ہین سننا نہین چاہتے أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ج اولیاء اللہ کی حالت انتزاعی و انخلائی مین دس دس دن بلکہ زیادہ گزر جاتے ہین کہ اُن کے ارواح مقدسہ عالم مثال کی سیر مین مشغول رہتے ہین اور پھر بدن عنصری مین رجوع ہو کر تصرف و تدبیر کا سلسلہ قائم ہوجاتا ہی ان کے لیے عالم اجسام و عالم مثال کے حالات مثل آئینہ ہوجاتے ہین۔ اسی انتزاعی و انخلائی حالت کو موت اختیاری بھی کہتے ہین جسکا اشارہ مُوتُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا مین ہو۔ اسی روحی استعداد پر انسانی کمال و نقصان کا انحصار ہو کسی کو ولایت حاصل کسی کو جہالت شامل۔ ورنہ بحیثیت ابدان سب مساوی ہین۔ جن لوگون یعنے ارباب عقول ناقصہ کا یہ خیال ہو کہ مثل دیگر حیوانات کے جسم انسانی مین بھی وہی روح حیوانی ہو۔ جو فساد جسم کے ساتھ خود بھی فاسد ہوجاتی ہو (یہان ڈاکٹر ڈنکن میگڈوگل کا خیال بھی قابل غور ہو۔ جو اُنھون نے روح حیوانی کے متعلق ظاہر کیا ہی کہ پیدا بھی اُسی سے ہوئی تھی۔ جب وہ نہ رہا یہ بھی نہ رہی (یعنے روح ابدی نہین) اُفسوس کہ اُن کے علم ناقص و عقل جزئی نے اُنھین اسی جسمی چار دیواری مین محدود رکھا۔ روح اور روحانیون سے بیخبر رہے اور یہ نہ سمجھے کہ ہم کون ہین کیا ہین ؎ فلسفی گشتی و آگاہ نیستی ✤ از کجا و با کجا و کیستی ✤ مبارک ہین وہ لوگ جو روح کو ابدی جسم کو فانی سمجھے۔ جسمی ریاضت سے کمالات روحی کو بڑھایا کہ ظاہر کی خرابی ہی باطن کی معموری ہو اور جسم کا روح ہوجانا ہی کمال انسانی ہو ؎ ہمی میروت عیسیٰ از لاغری ✤ تو در بند آنی کہ خر پروری ✤ ۱۲ منہ

اور تنزیہ مین گونگی من عرف اللہ کل لسانہ مطلب یہ کہ جسنے اللہ کو ذات سے پہچانا اُسکی زبان گنگ ہوگئی۔ اور جسنے صفات سے پہچانا اُسکی زبان دراز ہوئی۔ اول تمکین کے مقام مین ہے اور دوسرا تلوین مین۔ مجمع السلوک مین حضرت مولانا سعدالدین خیرآبادی خلیفہ حضرت مخدوم شاہ مینا قدس سرہم ارشاد فرماتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہے۔ "پہلے سے معرفت شہودی مقصود ہے اور دوسرے سے معرفت استدلالی یعنے جسنے اللہ کو معرفت استدلالی سے پہچانا اُسکی زبان دراز ہوئی اور جسنے معرفت شہودی ضروری سے پہچانا اُسکی زبان گند اور بیکار ہوئی۔ معرفت استدلالی عوام کے لیے ہے۔ ظاہر ہے کہ عوام زبان کو دراز رکھتے ہین۔ بعض طالب علمون کو دیکھتے ہو جو معرفت استدلالی رکھتے۔ باع۔ بیع۔ قیل وقال مین اپنا وصول خیال کرتے ہین۔ اور ایسی زبان چلاتے ہین کہ بیچارہ عارف صاحب شہود دم نہین مارسکتا۔ خبر سے بات پیدا ہوتی ہے اور عرفان سے سکوت۔ سوچو اور سمجھو"۔ یہان نہ اشارات ہون نہ اضافات۔ (الوحدۃ اسقاط الاضافات) ع لال گردد زبان استدلال ✤ یہان دلیل مدلول کا نام نہین علت ومعلول سے کام نہین ہے

قال را بگذار و مرد حال شو		پیش مرد کاملے پامال شو	

معنے کے لیے آنکھین بھی معنوی درکار ہین۔ ذات کا مرتبہ بے نشان ہے۔ جبتک ہر ایک تعین اعتبار قیود اور نشان وغیرہ سے بے نشان ہو کر بے نشان نہوجائے۔ وہ اصل مطلوب نہین ہوسکتا یعنے واصل باللہ ہونا مٹنے کا نام ہے

فانی خود شو که تا یابی نجات — چون تو برخیزی نشیند حق بجات
بی حس و بی گوش و بی فکرت شوید — تا خطاب ارجعی را بشنوید
جان بسی کندی و اندر پردهٔ — زانکه مردن اصل بد ناوردهٔ
تا نمیری نیست جان کندن تمام — بی کمال نردبان نائی ببام
ای حیات عاشقان در مردگی — دل نیابی جز که در دل بردگی
غرق عشقی شو که غرق ست اندرین — عشقهای اولین و آخرین

اللهم حرق قلبی بنار عشقك وارزقنی ازدیاد محبتك حتی لا یبقی شئ غیرك ؎

قلم بشکن سیاهی ریز کاغذ سوز ودم درکش — حمید این قصهٔ عشق ست در دفتر نمی گنجد

ارشاد الطالبین مین ارشاد ہوا ہے چون ہمگی طالب را نہنگ غیرت مطلوب فرو برد لا یبقی ولا تذر حال او شود نہ اثر ماند نہ خبر۔ چنانکہ می آرند لیلی پیش مجنون آمد گفتند این لیلی مطلوب تواست گفت لیلی انا وانا لیلی این مقام تفرد ست چنانکہ گفت ؎

تو در وگم باش توحید این بود — گم شدن گم کن که تفرید این بود

این جا سلطان عارفان می فرماید۔ تا غایت من او را می جستم خود را می یافتم۔ اکنون سی سال ست که خود را می جویم او را می یابم ؎

جمال دوست چندان سایه انداخت — که سعدی ناپدید ست از حقیری

مولانا جامی قدس سره در لوایح می فرماید ؎

آن را که فنا شیوه و فقر آئین ست — نه کشف و تعین نه معرفت دین ست

رفت او زمیان ہمین خدا ماند خدا		الفقر اذا تم ھو اللہ این ست	

جبتک نمایش اور حکم سری سے محو نہو لذات نفسانی سے علیحدگی خودی وانانیت سے کنارہ نہو۔ ذوق وشوق روحی کا حاصل ہونا انوار تجلیات مین پہونچنا ممکن نہین۔ نہ اتصال حقیقی وذاتی نصیب ہو جو خاص منشاے عرفان ہی ے

اتصال بے تکیف بے قیاس		ہست رب الناس را با نوع ناس	

اسی تجلی سر سے مشاہدۂ حق ہوتا۔ دوئی سے علیحدگی ہوتی۔ اور الانسان سری وانا سرہٗ واذا تم الفقر فھو اللہ۔ یکون عیشتہ کعیش اللہ وتم الفقر اذا تم فلاھم الا انا۔ کا مصداق ٹھہرتا ہی حق تعالی حق ہی کے ساتھ پہچانا جاتا ہی جیسا کہ کہا گیا عرفت ربی بربی **مصرع** آفتاب آمد دلیل آفتاب سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادی قدس سرہ اسی حال کی خبر دیتے ہین قال عبد ذاھب عن نفسہ متصل بذکر ربہ قائم باداء حقوقہ ناظر الیہ بقلبہ احرق قلبہ انوار ھویتہ وسقہ واشربہ من کاسہ وکشف لہ الجبار من استار عینہ فان تکلم فباللہ وان تحرک فباللہ وان سکن فمع اللہ فھو باللہ واللہ مع اللہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ نے فرمایا۔ کہ بندہ اپنے نفس سے دور۔ رب کے ذکر سے متصل ہو کر جمیع حقوق کے ادا کرنے مین قائم ہو جائے حق تعالی کی طرف اپنے دل کے ساتھ ایسا ناظر ہو کہ اُسکا دل انوار ہوئیت اور شراب معرفت کے پیالے پینے سے جل جانے والا ہو جل جائے۔ حق تعالی اپنی ذات کے

پردے اُس سے اُٹھا دیتا ہی۔ اب اُسکا کلام حرکت وسکون وغیرہ سب اللہ ہی کے
ساتھ ہوتا ہی۔ پس وہ اللہ کے ساتھ اور اللہ اُسکے ساتھ ہی۔ تذکرۂ غوثیہ مین ہی حضرت
سلطان نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قلندر صاحب پانی پتی کی خدمت
مین یہ سوال تحریر کیا۔ منکہ ہیچ بن ہیچ بن ہزاران ہزار ہیچ من خود را ہیچ می پندارم
وحق می فرماید کہ من در توام وشریعت می گوید کہ ادب کن پس حقیقت این ہر سہ کلمہ قلمی فرمایند
قلندر صاحب نے جواب مین یہ رباعی ارسال فرمائی رباعی

اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من	این حرف معما نہ تو خوانی و نہ من
ہست از پس پردہ گفتگوی من و تو	چون پردہ برافتد نہ تو مانی و نہ من

واقعی کسی نے خوب فرمایا ہے

توئی کہ گرد سراپردہ ہاے مژگانت	ہجوم غمزہ چنان شد کہ ناز را جانیست

ہان پھر کہنا پڑا کہ یہ کرنے کی باتین لکھنے مین نہ آئین گی۔ ایک مثال یاد آئی۔
دو اندھے تھے ایک مادرزاد۔ ایک دنیا مین آکر خوب دیکھ بھال کر آنکھین کھو بیٹھا۔ ایک
دن یہ دودھ پی رہا تھا۔ اسکے دوست مادرزاد اندھے نے پوچھا کہ یہ کیا ہی جو پیتے ہو۔
جواب دیا کہ دودھ ہی۔ پوچھا دودھ کیا۔ کہا گیا کہ عمدہ لطیف اور رنگ مین سفید ہی۔ پوچھا
کہ سفید کیا۔ کہا کہ سفید جیسے بگلا (بوتیمار) پوچھا کہ بگلا کیا۔ مجبوراً اُسکے دوست نے
یہ سمجھکر کہ اس مادرزاد اندھے کے ساتھ مثالون سے کام نہ چلے گا اپنا ہاتھ ٹیڑھا کیا گویا
انگریزی حرف زیڈ Z کی صورت بنا کر بگلا سے شناسا (انٹروڈیوس) کرایا۔ آپ نے

نہایت غور کے ساتھ ہاتھ کو ٹٹولنا شروع کیا اور یکبارگی چلا اُٹھے۔ اے دوست ایسی ٹیڑھی پیتے ہو اور حلق نہین پھٹتا۔ تعجب ہی بیچارہ عارف دوست یہ کہکر خاموش ہو رہا۔ جبتک چکھوگے نہین نہ تم سمجھوگے نہ مین سمجھا سکون گا من لم یذق لم یعرف (بعض اسی دودھ مین چاول ملا کر کہتے ہین کہ کھیر تھی۔ اور اسی سے ٹیڑھی کھیر مشہور ہوئی) مادہ پرست بلید الطبع زاہد خشک اور منکرین تصوف یہ کوئی بھی قلبی ادراک حواس باطنی کے قائل نہون گے۔ کہ اس ذائقہ سے محض ناآشنا اس کوچے سے دور بہت دور ہین ع

بہر سرّ قصہ سیمرغ و قصہ ہدہد	کسے رسد کہ شناسای منطق الطیر ست

ان کے نزدیک دل[1] سے یہی ٹکڑا گوشت کا مراد ہی جو بائین طرف لٹکا ہا ہی اور جو جانورون

[1] فوائد سعدیہ مین ہی۔ "لفظ قلب کا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہی۔ ایک تو پارۂ گوشت صنوبری شکل پر کہ خاص گوشت ہی اندر سے خالی۔ اسکے جوف مین خون سیاہ ہی۔ یہی روح کا چشمہ اور معدن ہی۔ دوم وہ ہی کہ لطیفۂ ربانی روحانی پر اطلاق کیا جاتا ہی۔ اسکو قلب جسمانی سے تعلق ہی جیسے اعراض کو اجسام سے اوصاف کو موصوف سے یہی لطیفۂ ربانی حقیقت انسانی ہی۔ یہی لطیفۂ مدرک عارف کا ہی۔ اور یہی لطیفہ اہل عتاب وخطاب واہل مکاشفہ کا ہی قرآن وسنت مین جہان کہین ہی۔ یہی لطیفہ مراد ہی، حضرت کلیب قاری رحمہ اللہ نے ایک دن اپنے خادم سے کہا کہ میرے تمام بدن مین دیکھ کوئی جگہ ایسی نہین ہی کہ گرم نہو۔ خادم نے کہا کہ فقط زبان۔ کلیب قدس سرہ نے کہا کہ اسی طرح میرے باطن مین سب جگہ گرم ہی مگر دل۔ زبان کو ذکر اور شکر کے لیے رکھا ہی اور دل کو حضور اور فکر کے لیے کہ اس بلا کی سختی کی کوئی چیز تاب نہین لاتی۔ کہتے ہین کہ کلیب قدس سرہ کو جذام ہو گیا۔ شہر سے نکلے اور جنگل مین جا پڑے۔ ایک شب یاران جنید قدس سرہ گئے اور ارد گرد کھڑے ہوئے کان لگا کر سُنا کہ اس حالت مین خدائے تعالے سے کیا کہتے ہین سُنا تو یہ کہتے تھے۔ یارب اسمی کلیب وجسمی مجذوم واکلی بعد فاقۃ فاین جبرئیل ومن المبارز ١٢ منہ

بلکہ مُردے کے بھی ہوتا ہی۔ پھر اسمین درک و ادراک کا مادہ کہان۔ اے مادہ پرستو
مادی دنیا مادی اجناس کے شیدائیو۔ افسوس کہ تم نے اپنے کو نہ پہچانا کہ کون ہو۔ کہان
آئے۔ کیا کیا کیا۔ کیا کیا کرنا ہی۔ کہان رہے کہان جانا ہی۔ تالاب کے مینڈک کیطرح
اپنی عقل جزئی و ناقص کی چاردیواری مین غل شور مچاتے رہے۔ خواب کا نام بیداری
رکھا۔ بیداری سے گھبراتے رہے۔ ابھی اور سو لو جب روح کا تصرف جسم پر نہ رہے گا
خود بخود آنکھ کھل جائے گی۔ (الناس نیام فاذا ماتوا انتبھوا لوگ سو رہے ہین
جب مرین گے جاگین گے) قال اللہ تعالی لقد کنت فی غفلۃ من ھذا فکشفنا
عَنۡكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ ٱلۡيَوۡمَ حَدِيدٌ ۝ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہی۔ عقل بھی
ایک محدود شی ہی۔ وہ چیزین جو حدود عقلی سے باہر ہین اُسمین کسطرح سما جائین ہمین
جسقدر قوتین سامعہ باصرہ شامہ وغیرہ وغیرہ عطا ہوئی ہین سب کی ایک حد معین ہی
یہی حال عقل کا بھی ہی۔ حد سے زیادہ پانون نکالنا عقل والون کا کام نہین۔ اسمین
بجاے کامیابی خفت ہوتی ہی۔ اور منزل مقصود پر پہونچنا تو درکنار راستے ہی مین
ٹھوکرون پر ٹھوکرین کھانی پڑتی ہین۔ خوب یاد رکھو کہ انسانی زندگی کا دارمدار اور
پھر انجام کار سب حصول عرفان پر موقوف۔ ورنہ انسان انسان نہین۔ بہائم سے بدتر
چوپایون سے کمتر (قال اللہ تعالی أُولَٰٓئِكَ كَٱلۡأَنۡعَٰمِ بَلۡ هُمۡ أَضَلُّۚ أُوْلَٰٓئِكَ
هُمُ ٱلۡغَٰفِلُونَ ۝ وہ مثل چارپایون کے ہین۔ بلکہ زیادہ بے راہ وہ غافل ہین) کھانا
پینا اُٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا۔ لڑنا بھڑنا (وغیرہ وغیرہ) کیا یہی مدار زندگی ہی؟ یا زیادہ بلند پروازی

ہوئی۔ عقل سے تکے چلا دیے۔ زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے۔ کیا یہی عقلی کام ہی؟ یا علم پر آئے تو ہان کو نہین۔ نہین کو ہان کر دکھایا لانسلم لانسلم کا غل مچایا۔ کیا یہی مقصد علمی ہی؟ کیا اسی قوت علمی سے بام یار تک رسائی ہوگی۔ یا مفت کی ہرزہ سرائی ہوگی۔ ہر شی کی ایک غایت ہوتی ہی۔ علم و عقل کی غایت خدا شناسی (عرفان) کے سوا کیا کچھ اور بھی ہی؟ کچھ ہی تو بتاؤ کچھ کرکے دکھاؤ۔ زبانی ٹین ٹین مین مفت کی تضیع اوقات ہی۔ یہ سب خرافات ہی۔ یہ نہونے کی باتین ہونے مین کہان سے ہون۔ یہ ہونا نہونا بھی اپنا قصور اپنا خیال ہی۔ عقل جزئی کی گرہ ہت وہی وبال ہی۔ خوش گفت آنکہ گفت ؎

آب دریا مردہ را بر سر نہد	ور بود زندہ بدریا کے رہد
چون بمردی تو ز اوصاف بشر	بحر اسرارت نہد بر فرق سر

مرنے سے پہلے مرنا موت کی استعداد پیدا کرنا۔ اور اختیاری موت (نہ اضطراری) اختیار کرنا ہے۔ جب یہ حالت ہو تو روحانی انکشاف قلبی روشنی اپنا جلوہ دکھائے بلکہ مست و بیخود بنائے۔ اب مکاشفہ عینی مین یہ ورد زبان ہی ؎

دل بمعنے جوہر روحانی ست	دل نہ از جسم ست نی جسمانی ست
کس نداند قدر دل جز اہل دل	نیست دل را نسبتے با آب و گل
ہرچہ عارف ز انداز دل خواندہ است	از کتاب و درس دست افشاندہ است
بے تعلم حق دہد او را علوم	علمہائے برتر از درک فہوم

حضرت شبلی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مین نے چار ہزار حدیثین چار سو اُستادون سے

پڑھین اُنمین سے ایک پر عمل کیا کہ مین نے اپنی بہتری و نجات اُسی مین پائی وہ یہ ہی اعمل للدنیاك بقدر مقامك فیها واعمل لاخرتك بقدر بقائك فیها واعمل لله بقدر حاجتك الیه واعمل للنار بقدر صبرك علیها تو دنیا کے لیے بقدر اپنے قیام کے عمل کر اور آخرت کے لیے اپنی بقا کے موافق - اور خدا کے لیے کام کرنا اُتنا ہی ضروری جتنی تجھے اُسکی طرف حاجت ہی - اور افعال نار بقدر برداشت - در خانہ اگر کس ست یک حرف بس ست - والسلام علی من اتبع الهدی -

تصوف کی درمیانی حالت افعالی ہی - جسے عملیات سے خاص تعلق اور درستی اخلاق سے اصلی لگاؤ ہی (جسقدر نفس اوصاف ذمیمہ سے پاک ہو اُسی قدر روح[1] جذبہ[2]

---

[1] قد اخرج مالك فی المؤطا عن عبد الله بن ابی بکر ان ابا طلحة الانصاری کان یصلی فی حائط له فطار دبسی فطفق یتردد و یلتمس مخرجا فاعجبه ذلك فجعل یتبعه بصره ساعة ثم رجع الی صلاته فاذا هو لا یدری کم صلی فقال قد اصابتنی فی مالی هذا فتنة فجاء الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکر له الذی اصابه فی حائطه من الفتنة و قال یا رسول الله هو صدقة لله فضعه حیث شئت و قصة سلیمان علیهم السلام المشار الیها فی قوله عز من قائل فطفق مسحا بالسوق والاعناق مشهورة معلومة امام مالک نے موطا مین عبد اللہ بن ابی بکر سے روایت کی کہ ابو طلحہ انصاری اپنے باغ مین نماز پڑھتے تھے - ایک چڑیا خوش رنگ اُڑتی پھرتی اور نکلنے کی راہ ڈھونڈھتی تھی - وجہ یہ کہ درخت ایسے پیچان ورزمین پر جھکے تھے کہ اُسکو نکلنے مین دشواری ہو رہی تھی ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو یہ امر خوش معلوم ہوا ایک ساعت اپنی نظر اُسکی طرف دوڑاتے رہے - بعدہ نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو یہ یاد نرہا کہ کتنی پڑھی تھی - سمجھے یہ میرا مال یعنے باغ میرے حق مین فتنہ ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور یہ قصہ بیان کیا اور کہا کہ یا رسول اللہ یہ باغ صدقہ ہی اللہ کی راہ مین جسے چاہیے دیجیے - اور سلیمان علیہ السلام کا قصہ مشہور و معروف ہی - حضرت سلیمان علیہ السلام ایک مرتبہ گھوڑون کے معاینہ مین اسقدر مصروف ہوئے کہ آفتاب ڈوب گیا کہ نماز عصر جاتی رہی فرمایا کہ گھوڑون کی پنڈلیان اور گردنین کاٹی جائین ۱۲

[2] اسی کو نفس ناطقہ کہتے ہین یہ جسم انسانی سے متصل ہی نہ منفصل نہ داخل نہ خارج جسطرح کہ بعیت (باقی بر صفحہ ۹۱)

محبت مین کھچیگی- اور صفات نیک سے موصوف ہوگی اشد ھم حبًا للہ احسنھم
تخلقا باخلاقہ اللہ کی محبت مین وہی بڑھکر ہی جو سب سے زیادہ اخلاق الٰہی سے
متخلق ہو- تمام ریاضات عملیات عبادات کی اصل نفس کی مخالفت ہی قال اللہ تعالیٰ[1]
(وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى) عملیات سے مراد اذکار اشغال
مراقبہ[2] وغیرہ ہین کہ یہی سب باتین مجاہدہ کہلاتی ہین- جن سے مکاشفہ کی نوبت آتی بلکہ
مشاہدہ کی صورت پیدا ہوتی ہی- مجاہدے کے لیے مشاہدہ لازمی نہین- ہو یا نہو- مگر
سنت اللہ یون ہی جاری ہی کہ جو بوتا ہی وہی کاٹتا ہی الدنیا مزرعۃ الآخرۃ[3] طالب
کی سچی طلب جزو اعظم ہی- ڈھل مل یقینی سے کام نہین چلتا- ہمت مردان مدد خدا معروف
ومشہور ہی- ہمت ہارنا آئین عشق[4] سے دور بہت دور ہی (قیمۃ المرء علیٰ قدر ہمتہٖ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰) حق سبحانہ تعالیٰ کی اشیاء کے ساتھ ہی وہی حال نفس ناطقہ کا جسم انسانی سے ہی من عرف نفسہ فقد عرف ربہ مین اسی نفس ناطقہ کی طرف اشارہ ہی- روح نباتی (جو نشو ونما کی باعث ہی) اور روح حیوانی (جو حس وحرکت کی باعث ہی) جسم سے پیدا ہوتی ہی اور جسم ہی کے ساتھ فنا ہو جاتی ہی- نیز یہ روحین نباتات حیوانات مین بھی ہین- انسانی فضیلت اشرفیت ان روحون سے نہین اسی نفس ناطقہ سے ہی ورنہ جسمی حیثیت سے صدہا حیوانات انسان سے قوی اور بہت قوی ہین- اللہ تعالیٰ اس روح (نفس ناطقہ) کی اضافت اپنی طرف کرتا اور فرماتا ہی ونفخت فیہ من روحی بدن مرکب اور یہ روح راکب ہی- وہ عجب انسان ہی جو راکب سے دور اور مرکب کا مطیع وفرمان بردار ہی ؎ تا تو بر پشت حمار ی بار او بر جان تست ✦ بار بفگن خر رہا کن اینک اینک منزل ست ۱۲

[1] خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا کہ ذکر سے مقصود یہی ہی کہ بوصف محبت وتعظیم دل ہمیشہ حضرت حق کے ساتھ حاضر رہے (کذا فی الحاشیۃ العزیزیۃ) رابطہ مرشد کا اس آیت مین ہی کونوا مع الصادقین ۱۲

[2] مراقبہ کی اصل یہ حدیث بھی ہی الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک ۱۲

[3] دنیا کچھ نہین اور سب کچھ ہی- کچھ نہین اسلیے کہ فانی ہی اور سب کچھ اسلیے کہ مزرعۃ الآخرۃ ہی بعض صوفیہ کا ارشاد ہی- (آیندہ)

تو وطوبی وما وقامت دوست ۔۔۔ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

المجنون العامری حجۃ اللہ علی العشاقین یوم القیمۃ ؎

عشق مولی کے کم از لیلے بود ۔۔۔ گوے گشتن بہر او اولے بود

بیچارہ مجذوب شیرازخوش می گوید ؎

دست از طلب ندارم تا کام من برآید ۔۔۔ یا تن رسد بجانان یا جان ز تن برآید

جب توفیق آلٰہی رفیق طلب میں صداقت مرشد کامل کی دستگیری ہوتی ہی بیڑا پار ہوجاتا ہی۔ طالب کی سچی طلب ہی توفیق کی علامت مرشد ملنے کی صورت ہی مادۂ فطری ہی اصل الاصول ہی یَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ مین ہدایت اسی قابلیت فطری سے عبارت ہی کہ تحصیل کمالات کے لیے یہی اصل وکل ہی۔ باقی مفت کا شور وغل ہی ؎

نے رفع عطش ز تشنگان آب کند ۔۔۔ نے دفع کلال خفتگان خواب کند

حاشا کہ کند غیر مسبب کارے ۔۔۔ لیکن ز پس پردۂ اسباب کند

(بقیہ حاشیہ) کہ آخرت کے ہزار سال سے دنیا کی ایک ساعت بہتر ہی ؎ بدنیا توانی کہ عقبی خری ✤ بخر جان من ورنہ حسرت بری[۱]
[۲] عشق عشقہ سے مشتق ہی اور عشقہ ایک بیل ہوتی ہی کہ جس درخت پر لپٹی جڑ سے خشک کردیا اور خود تر و تازہ رہی۔ یہی حال عشق کا ہی کہ جہاں آیا غیر محبوب مطلوب سب کو بھگایا ع ہر جا کہ سلطان خیمہ زد غوغا نماند عام را ✤ عشق وہ آگ ہی کہ محبوب کے سوا سب کو جلا دیتی ہی۔ عشق جنون الٰہی ہی اس سے عقل کی عمارت گرجاتی ہی۔ جسکو عشق نہیں وہ مجنون بے حاصل ہی ؎ این حکیمان چون سبب آموختند ✤ چشم از آیات قدرت دوختند ✤ عشق را گفتند از قسم جنون ✤ استعذنا باللہ مما یفترون ✤ ہرچہ گویم عشق را شرح و بیان ✤ چون بعشق آیم خجل باشم ازان ✤ گرچہ تفسیر زبان روشن گرست ✤ لیک عشق بے زبان روشن ترست ✤ چون قلم اندر نوشتن می شتافت ✤ چون بعشق آمد قلم برخود شگافت ✤ چون سخن در وصف این حالت رسید ✤

خلق بضم خا، سیرت باطن کو کہتے ہین۔ جیسا کہ خلق بفتح خا، صورت ظاہر کو۔ یہ ایک ملکہ ہی جس سے افعال بسہولت سرزد ہون۔ افعال دو طرح کے ہین۔ یا حسنہ یا خبیثہ خلق سیئہ[له] سے افعال خبیثہ اور خلق حسنہ سے افعال حَسَنَہ کا ظہور ہوتا ہی۔ خلق حسنہ (اسکو جوگ وِدّیا مین بیبک دَل کہتے ہین۔ بچار۔ گیان۔ بھگتی وغیرہ وغیرہ) اور خلق سیئہ (اسے موہ دَل کہتے ہین) پر صحبت کا بڑا اثر ہوتا ہی۔ اسی سے ابتدائے کار مین کامل کی صحبت ضروری بلکہ لازمی ہی۔ مولانا قدس سرہ فرماتے ہین ؎

صحبت صالح ترا صالح کند	صحبت طالح ترا طالح کند
یک زمانے صحبت با اولیا	بہتر از صد سالہ طاعت بی ریا
گر تو سنگ خارہ و مرمر بوی	چون بصاحب دل رسی گوہر شوی

(اسی نیک صحبت کو جوگی ست سنگ کہتے ہین) اور ظاہر ہی کہ طریقت[لہ] کا یہ پہلا قدم

(بقیہ حاشیہ) ہم قلم بشکست و ہم کاغذ درید ÷ من لم یذق لم یدر ۱۲ منہ

لہ جعلت فی النفس طریق الراغبین وجعلت فی القلب طریق الزاھدین و جعلت فی الروح طریق العارفین ؎ شریعت راہ تن آمد بہ طاعت ÷ طریقت راہ دل شد با قناعت ÷ حقیقت راہ جان سر نہان ست ÷ درونش را ز دل بیرون جہان ست ÷ الشریعۃ کالسفینۃ والطریقۃ کالبحر والحقیقۃ کالصدف والمعرفۃ فیھا کالدر فمن اراد الدر رکب فی السفینۃ ثم شرع فی البحر ثم یصل الی الدر یعنی الی اللہ ومن ترک ھذہ الطریقۃ لم یصل الی الدر یعنی الی اللہ شریعت مثل کشتی کے ہی طریقت مثل سمندر کے حقیقت کو صدف اور معرفت کو موتی سمجھو۔ جو موتی کا ارادہ کرے پہلے کشتی پر سوار ہو سمندر مین چلائے صدف اٹھائے پھر موتی پائے یعنے وصول الی اللہ کا مرتبہ حاصل ہو۔ اور اسکے برعکس موتی کا ملنا یعنے واصل حق ہونا دشوار بہت دشوار ہی اور جب یہ نہوا تو زندگی ہی بیکار بلکہ آزار سخت آزار ہی ؎ بفراغ دل زمانے نظرے بخوب روئے ÷ بہ ازان کہ چتر شاہی ہمہ عمر ہائے وہوئے ÷ ۱۲ منہ

(فرسٹ اسٹپ) ہے۔ اول ہی قدم کامل کی ضرورت[1] اُس سے عہد معاہدے کی حاجت واقع ہوئی۔ (یہی عہد معاہدہ بعیت کہلاتا ہے) بلا توسل کامل کچھ نہین ہوسکتا قال اللہ تعالیٰ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور اسکی طرف وسیلہ تلاش کرو اور وہ وسیلہ تقرب ہے فقرا کی طرف۔ ھِیَ التَّقَرُّبُ اِلَی الْفُقَرَآءِ قول الجمیل کے حاشیے مین مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے جد امجد حضرت شاہ عبد الرحیم قدس سرہ کے ایک مرید سے سنا کہ اُن کے ایک ہمعصر عالم نے اُن سے بعیت کے سنت یا بدعت ہونے مین گفتگو کی۔ جد امجد نے واسطے مشروعیت بعیت کے اس آیہ سے استدلال کیا اور فرمایا کہ یہ ممکن نہین کہ وسیلہ سے مراد ایمان لیجیے اسواسطے کہ خطاب اہل ایمان سے ہے چنانچہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اسپر دلالت کرتا ہے اور عمل صالح بھی مراد نہین ہوسکتا کہ وہ تقوے مین داخل ہے اسواسطے کہ تقویٰ عبارت ہے امتثال اوامر اور اجتناب نواہی سے اسلیے کہ قاعدہ عطف کا مغایرت المعطوف و المعطوف علیہ کا مقتضی ہے۔ اور اسی طرح جہاد بھی

[1] مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قول الجمیل مین فرماتے ہین وھذا الان سنۃ اللہ جرت بان الرجل لا یفلح الا ادارای المفلحین کما ان الرجل لا یتعلم الا بصحبۃ العلماء وعلے ھذا القیاس غیر ذلک من الصناعات اور یہ یعنے صحبت کاملین اسواسطے مشروط ہوئی کہ عادت الٰہی یون جاری ہوئی ہے کہ مراد نہین ملتی جبتک مراد پانے والون نہ دیکھے جیسے انسان کو علم نہیں حاصل ہوتا مگر علما کی صحبت سے اور اسی قیاس پر ہین اور پیشے جیسے آہنگری بلا صحبت آہنگر یا نجاری صحبت بلا نجار کے نہین آتی) مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی حاشیہ مین فرماتے ہین کہ جریان سنت اللہ کا بھید یہ ہے کہ انسان اس نہج پر مخلوق ہوا ہے کہ اپنے کمالات بلا اپنے ابنائے جنس کی مشارکت و معاونت کے حاصل نہین کرسکتا بخلاف اور حیوانات کے کہ اُن کے کمالات پیدائشی ہین اور کسبی بہایت کم ہین چنانچہ تیرنا حیوانات مین پیدائشی کمال ہے اور انسان کو بغیر سیکھے نہین آتا۔ القول الجمیل ۱۲

مراد نہین ہوسکتا بدلیل مذکور یعنے تقوے مین داخل ہی پس متعین ہو گیا کہ وسیلہ سے مراد ارادت اور بیعت مرشد کی ہی۔ پھر اسکے بعد مجاہدہ اور ریاضت ہی ذکر اور فکر مین تافلاح حاصل ہو کہ عبارت ہی وصول ذات پاک سے واللہ اعلم (کذا فی قول الجمیل) علم تصوف حسی نہین کہ کتابین دیکھنے سے آجائے۔ راہ دیکھے ہوئے کی راہبری ضروری بلکہ لازمی ہی۔ ترجمۂ فواید سعدیہ مین ہی۔ جو شخص کہ مرشد حقانی نرکھے اور کتب صوفیہ کے مطالعہ پر خورسند ہو وہ اُس شخص کی مشابہ ہی کہ طبابت کتب بینی کے روسے کرے۔ بلا اسکے کہ استاد حکیم کی شاگردی کرے یقین ہی کہ غلطی مین پڑے۔ نہ اُسے مرض کی شناخت ہو نہ دوا کی مقدار و کیفیت جانے۔ نتیجہ آخر مریض کی ہلاکت اور صحت سے فراغت ہی ہ

فارغ البال ہوئے سب سے فراغت پائی	لے مسیحا ترے بیمار نے صحت پائی

عالم حکمت مین پیر سے چارہ نہین۔ نادان کہتے ہین کہ پیر کی حاجت کیا کتاب و سنت کافی ہی

لہ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قول الجمیل مین فرماتے ہین وھذا المعنے ھو المتوارث عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من طریق مشایخنا لاشك فی ذلك وان اختلف الالوان واختلفت طرق تحصیلھا۔ اور یہی مقصود متوارث ہی شارع سے یعنی رسول اللہ علیہ وسلم سے بوراثت چلا آیا ہمارے مرشدون کے طریق مین اسمین کچھ شک نہین اگرچہ الوان مختلف ہین اور تحصیل نسبت کے طریقے رنگ برنگ ہین مترجم قول الجمیل کی وضاحت ملاحظہ ہو لکھتے ہین حضرت مصنف محقق نے کلام دلپذیر و تحقیق عدیم النظیر سے شبہات ناقصین کو جڑ سے اُکھاڑ دیا۔ بعض نادان کہتے ہین کہ قادریہ چشتیہ و نقشبندیہ کے اشغال مخصوصہ صحابہ اور تابعین کے زمانے مین نہ تھے تو بدعت سیئہ ہوئے خلاصہ جواب یہ ہی کہ جس امر کے واسطے اولیاے طریقت رضی اللہ عنہم نے یہ اشغال مقرر کیے ہین وہ امر زمان رسالت سے اب تک برابر چلا آتا ہی گو طرق اسکی تحصیل کے مختلف ہین تو فی الواقع اولیاے طریقت مجتہدین شریعت کی مانند ہوے کہ مجتہدین شریعت نے (بقیہ صفحہ ۹۶)

داور یہ نہین سمجھتے کہ کتاب وسنت ہی سے پیر کی ہدایت ہی، نفس کے حالات
ہر شخص کتاب وسنت سے نہین جان سکتا۔ اگرچہ کلام اللہ انواع حکمت سے مملو
ہی۔ حکیم حاذق کے سوا دوسرا شخص نہین جانتا کہ مریض کس دوا کے لائق ہی
عارف طبیب دلہا ہین وہ جانتے ہین کہ ہر ایک مرض کی دوا جداگانہ ہی اور ہر ایک
جنون کی معجون علیحدہ اور شرایط شیخ سے یہ ہی کہ وہ فانی ہو۔ فنا کا اول درجہ فنا سے
اوصاف ذمیمہ ہی۔ کہ یہی ذمائم قرب حق سے باز رکھتے ہین۔ اور انسانی فنا کا انحصار
نفس کے پاک وصاف ہونے پر ہی کما قال اللہ تعالی قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ۔ قَدْ أَفْلَحَ
مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا بیشک فلاح پائی جسنے کہ نفس کو پاک کیا
اور گھاٹے مین رہا جسنے کہ اُسکو گناہون مین چھپایا۔ بے فلاح آدمی سے کسی نے
فلاح نہین پائی نہ فائدہ حاصل کیا۔ شیخی اور مقتدائی کے لیے یہ پانچ رکن ضروری بلکہ
لازمی ہین فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا [ف]

بقیہ حاشیہ۔ استنباط احکام ظاہری شریعت کے اصول ٹھہرائے اور اولیاے طریقت نے باطن شریعت کی تحصیل کے لیے جسکو طریقت کہتے ہین قواعد مقرر فرمائے تو یہان بدعت سیئہ کا گمان سراسر غلط ہی ہان یہ البتہ ہی کہ حضرات صحابہ کو بسبب صفائے طبیعت و حضور خورشید رسالت تحصیل نسبت مین ایسے اشغال کی حاجت نہ تھی بخلاف متاخرین کہ اُنکو بسبب بعد زمان رسالت البتہ اشغال مذکورہ کی حاجت ہوئی جیسے صحابہ کرام کو قرآن اور حدیث کے فہم مین قواعد صرف اور نحو کے دریافت کی حاجت نہ تھی اب اہل عرب و عجم سب اسکے محتاج ہین واللہ علم ۱۲ منہ (قول الجمیل) اور اُسکے مترجم کے اقوال کا حوالہ زیادہ تر معترضین کی تسکین کے لیے دیا گیا کہ ان صاحبون سے معترضین کو بھی عقیدت ہی)

[ف] یہی علم لدنی علم وراثت کہلاتا ہی (نہ دراست) اسی کے جاننے والے اس حدیث کے مصداق ہین۔ العلماء ورثة الانبیاء اسے تعلیم و تعلم سے واسطہ نہین۔ لسان الغیب خواجہ حافظ شیراز قدس سرہ اسی علم کی طرف اس شعر مین اشارہ فرماتے ہین

نگار من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت ✦ بہ غمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد ۱۲ منہ

پس پایا اُن دونون نے ایک بندے کو ہمارے بندون مین سے کہ ہم نے اُسے رحمت دی اپنے پاس سے (رحمت نازل فرمائی) اور سکھایا اپنے پاس سے علم جب حضرت موسی علیہ السلام کو مریدی اور شاگردی کے لیے حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کے پاس بھیجا اُن کو شیخی اور مقتدائی پر پانچ مرتبون کے ساتھ یاد کیا۔

اول خصوصیت بندگی کی مِنْ عِبَادِنَا سے۔

دوم قابلیت حقایق کے قبول کی بے واسطہ اٰتَیْنٰہُ رَحْمَۃً سے۔

سوم خصوصیت حصول رحمت خاص کی اور مقام بندگی رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا سے

چہارم علوم کے حاصل کرنے کا شرف بے واسطہ عَلَّمْنٰہُ سے۔

پنجم دولت علم لدنی کی مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا سے اور یہ پانچ مرتبے تمام معانی کمالات اور کل درجات و مقامات پر مشتمل ہین۔ اب طالب کا یہ کام ہے کہ جیسے وہ چلائے چلنا جو فرمائے کرنا کہ ادب[1] ہی اخلاق حسنہ کا پہلا زینہ بلکہ طریقت کی جان ہے۔ اسی جان سے جانِ جانان کی پہچان ہے۔ اخلاق سیئہ بہت ہین مثلاً غضب (ہندی مین کرودہ کہتے ہین) غرور (مد) طمع (لوبھ) شہوت (کام) وغیرہ وغیرہ (اخلاقی کتابون خاصکر احیاء العلوم مین تصریح موجود ہے) صبر۔ شکر۔ توکل۔ قناعت۔ زہد۔ ریاضت۔ رضا

[1] محمد بن الفضل رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ یہ تین علامتین بدبختی کی ہین اول یہ کہ علم ہو اور عمل نہو۔ دوم یہ کہ عمل ہو اخلاص نہو سوم یہ کہ صحبت فقر النصیب ہو مگر اُنکے ادب تعظیم اور تعمیل ارشاد سے محروم رہے مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا ہے کہ توحید موجب ایمان ہے جسکو ایمان نہین۔ توحید نہین اور ایمان موجب علم شریعت ہے جسکو شریعت نہین ایمان نہین نہ توحید ہے اور شریعت موجب ادب ہے پس جسکو ادب نہین نہ اُسکو شریعت ہے نہ ایمان نہ توحید ہے ؎ از خدا خواہیم توفیق ادب * بے ادب محروم ماند از فضل رب * بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد * بلکہ آتش

برقضا۔ حلم۔ جود۔ رحم۔ تواضع۔ وغیرہ وغیرہ یہ سب اخلاق حسنہ ہین (انھین کے برعکس کو اخلاق سیئہ سمجھنا چاہیے) ان سب کی تصریح اخلاقی کتب مین ہے۔ صبر قولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ۔ اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ شکر۔ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ توکل۔ قولہ تعالیٰ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ ج وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا۔ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ یہ چند آیتین تمثیلاً درج ہوئین قرآن مجید انسانی تعلیم وتربیت پند وہدایت مین اپنا آپ نظیر اور ہمارے پیشوا وآقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی برحق ہونے کا سچا گواہ ہے۔ قرآن تہذیب اخلاق کی مجملاً ومفصلاً تاکید کرتا۔ اخلاق ذمیمہ پر بالاجمال تہدید کرتا۔ اخلاق حسنہ (حلم تواضع کرم وسخاوت۔ شجاعت وعفت وغیرہ وغیرہ) کی مدح کرتا۔ اخلاق قبیحہ (غصہ غضب کبر وبخل نامردی وظلم وغیرہ وغیرہ) کی مذمت کرتا۔ تقوائے دلی وپرہیزگاری پر اُبھارتا۔ اور نہایت شد ومد سے یاد خدا اور عبادت خدا کی رغبت دلاتا ہے۔ مختصر یہ کہ لَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ ۝ قرآن کا تو یہ حال اور ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا خلق عمیم خود قرآن عظیم خلقہ القرآن ۝

وصف خلق کسے کہ قرآن ست		خلق را وصف او چہ امکان ست	

ہمارے سردار دوجہان کی نسبت خود خالق دوجہان اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ارشاد فرماتا ہے۔ صاف تو یہ ہے کہ جس ذات ستودہ صفات کا موذب قرآن عظیم ہو پھر کس طرح وہ

مکارم اخلاق ومحاسن افعال کا جامع نہواللھم صل علی محمد وآلہ بقدر حسنہ وجمالہ۔
اولیائے امت مرحومہ بھی اُسی معدن انوار حسی ومعنوی کے پرتو اُسی اخلاق مجسم کے مظہراتم بے خود وبیہوش فنا فی الرسول سے مدہوش ہین۔ خلق نبوی نہین ہین پرتو فگن یہی نائب رسول یہی علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے مصداق یہی ہین جنکی صفت ہے لایشقی جلیسھم (ان کے پاس کا بیٹھنے والا شقی نہین ہوتا) یہی ہین جنکی تعریف ہے کنت سمعہ وبصرہ ویدہ ورجلہ ولسانہ فبی یسمع وبی یبصر وبی یبطش وبی یمشی وبی ینطق ان کی کیا بات۔ انکا کیا کہنا۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

ہر کہ خواہد ہم نشینے باخدا	گو نشیند در حضور اولیا
چون شوی دور از حضور اولیا	در حقیقت گشتۂ دور از خدا
دست او را حق چو دست خویش خواند	پس یداللہ فوق ایدیہم براند
دست پیر از غائبان کوتاہ نیست	دست او جز قبضۂ اللہ نیست
تا توانی زاولیا رو برمتاب	جہد کن واللہ اعلم بالصواب

دوستو۔ طلب مین صداقت ہو اہل دل کی محبت صحبت سے رغبت ہو کہ یہی طریقت کی اصل اور سب فروعات ہین۔ یہی ایک ذات باقی صفات ہی صفات ہین۔ اقوال۔ افعال۔ احوال۔ شریعت طریقت۔ ریاضتؔ ہو یا مجاہدہ مکاشفہ ہو

ؔ ریاضت کی دو قسمین ہین۔ ریاضت علوی۔ ریاضت سفلی۔ ریاضت سفلی کم کھانا۔ کم سونا کم بولنا (بقیہ آیندہ)

یا مراقبہ۔ کوئی حال یا کیفیت ہو صحبت کامل ہی پر سب کا دارمدار اور بالآخر اسی پر انجام کار ہے۔ یہ ہے تو سب کچھ۔ نہین تو کچھ بھی نہین۔ ہان تو اب یہ ہونا چاہیے ؎

	پیش مرد کاملے پامال شو		قال را بگذار و مرد حال شو
	انا للہ ثم انا للہ		
	صورت از بے صورتے آمد برون باز شد کانا الیہ راجعون		

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۹۹ ــ لوگون سے کم ملنا۔ ہمیشہ ذکر مین رہنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور ریاضت علوی خطرات کا دفع کرنا۔ اور پاس انفاس ہے۔ عبادۃ الفقیر نفی الخواطر وھو اشد شئ علی ارباب المجاھدات بعض نفی خاطر کے لیے حبس نفس بھی جائز رکھتے ہین (اسکو جوگی پرانیام کہتے ہن۔ مگر دراصل پرانیام حصر نفس ہے نہ حبس نفس) ؎ حاشا کہ اکابر رہ جوگیہ روند + اثبات مقالات رہا بین بکنند + حبس نفس و حصر نفس دارد فرق + حبس نفس ست انچہ نستاش مدہند + فافہم حبس نفس و حصر نفس مین زمین آسمان کا فرق ہے حصر نفس کی مشغولیت بالآخر رہبانیت کے درجہ پر پہونچا دیتی ہے ولا رھبانیۃ فی الاسلام فقیر کو ان کی صحبت بہت رہی اور مہا پُرش گیانیون سنیاسیون مہاتماؤن ہر ننچھ کے جوگیون کے ساتھ رات دن کی سنگت کا اتفاق رہا۔ ان مین اکثر ہم نوالہ ہم پیالہ رہے۔ نہ کوئی مغایرت رہی نہ چھوت چھات۔ سنیاس متا کے باعث بعض جنیو کی قید سے بھی آزاد۔ چُٹیا سے بھی فارغ البال یہ کوئی پرم ہنس مجذوب نہ تھے کہ حالت اضطراری مین مذہبی قید شاستری بندھن۔ کرم کانڈ (عملیات) پوجا پاٹ وغیرہ سے معذور سمجھے جاتے۔ بلکہ سب کے سب اعلیٰ درجے کے شاستری گیانی ذی فہم ذی ہوش۔ حقیقت کے جویان۔ حق کے متلاشی اور جوئندہ یابندہ مشہور ہے۔ جو ہونا تھا ہو گیا۔ ملنا تھا مل گیا اس فرقے مین بھی اکثر سنیاسی (جو دیانندی کہلاتے ہین) متعصب پائے گئے۔ اِن کے ظاہری لباس کو باطن سے کوئی تعلق نہین۔ یہی حال اِن کے گرو پنڈت دیانندجی کا تھا۔ اجمیر شریف کے قیام کے باعث مین اُن کے حالات سے واقف ہون۔ وہ دراصل ایک پولٹیکل آدمی تھے۔ علی گڈھ مین سرسید کے بھی مہمان رہ چکے ہین۔ ابتدا مین اُن کے خیالات یہ نہ تھے۔ جن کا اظہار بعد مین ہوا۔ وہ مستقل مزاجی اور قایم الرائی سے بھی بہت دور تھے۔ فرقہ بندی کا خاص مادہ رکھنے والے اور اسی وجہ سے ایک گروہ کے لیڈر ہو گئے بہ ظاہر سنیاسی ہونے کا ادعا کیا اور باطن مین یہ تھا کہ تمام ہند کے مالک ہو جائین۔ جتنی تحریرین چھپا ئین (بقیہ صفحہ ۱

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۰۰) سب مین بظاہر سچائی سچائی حق حق کا غل شور اور زہر وہ اُگلا کہ جسکی ادنی مقدار گنگا جمنا دونون کو زہریلا بنا دے - ایک ستیارتھ پرکاش ہی کو اُٹھا کر دیکھیے - نہ اپنے کو چھوڑا نہ بیگانے کو - ایک نگاہ مین سب کو گھائل کر دیا اور چودھوان باب تو اہل اسلام کے لیے خاص الخاص ہی - مگر ہی کیا - وہی اندرمن کا جھوٹا متعصب غیر مسلمون کا پس خوردہ - توحید توحید کا غل اور توحید کی ہوا تک نہین لگی - روح پر نہایت لمبے چوڑے لکچر اور یدیش - مگر روح کی جھلک تک نہین دیکھی اور جب دیکھی خود نہ رہگئے - خیر وہ رہے یا نہ رہے - سبھاؤن کا سوبھا کیا کم ہی - سماجیون کے جھگڑے کیا تھوڑے ہین ❁ جسقدر کثرت بیداد زیادہ ہوگی ✤ دھوم تیری ستم ایجاد زیادہ ہوگی ✤ سماجی دوستو! ذرا ہاتھ پاؤن بچاتے ہوئے پڑ واہوا سے منھ چھپائے ہوئے کہ اسکا اثر جسم ہی تک محدود نہین باطن کو بھی خراب کر دیتا ہی - ناشکری محسن کشی حیلہ جوئی فتنہ پردازی یہ سب بہائمی خصلتین ہین - مغویانہ خیالات کا اصل منبع و مخرج بے آف بنگال ہی جو تمھارے سر پر (جسم) مین نفس سے مشابہ ہی - اسکے دہانے کو بند کرو - کیسے سادھو ہو کہ اندریان بھی مغلوب نہ ہوئین - مگر نہین ہمارا کیا دوکھ - تم تو اپنے گرو کے اطاعت شعار چیلے ہو - گرگھ (مرید) ہوتے وقت عہد معاہدہ ہی یہ ہوا ہی کہ آریہ ورت ہندوستان سے ملکشون بدیشون مسلمانون عیسائیون کو مار بھگاؤ و غلط سلط الزام لگاؤ دست و قلم سے کام لو - غرض جب تک نکال نہ دو باز نہ آؤ - ہان سادھوون کا یہی کام سدھ ہونا اسی کا نام ہی - بیشک بھگتی کا یہی انجام ہی - اچھا لو - رام رام - نہین نہین - نمونارائن نمونارائن اوم اوم دھرام دھرام (یہ گولون کی آواز ہی) تم جانو اور تمھارا کام ❁ نے بوئے وفاداری و نے رنگ محبت ✤ در پردہ شوائے گل کہ نظر بر تو حرام ست ✤ فقط ۱۲ منہ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



نمبر ۲

ھوالحق

قال اللہ تعالیٰ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

عشق آمد و شد چو خونم اندر رگ و پوست	تا کرد زخود تھی و پُر کرد ز دوست
اجزائے وجودم ہمگی دوست گرفت	نامی ست ز من بر من و باقی ہمہ اوست

اسلام اور اسلامی تصوف پر بے سمجھے بوجھے نکتہ چینی کرنا یا جان بوجھ کر چشم پوشی سے کام لینا دونوں صورتین ٹھیٹ تعصب پر مبنی۔ اصول تحقیق کے خلاف اور دیانت و راستبازی سے دور بہت دور ہین۔ اسوقت ہم اس سے بحث نہ کرین گے کہ منکرین و معاندین اسلام نے اسلام اصول اسلام پیغمبر اسلام قرآن اور تعلیم قرآن پر کیا کیا بخارات نکالے کیسے کیسے ناحق کوشی کے جوہر دکھائے ہین۔ نہ ہم اسوقت

آسبورن (Osborn) سے مخاطب ہین نہ اُن کی کتاب (Islam
under the Arabs) سے ـ نہ ہمارا مخاطبہ سر ولیم میور سے ہی نہ اُن کے علمی
تصانیف (Mohamet and islam. The rise
and fall of) سے ـ نہ اسوقت ہیف (Hughes) سے ہمین
کام ہی نہ اُن کی کتاب (Dictionary of islam) سے ـ نہ اسوقت
سیل (Sale) ہین نہ اُن کی کتاب (Faith of islam) نہ برٹن
سے مطلب ہی نہ وہری (Wherry) سے ـ نہ برک ہٹ (Burck
hardt) سے ـ نہ فنڈر (Pfander) سے ـ نہ پنڈت دیانند جی ہین نہ
اُن کی ستیارتھ پرکاش نہ بریڈلا اور رابرٹ انگرسال دہریہ ہین ـ نہ اُن کی دہریت کی
خراش تراش ـ ہان تو اسوقت تصوف کی چھیڑ چھاڑ ہی ـ اسی پردۂ راز مین نازونیاز کی
باتین ہون سوز و گداز سے واسطہ دردِ دل سے کام ہی پہلے اک نظر اسپر بھی ڈال لین
کہ مفت نذر ہی اور مفت را چہ گفت مشہور مثل ہی (Arabia and its pro
phet) عربستان اور اُسکا پیغمبر یہ کرسچین لٹریچر سوسائٹی دعیسائیون کی علمی انجمن
کی متفقہ کوشش کا نتیجہ ہی اور فرقۂ صوفیہ پر بھی خامہ فرسائی ہوئی ہی بلکہ تصویر مین اُن کے
وجد و حال کا نمونہ بھی دکھایا ہی اور اُسکے نیچے (Dancing Derwesh)
ناچنے والے درویش تحریر فرمایا ہی ـ پہلے اصل عبارت کا لفظی ترجمہ کیے دیتے ہین ـ پھر
اصل عبارت انگریزی لکھکر منصفین حق پسند سے داد بیداد چاہین گے ـ کہ کیا تحقیق ایسیکا

نام ہی کہ بے سمجھے بوجھے جو چاہا دھر گھسیٹا۔ جو جی مین آیا لکھ لکھا دیا۔ اب ذرا یہ تحقیق
انیق ملاحظہ ہو ارشاد ہوتا ہی۔

فرقۂ صوفیہ۔ صوفی کے معنے ابھی تک زیر بحث ہین۔ یہ ایک اسلامی فرقہ
ہی جسنے اپنے فرضی روحانی تعبیرات کی بنیاد پر ارشادات نبوی کے لفظی معنون سے
علیحدگی اختیار کی (ارشادات نبوی سے مراد حدیثین ہین یا جیسا متعصب عیسائیون
کا خیال ہی کہ قرآن خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہی۔ نہ کلام اللہ۔ اس بنا پر
ممکن ہی کہ ارشادات نبوی سے قرآن مجید ہی مراد ہو۔ بہر حال کچھ ہی مراد ہو صحیح
نہین) اُن کا قاعدہ (ترکیبِ اصول) صرف اسلامی مناسبت کے ساتھ (گویا)
ہندوستانی ویدی فلسفہ ہی اُن کا یقین ہی کہ صرف خدا ہی خدا موجود ہی۔ تمام کھلی چیزین
حقیقۃً اُس سے الگ نہین (یہ وحدت وجود کی خرابی ہی) اچھے اور بُرے کام مین
کوئی اصلی فرق نہین (یہ بھی وحدت وجود ہی کی ستیاناسی ہی) انسانی خواہش یا ارادہ
خدا ہی نے پیدا کیا (یا کرتا ہی) یعنے انسان جو کچھ کر رہا ہی سب خدا ہی کر رہا ہی (بہت
درست ہی) ہا تناسخ ارواح بھی مقبول ہی (یعنے صوفی تناسخ ارواح کے بھی قائل
ہین۔ بالکل ٹھیک) صوفی کا اصل مقصد خدا کی وحدانیت کا خیال اُسکے اسما کا ورد
(وغیرہ) ہی تاکہ اُسی کی ذات مین مستغرق ہو جائے (غنیمت ہی کہ صوفی کا اصل مقصد
تو سمجھے۔ گو ابھی کسر ہی) فارس مین صوفی زیادہ ہین۔ مشہور فارسی شاعر جامی سعدی
اور حافظ صوفی تھے۔ وہ اِسطرح تھے گویا خدا سے محبت بڑھاتے ہین۔ مگر اُنکی تحریرین

کل فقرات گستاخی پر مشتمل ہین اب انھین کون سمجھائے کہ مصطلحات صوفیہ کو آپ کیا سمجھین ؎

تو چہ دانی زبان مرغان را	کہ ندیدی گہ سلیمان را

اصل عبارت انگریزی

Sufis:—The meaning of the name is disputed. They are a muslim sect that have set aside the literal meaning of the words of Mohammed for a supposed spiritual interpretation. Their system is but a Muslim adaptation of the Indian of Vedantic Phylosophy. They believe that God only exists; all visible things are not really distinct from Him There is no real difference between good and evil. God fixes the will of man, transmigration

is accepted. The principal occupation of the Sufi is meditation on the unity of God, the remembrance of God's name etc; so as to obtain absorption. Sufis are most numerous in Persia. The chief persian poets as Jami Sadi and Hafiz, were Sufis. They dwell upon love to God, but all their writings contain indecent passages.

سب سے پہلے صوفی کے معنے ندارد ہونا۔ پھر صوفیون کی فرضی روحانیت قرآن یا حدیث
کے ظاہری معنون سے گریز (جہلا کا اعتبار نہین یہ ہر فرقے مین موجود ہین۔ ان کا قول
وفعل قابل سند نہین) صوفی سسٹم کی ویدسے مناسبت اور سب سے بڑھکر نئے
قسم کا وحدت وجود اور اس سے بھی بڑھا چڑھا تناسخ ارواح کا اعتقاد اور ان
سب پر طرہ مولانا جامی وغیرہ کی گستاخیان بے ادبیان۔ غرض یہ کہ

ایک صید نیا سود زمانے بزمینے	تیر تو جو زہ کرد کمانے بہ کمینے

دوستو! تحقیق کا یہ طریقہ نہین کہ یا توکسی جاہل۔ بدنام کنندۂ نکونامی چند
کو پاس بلایا۔ بٹھایا۔ اور لگے اُس سے عقاید کی تحقیقات کرنے۔ جو اُس نے کہا
نوٹ بُک پر جمایا۔ دوستون کو سنایا اور آخر کار کتاب کی صورت مین چھپوا دیا۔ یا
زیادہ بلند پروازی ہوئی تعمق نظری سے کام لیا۔ وہ کیا۔ کیا۔ دو ایک اُردو کتابین
کچھ اردو ترجمے دیکھے بھالے۔ اور جو چاہا لکھ لکھا دیا۔ دوستو! سچ کہنا کیا یہی تحقیق
کہلاتی ہے۔ اگر نہین اور یقیناً نہین تو اصول تحقیق کو ہاتھ سے کیون دو۔ ہم سچ کہتے
ہین اور اس اپنی صداقت پر اُس قادر و توی کو گواہ کرتے ہین وکفی باللہ شہیداً کہ
ہمارے دل مین ایک رتی برابر بھی تعصب نہین۔ نہ ہمارے پاک مذہب نے ہمین اسکی
تعلیم دی۔ مگر جو امر حق ہے وہ کہا جاتا ہے۔ سنو اور کان کھول کر سنو۔ خوب یاد رکھو کہ
اسلامی **تصوف** نے انسانی اصلاح کے جو قاعدے بتائے۔ اصول قائم کیے
وہ ایسے سہل الحصول و سہل القبول ہین کہ فطرت انسانی اُن کے قبول کرنے مین
ذرا بھی پس وپیش کا پہلو اختیار کرنے سے بالکل مجبور محض ناچار ہے۔ ہان شرط اصلی طلب
ہے۔ اور طلب بھی کیسی سچی نہایت سچی۔

وَمَا تَوْفِيقِيْ اِلَّا بِاللهِ۔ هُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ط

تصوف

آن کس کہ ترا شناخت جان را چہ کند	فرزند و عیال و خانمان را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی	دیوانۂ تو ہر دو جہان را چہ کند

تصوف[۱] نام ہی انسانی صلاح کا۔ اب اصلاح کی دو صورتین ہین۔ ظاہر و باطن لیکن حقیقۃً ظاہر بھی اصلاح باطن پر متفرع۔ کہ جب باطنی صلاح حدکمال کو پہونچی ظاہری اصلاح خود بخود ہوگئی۔ ظاہری اصلاح سے مراد بدن کی ظاہری صفائی یا جسمی نمایش نہین (یہ صفائی ہی اصلاح نہین) بلکہ وہ افعال ہین (یعنے اُن افعال کی اصلاح مراد ہی) کہ جن کی طرف وہ (جسم انسانی یا انسان) منسوب ہوکر نیک و بد اچھے بُرے کہے جانے کا مستحق ہوتا بُرائی یا بھلائی سے یاد کیا جاتا ہی۔ افعال کے لیے (یعنے صدور افعال کے لیے) قدرت لازمی ہی قدرت کا تعلق ارادت سے ہی۔ اور ارادت کی اصل نیت یا خیال انسانی ہی (اسی سے حدیث متواتر مین کہ عمل کا مدار نیت[۲] پر موقوف ہی۔ نیت سالم یا خالص رکھنے کی تاکید ہوئی۔ قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیّات اور عمل کا مدار خاتمے پر رکھا گیا انما الاعمال بالخواتیم دیکھو اس

---

[۱] تصوف کے لغوی معنے کمل (پشمینہ وغیرہ) اوڑھنے کے ہین یہ صُوف (بالضم) سے ماخوذ ہوا جسکے معنی کمل کے ٹکڑے کے ہین۔ چونکہ صوفیہ کا لباس یہی تھا مجازاً اُن کے اعمال و افعال کی نسبت تصوف سے ہوئی اور بعض نے کہا کہ تصوف صوف (بالفتح) سے ماخوذ ہی۔ جسکے معنے ہین یکسو ہونا۔ اور مُنھ پھیر لینا۔ ظاہر ہی کہ صوفیہ ماسوی اللہ سے یکسو اور روگردان ہوتے ہین اسلیے اُنکے اعمال تصوف کہلائے! اور تصوف کے اصطلاحی معنے ہین خواہشات نفسانی سے پاک و صاف ہوجانا (انسانی اصطلاح) اور اشیاے عالم کو مظہر حق جاننا بلکہ غیر حق نہ جاننا سمجھنا۔ قال اللہ تعالیٰ کُلُّ شَیۡءٍ ہَالِکٌ اِلَّا وَجۡہَہٗ گفت ہالک نامعلوم شود کہ وجود ہمہ اشیاء در وجود او امروز ہالک ست ؎ غیرتش غیر در جہان نگذاشت ✣ لاجرم عین جملہ اشیا شد ۱۲

[۲] ان اللہ لاینظر الی صورکم ولا الی اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم ونیاتکم ترجمہ اللہ تعالیٰ تمھارے ظاہری اعمال اور صورتیں نہین دیکھتا بلکہ دلون اور نیتون کو دیکھتا ہی ۱۲ منہ

یہ چھوٹی سی حدیث مین انسان کی پوری پوری اصلاح موجود ہی کہ جسنے دل مین جگہ لیکر بیٹھ بٹھا کر یہ سب گُل کھلائے۔ طوفان اُٹھائے۔ جیسا خیال دل آیا۔ شاہِ دل نے حکم لگایا۔ اعضاء جوارح سب نے منظور فرمایا۔ اب اس سے غرض نہین کہ وہ خیال جذبات نفسانی سے تعلق رکھتا ہی یا روحانی سے جیسی حالت انسان یا انسانی خیالات کی ہوتی ہی قلب پر وہی عکس پڑتا اور بالآخر اعضاء جوارح سے اُسی کا صدور ہوتا ہی۔ اب ظاہر ہوا کہ بلا تصحیح خیال و تصفیۂ قلب و تزکیۂ نفس انجلاے روحی و انخلاے جسمی تو درکنار اخلاقی حالت کا درست ہونا یعنے آدمی کہلانا صرف ناممکن ہی نہین دشوار بلکہ محال ہی ؎

آدمی را آدمیت لازم ست	عود را گر بو نباشد ہیزم ست
آدمیت لحم و شحم و پوست نیست	آدمیت جز رضای دوست نیست

التصوف تصحیح الخیال۔ خیال کی دو صورتین ہین۔

ایک تو وہ مجموعۂ خیال جو حواس خمسۂ ظاہری کی مدد سے دل کے سامنے موجود ہوگیا۔

دوسرا حواس باطنی سے متعلق کہ خیال اول کی تصحیح کے بعد جب قلبی ادراک کا غلبہ ہوجاتا ہی تو وہی ایک ہی ایک رہجاتا ہی۔ بلکہ ایک کی بھی خبر نہین رہتی۔

اسکی کیفیت ذوقی و وجدانی ہی۔ نہ حسی نہ لسانی۔ اسے چھوڑو کہ اسمین

قیل وقال[1] کی گنجایش نہین - دیکھنا چاہو گے تو دیکھ لوگے - آؤ اُسی پہلے خیال پر قائم ہون کہ پہلے ابتدائی مرحلہ طے ہونا ضروریات سے ہے - قدم بہ قدم (Step by step) چلنا ہی ترقی کی اصل صورت ہے - پہلے زینے کو چھوڑ دوسرے پر قدم دھرنا مُنھ کے بل زمین پر گرنے کی علامت ہے - تمھارا یہ خیال کہ جس خیال مین ہم ہین اور ہمارے خیال سے جو افعال سرزد ہو رہے ہین یہ سب کے سب قدرتی ہین (Natural) اور اس لیے سب ٹھیک ہین - نہایت ہی خطرناک خیال اور نفسی واہمہ ہے [تمھارے روزمرہ کے دنیاوی کامون سے تمھارے اس خیال کی نخیتگی بھی ثابت نہین ہوتی وہی مثل ہوئی میٹھا میٹھا ہڑپ کڑوا کڑوا تھو - قدرت نے تمھین مجبور محض نہین بنایا - قدرت نے تمھین عقل و تمیز کا بے بہا جوہر عطا فرمایا (جسے تم اپنے اور مطلبی کامون مین کام لاتے ہو اور اُن مین قدرت طاق نسیان پر دھری رہجاتی ہے) قدرت نے تمھین اشرف المخلوقات کا خطاب دیا بہائم سے ممتاز کیا

---

[1] شعر گر بسخن کار میسر شدے ❊ کار نظامی بفلک بر شدے ❊ علاوہ ازین لسان الحال انطق من لسان المقال زبان حال گویا تر ست از زبان قال - مولانا قدس سرہ می فرمایند ؎ گر بہ علم حال فوق قال بودے کے شدے ❊ بندہ اعیان بخارا خواجہ نساج را ❊ حال کو قال پر فوقیت کیون ہے - وجہ یہ کہ حال کا تعلق حواس باطنی سے ہے - اور علم قیل وقال کا تعلق حواس حسیہ ظاہریہ سے - آخر آپکے علم کی صحیح تعریف کیا ہے - یہی نا کہ جو باتین آپکے حافظہ مین موجود ہین - وہی علم کہلائین اور ایک امر سے دوسرا نتیجہ نکالا اور پھر دوسرے سے تیسرا یہ استدلال کہلایا کبھی اس علم مین نظری کی صورت پیدا ہوئی کبھی علمی کی - آخر ان سب مین اختلافات کیون ہوتے آئے - ہان ظنیات مین یون ہی اختلاف ہوتے آئے اور ہوتے رہین گے نہ حافظے کا بھروسا صحیح ہے نہ نظری کا - اسمین ہمیشہ خطائین ہوئین اور ہونگی - حال وہی ہے جو تم خود گذرے اور یہ گذرنا یقینی ہے ظنی نہین ع قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید - فافہم ولا تکن من الغافلین ۱۲ منہ

قدرت نے سمجھا دیا کہ سنکھیا مین زہر ہی کھاؤگے مرجاؤگے۔ آگ کا کام جلانا ہی۔ اس سے دور رہو۔ جل جاؤگے۔ اب تم خود جلو یا مرو۔ قدرت پر کیون مفت کا الزام ہی۔ یاد رکھو بُرا انجام ہی۔ دوستو! اخلاقی دنیا مین قدم رکھنے والے ایک منٹ کیا ایک سکنڈ کے لیے بھی اس ناپاک خیال و رازو ہم وخیال کو دل مین جگہ نہ دینگے۔ اس خیال سے کچھ سمجھے بھی نتیجہ کیا نکلتا ہی۔ ہان وہ یہی جو چاہا کیا۔ کسی کو جان سے لیا۔ کسی کا مال چھینا۔ یہ کیا وہ کیا۔ خدا جانے کیا کیا کیا۔ اور یہ سب کیا کس نے۔ قدرت نے قدرت ہی کے یہ سارے کرشمے ہین۔ اور قدرت ہی کے یہ سب کھیل۔ چلیے فرصت ہوئی۔ یا یون کہین کہ دنیا کا سب کھیل ہی بھنڈ ہوا۔ عاقبت کی خبر خدا جانے۔ اچھی فراغت ہوئی ؎

	بار قیبان جدل فزون می شد	یار را گشتہ از جدل رستیم	

خوب یاد رکھو انسانی سرشت مین بدی کا مادہ غالب ہی۔ جب تک قوت ارادی سے کام نہ لوگے۔ کام نہ چلے گا۔ جب تک روحانی مشق (SPIRITUAL PRACTICE) سے واسطہ نہوگا انسان کہے جانے کے مستحق نہوگے۔ جبتک قول وفعل (WORDS AND DEED) مین مطابقت نہوگی اخلاص نہوگا اور جب اخلاص نہوا تو تم صاف دل (SPIRITUOUS) نہ کہلاؤگے اور جب دل ہی صاف نہوا تو اخلاقی قابلیت (MORAL ABILITY) کہان سے آئے گی جو اصل جوہر خاص تمغاے انسانی ہی۔ تمام پاک وناپاک اچھے

اور بُرے خیالات کا اصل منبع و مخرج قلب انسانی ہی جب تک تصفیۂ قلبی (PURIFYING) سے واسطہ نہ رکھو گے۔ خیالی ایذا نفسی کشمکش سے رہائی نہوگی۔ اور جب رہائی نہوئی تو جمعیت دلی۔ سکون قلبی (PEACE OF MIND. COLLECTION) ناممکن بلکہ محال ہی۔ اور جب یہی نہین تو گویا جینا وبال ہی ؎

بشتاب ای جوان کہ بطاعت کنی قیام	زان پیش کافتاب جوانی کند غروب
پیرانہ سرمزن در طاعت کہ اسپ پیر	در عرصہ وغا نبود لائق رکوب

بعض متعصبین کا یہ خیال کہ اسلام نے ظاہرداری پر بہت زور دیا۔ قرآنی تعلیم اخلاقی تعلیم نہین۔ اسکی تعلیم کی انتہا یہی ہی کہ آدمیون کو صرف ظاہر پرست بناوے اور کچھ نہین (TO MAKE MEN FORMALISTS AND NOTHING MORE) نہ اسلام مین یہ قوت کہ وہ انسان کو اونچے درجے (HIGHER LEVEL) پر پہونچا سکے (خلاصہ یہ کہ قرآن اخلاقی تعلیم سے معرا۔ باطن سے کورا۔ بالکل پاک وصاف ہی) ہم نہین سمجھتے کہ یہ خیال کہانتک درست اور ٹھیک ہی افسوس کہ تعصب و عناد کے دھوان دھار خیالات۔ حق پوشی کے تاریک تخیلات نے متعصبین کو ایسا مجبور کردیا ہی کہ وہ اسلام کے چمکدار روشن و مصفے چہرے کی طرف رخ کرنے سے بھی مجبور بالکل مجبور محض ناچار ہین خیر ہم بھی المجبور معذور کہکر انھین اُن کے حال پر چھوڑتے اور منصفین کے سامنے چند قرآنی آیتین تلاوت کرتے

اور پوچھتے ہین کہ کیا قرآن عظیم سے بڑھکر یا کم از کم اُسکے برابر بھی کسی اور کتاب نے
انسانی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا؟ اور اُٹھایا تو کیا کامیابی بھی ہوئی۔ نہین ہرگز نہین
یہ بالکل ناممکن قطعی محال ہے۔ دوستو۔ اصلاح باطن کا یہ پہلا مرحلہ۔ اخلاق سے
متعلق ہے۔ اخلاق رذیلہ یہ ہین بخل (STINGINESS) حسد (ENVY) کبر و غرور
(PRIDE) خود پسندی خود رائی SELFCONCEIT غصہ غضب (WRATH)
جھوٹ (LIE) وغیرہ وغیرہ۔

اور اخلاق حسنہ یہ ہین۔ صبر۔ (PATIENCE) شکرگزاری۔ GRA-
TITUDE) حلم (FORBEARANCE) رحم کرم (MERCY) توکل
(TRUSTINGOD) تواضع (CIVILITY) قناعت TRAN
(QUILLITY) راضی برضا RESIGNED TOTHEWILL
OFGOD) سخاوت (LIBERALITY) وغیرہ وغیرہ۔

اب کلام ربانی کے ارشادات سنو۔ اور دیکھو کہ متعصبین نے کس درجے
تک تعصب و عناد سے کام لیا ہے۔ جیتی مکھی نگلنا اسی کا نام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فی
القرآن المجید والفرقان الحمید وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۟ اِۨلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ
وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ اور اللہ نہین دوست رکھتا کسی تکبر کرنے والے فخر کرنیوالے
کو وہ جو بخل کرتے اور حکم دیتے ہین دوسرون کو بھی بخل کا۔
وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ اور جو اپنی جان کو بخیلی سے

بچائے پس وہی (لوگ) فلاح پانے والے ہین۔
وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰیۙ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰیۙ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰیؕ
اور جسنے بخیلی کی اور بے پروائی کی اور جھوٹا کیا اچھی بات کو اُسے ہم دھیرے دھیرے
سختی مین پہونچائین گے۔
اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ کیا حسد کرتے ہین
لوگون کا اُس چیز پر کہ دیا ہی اُن کو اللہ نے اپنے فضل سے۔
اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِیْنَ۝ بیشک وہ (اللہ) نہین دوست رکھتا تکبر کرنیوالونکو
فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى۠ پس مت پاک کہو اپنی جانون
کو وہ خوب جانتا ہی اُس شخص کو کہ جو پرہیزگاری کرتا ہی (یہ خودپسندی کی مذمت ہی)
وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ۝ اور ضبط
کرنے والے ہین غصے کے (باوجود قدرت کے) اور معاف کردینے والے ہین آدمیون
کے (قصور) اور اللہ دوست رکھتا ہی احسان کرنے والون کو۔
وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِۙ اور جھوٹ کے بولنے سے بچتے رہو۔
فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِیْنَ۝ پس مت کہا مان مکذبین (جھٹلانے والون) کا۔
وَلَا تَسُبُّوْا اور مت بُرا کہو (منع دشنام دہی سے)۔
وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىٕكَ
كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا۝ اور جس چیز کا تجھے علم نہین اُسکے پیچھے مت چل (مت پڑ)

بیشک کان اور آنکھ اور دل سب سے سوال کیا جائے گا (یہ افترا کذب اور قول زور کی مذمت ہی) وقس علی ہذا۔

وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ۔ اور شکر کرو واسطے اللہ کے۔

وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اور ڈرو اللہ سے تاکہ تم فلاح پاؤ۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا قف وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اے ایمان والو صبر کرو اور تھام رکھو دوسرے کو۔ اور دل لگائے رکھو (عبادت ذکر و شغل مین) اور ڈرو اللہ سے تاکہ تم فلاح پاؤ۔

وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا ۝ اور اللہ پر بھروسا کر اور کافی ہی اللہ کام بنانے والا۔

وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اور ڈرو اللہ سے بیشک اللہ جاننے والا ہی سینون کی بات کو۔

وَیَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ۝ قُلِ الْعَفْوَ اور سوال کرتے ہین تجھ سے کیا خرچ کرین۔ کہہ معافی (یہ عفو کی تعریف ہی اور سخاوت بھی کیا خوب ہی)

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِیْنَ ۝ درگذر اختیار کر اور حکم کر ساتھ بھتری کے اور منھ پھیرلے جاہلون سے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ط اے ایمان والو عہدون کو پورا کرو۔

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ قف کہہ حکم کرتا ہی پروردگار میرا ساتھ انصاف کے۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ بیشک اللہ حکم کرتا ہی ساتھ عدل اور احسان کے۔

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ پس نہین فلاح پاتے ظالم۔

اب ہم ان قرآنی آیتون کو حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا پر ختم کرتے ہین فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قف اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ اے زمین اور آسمانون کے پیدا کرنے والے تو ہی ہی میرا دوست یعنے کارساز دنیا اور آخرت مین موت دے مجکو اسلام پر اور ملا مجکو نیک بختون مین۔

ہان اب اُسی پہلے نُنیے پر آجاؤ کہ تصحیح خیال ہی سب کی جڑ۔ اصل الاصول ہی۔ دوستو۔ تصفیہ قلب کے لیے جس مشق (PRACTICE) کی ضرورت لازمی ہی۔ اُسکا تحریر مین آنا اول تو وقت سے خالی نہین۔ دوسرے اگر لائے بھی (جیسے کہ تصوف کی تمام کتابین بھری پڑی ہین) تو تصوف علم حسی نہین کہ کتابون سے حاصل ہو جائے۔ جب ظاہری علم معلم کا محتاج ہی تو باطنی علم اس قید سے کیون آزاد سمجھا جاے۔ مگر نہین کچھ نہ کچھ تسکین ہونی ضروری ہی۔ اسلامی تصوف فرمیسن کا راز نہین۔ اسکا راز و نیاز شوق و محبت کی دلیل ہی۔ اسکی برقی کشش قوت جاذبہ (ELECTRICITY) دماغ انسانی (علم مقناطیس انسانی کے جاننے والون مین یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچ گیا کہ انسانی دماغ کی برقی لہر جسطرح دوسرے انسانی دماغ پر

اثر ڈال کر پیغام کا مضمون سمجھانے کے قابل ہی اسی طرح کسی بیجان چیز
مین حلول ہوکر اُسمین احساس اور حرکت پیدا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتی
ہی۔ اس برقی لہر کو اوراکہتے ہین۔ اورا ایک قسم کا نور ہی جو انسانی جسم سے
نکلتا رہتا ہی۔ اور وہ دماغ اور نروس سسٹم مین موجود ہی اور اُسمین الکٹری سٹی
خاصیت کے علاوہ عقل کا مادہ بھی موجود ہی، سے نہین دل سے تعلق رکھتی ہی
اسکی برقی لہر دل سے اُٹھتی دل ہی مین تاثیر (EFFECT) پیدا کرتی ہی
اسکی آگاہی عقل جزئی کے احاطۂ ادراک سے باہر ہی۔ اسمین باطنی دانش
(INTUITION) کی ضرورت اصل قابلیت یا عطیۂ روحی AN ORI
GINAL FACULTY OR ENDOWMENT OF THE
SOUL) کی حاجت ہی۔ اسکا تصور یا مراقبہ (CONTEMPLATION)
خیالی نہین بدیہی ہی (SELF EVIDENT) ہان یہان نہ علت ہی نہ معلول
نہ عامل ہی نہ معمول۔ یہان ہی کیا۔ جذب قلبی کا ظہور۔ کشش روحی کا سُرور
قیل وقال سے آزادی۔ جسم فانی کی بربادی۔ عشق ومحبت کی باتین
راز ونیاز کی گھاتین۔ سوز وگداز سے رغبت۔ آہ ونالے سے الفت۔ بیخودی
کے فسانے۔ دردِ دل کے ترانے ؎

ساقیا خونِ جگر در جام کن	گر نداری درد از ما وام کن
عشق را دردے بباید پردہ سوز	گاہ جان را پردہ درگہ پردہ دوز

ذرۂ عشق از ہمہ آفاق بہ	ذرۂ درد از ہمہ عشاق بہ
عشق مغز کائنات آمد مدام	لیک عشق آمد نہ بی دردی تمام
قدسیان را عشق ہست و درد نیست	درد را جز آدمی درخورد نیست
کفر کافر را و دین دیندار را	ذرۂ درد دل عطار را

خیر یہ مجذوبانہ بڑ تو دم کے ساتھ ہی۔ اس سے چشم پوشی ہو۔ اور مطلب کی باتین سنو۔ سب سے پہلے انسان ضعیف البنیان کو اپنی ہستی پر غور کرنا اور سمجھنا چاہیے کہ کتم عدم مین تھا۔ وجود مین آیا۔ ایک قطرۂ آب سے پیدائیش ہوئی۔ خون کا دودھ بنا۔ وہ ابتدائی غذا ٹھہری۔ نہ حس وحرکت کی طاقت تھی۔ نہ گویائی کی قوت۔ نہ یہ لفاظی تھی نہ یہ ترانے۔ نہ یہ لکچر نہ یہ فسانے۔ قدم قدم پر مجبوری کا نام۔ بات بات مین رونے سے کام۔ کبھی مان کی آغوش رحمت تھی۔ اور کبھی باپ کی کنار عاطفت۔ کبھی اپنون کی شفقت کبھی غیرون کی محبت۔ اور سچ پوچھو تو یہ سب عارضی نسبتین۔ برائے نام اضافتین ہین۔ حقیقۃً یہ اُسی ایک کی شفقت کا ظہور۔ اُسی ایک کی محبت کا وفور۔ جو مان باپ سے بڑھ کر شفیق ورفیق بندہ پرور بندہ نواز رؤف ورحیم۔ غفور وحلیم ہی۔ وہی کتم عدم سے وجود مین لایا۔ انسانی جامہ پہنایا۔ اُسی نے عقل کا چراغ رہنمائی کو دیا۔ دولت علمی سے مالامال کیا۔ غرض وہ کونسی رحمتین ہین جو نازل نہ ہوئین۔ وہ کونسی نعمتین ہین جو حاصل نہ ہوئین۔ ناشکرون۔ ناحق شناسون کا

نام نہین۔ احسان فراموشون سے کام نہین۔ ورنہ وہ کون سلیم القلب انسان ہی۔ کہ ان انواع اقسام انعامات طرح طرح کے احسانات پر بھی اُس منعم حقیقی سے روگردان اور اُسکی بارگاہ سے گریزان رہے۔ اور پھر بھاگ کر جائے گا کہان۔ نہین نہین۔ اچھے نیک بندے نعمتون پر شکر بلاؤن پر صبر کرتے اور راضی برضا رہتے ہین۔ وہی ہین جو صدیقین مین شمار ہوتے اُنھین کے ساتھ اُٹھائے جاتے ہین مَنْ اَسْلَمَ بِقَضَائِی وَيَصْبِرْ عَلٰى بَلَائِی ويشكر على نعمائی كتبه وبعثه مع الصديقين يقينا ومن لم يرض بقضائی ولم يصبر على بلائی ولم يشكر على نعمائی فليطلب رَبًّا سِوَائِی وَيخرج من تحت سمائی ٭ یعنے جو شخص راضی برضا رہے بلاؤن پر صبر اور نعمتون پر شکر کرے وہ یقینی صدیقون (کی فہرست مین) لکھا جائے گا۔ اور اُنھین کے ساتھ اٹھایا جائیگا۔ اور جو راضی برضا نہ رہے نہ صبر و شکر سے واسطہ رکھے۔ تو اُسے یہ چاہیے کہ وہ میرے سوا کوئی دوسرا پروردگار تلاش کرے اور اس آسمان کے نیچے سے کہین اور جا کر رہے) خیر یہ بھی نہ سہی احسانات کا شکر ہو یا نہ ہو۔ راضی برضا رہے یا نہ رہے۔ مگر کیا یہ بھی ممکن ہی کہ اس مشت خاک کو اپنی مجبوریان ناچاریان نظر نہ آئین۔ اپنے فانی ہونے کا یقین نہو۔ خواہ کتنے ہی غفلت کے پردے کیون نہ پڑے ہون۔ پھر بھی اس حیات مستعار مین ایک دو نہین سیکڑون

ہزارون ایسے ایسے واقعات حادثات پیش آتے ہین کہ جن سے بدن تھرا اُٹھتا دل پاش پاش ہو جاتا ہی۔ ایسے ہی موقعون پر انسانی فطرت کا حال کھل جاتا اپنے عجز کا اعتراف اُسکی قادریت کا اقرار ہوتا۔ اور بے ساختہ مُنھ سے نکل جاتا ہی۔ قوله تعالى اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَسُبْحَانَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ ترجمہ پاک ہی وہ ذات جسکے ہاتھ مین ہی حکومت ہر چیز کی۔ اور اُسی کی طرف پھر جاؤ گے۔ پھر جانے کا خیال ہی تصیح خیال کا باعث ہوگا قلب مین گدازگی پیدا ہوگی۔ نفس کو مغلوبیت روح کو غلبہ ہوگا۔ اور جیسی جیسی پختگی آتی جائے گی۔ قلبی تاریکی کافور۔ تجلیات کا ظہور ہوگا۔ تمھارے سینے مین ایک صاف دل (SINCE REHEART) ہوگا اور دلمین راستبازی (RIGHTEOUSNESS) تمام بُرائیان (INIQU TIES) ناپاک خیالات (IMPURE THOUGHTS) خود بخود دور ہوتے جائین گے۔ تمام ناچیز ظاہرداری کے عملون (TRIVIAL CEREMONIAL OBSERVANCES) سے کنارہ کشی ہوگی (ظاہرداری کے عمل یعنے نفاقی حالت دل مین کچھ ظاہر کچھ) تمھارے زبان و دل مین موافقت ہوگی۔ باطن صاف ہوگا اور طینت پاک۔ تمھاری کایا پلٹ ہو جائے گی۔ دل کی تبدیلی چال چلن کی تبدیلی ہی (RTION

اب تم سمجھوگے کہ ایمانی قاعدہ (CONVE FORMULA OF BELIEF) کیا ہے۔ (کیونکہ اب تمھارا ایمان محض استدلالی نہ رہیگا۔ مشاہدی ہوجائےگا گویا اس حدیث کے مصداق ہوجاؤگے۔ اِتَّقُوا مِن فِرَاسَۃِ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ) اور ایمان وحکمت (FAITH AND SCIENCE) کسے کہتے ہین۔ ابھی تک تمھاری حکمتی (SCIENTIFIC) علمی دلائل محض حواس ظاہری مادہ واسباب خارجی سے وابستہ ہین۔ جب قلبی ادراک (CONCEPTION) ہوگا اور مکاشفۂ عینی کی نوبت آئےگی اُسوقت تم پرخود بخود اپنے فلسفہ (PHILOSOPHY) منطق (LOGIC) اور علم بیان (RHETORIC) کی حقیقت[1] کھل جائےگی اور تم بے اختیار چلّا اٹھوگے ؎

ما ز یاران چشم یاری داشتیم		خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم	
گفتگو آئین درویشی نبود		ورنہ با تو ماجراہا داشتیم	

یہ خیال یا اس خیالی مشق کی پختگی تمھارے دنیاوی تعلقات مین ہارج نہوگی خیر مقدم نہ سہی موخر ہی سمجھ کر آدھ گھنٹے اپنے ٹائم ٹبل مین اسکے لیے بھی نکال لو شب[2] کا اخیر حصہ رکھو کہ اُسوقت حواس مین سکون۔ یکسوئی ہوتی

---

[1] سعدی بشوے لوح دل از نقش غیر دوست ✤ علمی کہ رہ بہ حق ننماید جہالت ست ✤ ۱۲ منہ

[2] شب کے وقت حواس صوری کے تصرفات عالم محسوس مین باقی نہین رہجاتے۔ عالم محسوس کے سکون پر حواس کا رجحان باطن کی طرف ہوجاتا ہے ؎ چو فارغ گشت مرداز کار محسوس ✤ (باقی)

اورعالم مع عالمیان سناٹے مین ہوتا ہی(اسی سے تہجد کی تاکید ہی) پہلے فکرو تفکر سے کام لو تفکّرُوا فی خلق اللہ ولا تفکّرُوا فی ذات اللہ فکر مصنوعات مین ہو نہ صانع مین۔ قرآن مجید کی اس آیت پر عملدرآمد ہو۔ قال اللہ تعالی وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلاً (یعنے وہ زمین اور آسمانون کی پیدایش مین فکر کرتے سوچتے ہین (اور کہتے ہین) اے رب ہمارے تونے یہ(سب کے سب) بیکار نہین بنائے۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تفکرُساعۃٍ خیرٌ من عِبادۃ الف سنۃ اور حضور اقدس کا ارشاد ہی کہ ایک ساعت کی فکر (کھانے کمانے کی فکر نہ سمجھ لینا) ہزار سال کی عبادت سے بہتر ہی(وجہ یہ کہ اس فکرو تفکر مین بتدریج ایقانی وعرفانی حالت پیدا ہوجاتی ہی) اس تفکر کا آل کار یہ ہی کہ مصنوعات سے صانع کی شناخت۔ انسانی کمزوریون سے اُس قادر وقوی کی عظمت قادریت کا خیال قلب مین راسخ ہوگا۔ کبھی اُس کی رحمت یاد آئے گی۔ اور اپنی معصیت۔ اُس کا لطف واحسان۔ اپنا فسق وعصیان۔ اُسکی بندہ پروری بندہ نوازی۔ اپنی ناشکری ناسپاسی اُسکا رحم وکرم جود وعطا۔ اپنا ظلم وستم جور وجفا۔ اُسکی وہ شفقت ومحبت۔

(بقیہ از صفحہ ۱۲۱) شدہ درباطنی اسرار جاسوس ہما ورشدہ شدہ واردات والہامات غیبی کا ادراک شروع ہوجاتا ہی قرآن مجید مین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوا یاایُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّیْلَ الآیہ منہ

اپنا یہ نقشہ یہ حالت جہان تو اس حالت مین ہوگا کیا۔ دل مین درد ہوگا اور آنکھون مین آنسو۔ استغراقی کیفیت ہوگی او رسوز وگداز سے رغبت۔ اس حالت شکستگی مین ان رباعیات کا ورد کیفیت سے خالی نہین ہے

یارب ز گناہ زشت خود منفعلم	وز فعل بدوخوی بدخود خجلم
فیضے بدلم زعالم قدس رسان	تامحو شود خیال باطل ز دلم
اے لطف یاد من بیکس رس	لطف وکرمت یار من بیکس بس
ہرکس بہ کسے وحضرتے می نازد	جز حضرت تو ندارد این بیکس کس
افعال بدم زخلق پنہان می کن	دشوار جہان بردلم آسان میکن
امروز خوشم بدار وفردا با من	انچہ از کرم تو می سزد آن میکن

اب ایک طرح کا لگاؤ پیدا ہوجائے گا۔ ساتھ ہی ساتھ محاسبہ نفسی سے بھی کام رہے حاسبوا قبل ان تحاسبوا اپنے نفس سے محاسبہ کرو قبل اسکے کہ خداوند تعالیٰ تم سے محاسبہ کرے۔ روزحساب لے لیا کرو۔ اور تنبیہہ کرتے رہو کہ اس دشمن دوست نما کے مکروفریب عجیب وغریب ہین اسی کے حالات سے ہر شخص کا آگاہ ہونا دشوار ہے۔ اسی کا زیر کرنا جہاد اکبر کہلاتا ہے رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر ہے

نفس بدرا در ریاضت گوشمال	تانہ اندازد ترا اندر وبال

بعض نے فرمایا کہ نفس کو ریاضت سے صاحب ادب کرنا چاہیے کہ اساس الکفر

قیامُكَ علی مُرادِ نفسِكَ قرآن مجید مین نفس کو تین صفت کے ساتھ یاد کیا ہی حقیقۃً نفس ایک ہی ہی۔ باعتبار صفات جداگانہ ہی۔

ایک صفت مطمئنہ ہی جو مخلصین کے لیے مختص ہی یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ؕ

دوسری لوّامہ جیسا ارشاد ہوا لَا اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَلَا اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ حدیث شریف مین ہی کہ قیامت کے دن ہر نفس لوامہ ہوگا۔ یعنے آپ کو ملامت کرنے والا۔ صالح کہین گے کہ ہم نے صلاح کیون نہ زیادہ کی۔ فاسق کہین گے کہ ہم نے فسق کیون کیا۔

تیسری صفت امارہ ہی۔ جیسا کہ فرمایا اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ یہ صفت پیدائشی اور سب کے ساتھ مختص ہی (اسی سے انسان کمزور اور فطرتاً بدی کی طرف مائل ہی) مگر یہ کہ صفت مطمئنہ سے بدل جاے خلاصہ یہ کہ خطرات کا دور کرنا ضروریات سے ہی۔ اور اسمین بڑا حصہ نفس کا ہی۔ اس کے مکر وکید سے بچتے رہو۔ نہ کرنے سے کچھ نہ کچھ کرنا بہتر ہی۔ کچھ نہ کچھ کرتے رہو۔ (SOME THING IS BETTER THAN NOTHING) طلب ہوگی اور صحبت نیک کے جویان رہو گے تو ایک نہ ایک دن بیڑا پار ہی۔ ورنہ محض قیل وقال مفت کا آزار ہی ؎

خاک شو مردانِ حق را زیر پا	خاک کن بر سر ہوایت ہمچو ما
از بہاران کی شود سرسبز سنگ	خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ
زہر ایشان خور مخور شہد خسان	تا کسے گردی با قبال شہان
مر ترا دشنام وسیلی شہان	بہتر ست آن از ثنای دیگران
ہیچ نکشد نفس را جز ظل پیر	دامن آن نفس کش را سخت گیر

اِنَّا لِلّٰہِ ثُمَّ اِنَّا لِلّٰہِ

صورت از بے صورتی آمد برون
باز شد کانا الیہ راجعون

فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحفۂ درویش

نمبر (۳)

ھُوَ اللّٰہُ الاحد

قُلْ اِنَّنِیْ ھَدٰنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

دل گفت مرا علم لدنی ہوس ست	تعلیمی کن اگر ترا دسترس ست
گفتم کہ الف گفت دگر گفتم ہیچ	در خانہ اگر کس ست یک حرف بس ست

ابتداے آفرینش سے جسقدر پیغمبر علیہ السلام مبعوث ہوئے سب اسی کی تعلیم فرماتے آئے کہ ذات باری تبارک وتعالی دوئی سے منزہ تمام صفات کمالیہ کی جامع اور جملہ عیوب ونقصانات سے پاک وبری ہی جسطرح وجود صانع سے منکر ہونا ناممکن بلکہ محال ہی۔ یون ہی اُسکی توحید سے انکار محض ایک خیال ہی خیال ہی۔ فطرت انسانی اور عقل بشری کو خود بخود ماننا پڑتا ہی کہ یہ عظیم الشان کارخانہ خود بخود موجود نہین ہوا۔ اسکا

کوئی صانع ہی اور ضرور ہی وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ط
فرعون کو دیکھیے انکار صانع تو دور رہا۔ اسی دنیاوی چند روزہ عیش و آرام
مین پھول کر خود خدائی کا دعوے کیا۔ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔ ۝ کی سوجھی۔
جب لگا ڈوبنے۔ تو اصل فطرۃ کا حال کھل گیا۔ اپنے عجز اور خدا کی خدائی
کا اقرار کیا اور چلا اٹھا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ
بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ ایک فلسفی ڈاکٹر وارڈ کا یہ بیان
بہت صحیح ہی کہ تمام واقعات کی اصل علت قوت ارادی پر موقوف ہی۔ مسٹر مل
نے جو کچھ علت و معلول کے متعلق مسٹر ہیوم کی تائید کرتے ہوئے اپنے
نزدیک زوردار دلیل پیش کی ہی وہ ارباب عقول کے نزدیک تار عنکبوت
سے زیادہ وقعت نہین رکھتی۔ مادی اشیاء سے افعال کا صادر ہونا یعنے
غیر ذی روح اشیا کو مصدر افعال تسلیم کرنا نفس انسانی کی قبولیت سے
کوسون دور ہی۔ اس فلسفیانہ خیال کا یہ نتیجہ ہوگا کہ عالم مادی کی ہر شی متحرک
بالارادہ مانکر ایک اور صرف ایک زبردست قوت ارادی کو چھوڑ کر ہزارون
لاکھون کرورون بلکہ لاانتہا چھوٹے چھوٹے خدا تسلیم کیے جائین گے اور
۳۳ کرور دیوتا تو ایک طرف رہے یہان نہ معلوم کتنے ۳۳۔کرور کی نوبت

۱؎ یہ فرعون کا دعوی تھا کہ مین بڑا خدا ہون ۔ ۱۲
۲؎ مین اُس خدا پر ایمان لایا کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور مین مسلمان ہون۔ فرعون
وقت غرق اسطرح خدا کا اقراری ہوا ۱۲ منہ

پہونچے گی - مادہ پرست جس بیجان مادے کو جاندار بناتے اور جس ترتیب و ترکیب سے انسانی درجے پر پہونچاتے ہین اسمین خود ہی عقلی ٹھوکرین کھاتے اور منھ کے بل زمین پر آتے ہین - ابتدا ئ کچھ بھی نہ تھا بس ایک رقیق مائی شی تھی - رقیق کثیف ہوئی غلیظ ہوئی - چکر لگنا شروع ہوا - گرداگرد کے حصے ٹوٹ پھوٹ گئے - ابتدائ چکر ہی چکر سے واسطہ رہا - پھر گولائی آئی - درمیانی حصہ سورج ہوا - سورج سے سیارے - سیارون سے چاند بنے - سب کرّون مین ہماری زمین کی طرح آبادی ہوئی - اور بالآخر مادی ذرون سے ٹکراتے ٹکراتے ترکیب خاص سے مِل ملاکر پروٹوپلیسم (زندہ بیج) کی صورت اختیار کی یعنے روح حیات کی بنیاد قایم ہوئی اور عالم و عالمیان کا سلسلہ چل نکلا - ہان یہ سب ہوا اور ہوتا جائے گا - مگر ذرا تحقیق سائینس سے یہ تو بتائین کہ اس بیجان مادے مین جان کہان سے آگئی - حس و حرکت نے کہان سے خروج کیا - رقیق و غلیظ ہونے کی وجہ کیا ہے - سب تو سب یہ نباتات حیوانات کہان سے نکل پڑے - فہم و حس کہان سے پیدا ہوئی - کونسی عقل سلیم باور کرتی ہے کہ یہ جو کچھ ہوا ہو رہا ہے اور ہوگا سب کا سب اتفاق محض کا کرشمہ اور ایک محض بیجان محض بے عقل و محض بیحس مادے کے ذرات کے مِلنے ملانے ٹوٹنے پھوٹنے کا شعبدہ ہے و بس نہین نہین صاف صاف بڑے زور شور سے دل گواہی دے رہا ہے کہ

یہ سب کسی ایک زبردست قوت ارادی لم یزل ولایزال ہستی کا کام ہے
عرف عام مین جسکا خدا نام ہے

دل گوہ است کہ در پردہ دلاراہی ہست	ہستی قطرہ دلیل ست کہ دریای ہست

عاقل موجودات کے جس موجود پر نظر کرے جان سکتا ہے کہ یہ خود بخود موجود نہین ہوئے۔ اشجار مین پختگی ثمر کا باعث آفتاب۔ اُسکی شیرینی کا سبب ماہتاب۔ ایک کا ایک ذریعہ۔ نہ بلا کاتب کتاب نہ بلا محاسب حساب غرض کوئی کام بلا کسی کاریگر کے انجام نہین پاتا۔ اور کام بھی ایسا جسمین بے مثل ترکیب ترتیب حکمت وتدابیر اور انتہا درجے کی صنعت پائی جائے۔ جب جملہ افعال محسوسہ مین ایک قوت حسی کی ضرورت مثلاً کتاب کے لیے کاتب کی ضرورت۔ گھڑی انجن وغیرہ وغیرہ عجائبات سے اُن کے کاریگرون کی ضرورت ضروری سمجھی جاتی ہے۔ اور قلب انسانی فوراً ان موجودات سے موجد کا ہونا ضروری تسلیم کرلیتا ہے تو کیا یہ بھی ممکن ہے کہ وہی قلب اتنے لمبے چوڑے کارخانۂ دنیا کو دیکھ کر جسکے انتظام کا دور نہایت خوبی وخوش اسلوبی سے جاری ہے۔ اُسکے صانع حقیقی مالک اصلی کے ہونے کا معترف نہو۔ یہ ناممکن بالکل محال ہے۔ فطرۃ انسانی۔ عقل انسانی۔ قلب انسانی۔ کوئی بھی خدا کے ہونے کا منکر نہین۔ دہریہ زبانی نہین نہین کرین ذٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ کبھی نہ کبھی اُنھین بھی اقرار ہی کرنا پڑتا ہے۔ اور کرتے ہین۔ غرض اس سے

انکار نہین ہوسکتا کہ کوئی صانع ہی اور ضرور ہی - اور وہ بھی کیسا ایک جملہ عیوب سے مبرہ و منزہ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ عقلی بلند پروازی سے اُس برتر ہستی وحدہ لاشریک لہ کو دیکھنے بھالنے اور مثل دیگر مشہودات و مرئیات بدیہیہ کے چھونے ٹٹولنے کی تمنا یا خواہش یہی بے قیدی کا اول زینہ یا دہریت کا پہلا قدم ہی - عقل انسانی نے جملہ صفات ربانی کو احاطہ کیا - گویا صفت ربانی محدود ہوئی - جس سے خود ذات باری تبارک و تعالی کا محدود ہونا مستلزم ہی - اور یہ ظاہر ہی کہ خود محدود یا محدود قوتون والا لائق خدائی نہین - حقائق فطرت اور ماہیت اشیار کی واقفیت کے متعلق ہماری عقل محدود اور بالکل محدود ہی - ہان صرف بقدر وسعت اشیار کی خاصیت معلوم ہوجاتی ہی - رہے توے ادراکی اُنکا تو یہ حال ہی کہ ایک روح ہمارے جسم مین موجود ہی تمام عمر ہمارے ساتھ رہی اور آناً فاناً یون غائب ہوئی کہ گویا تھی ہی نہین اور خاک بھی سمجھ مین نہ آیا کہ تھی یا نہ تھی مگر کیا تھی - یا مثلاً کشش مقناطیسی یا جذب انابیب شعری وغیرہ وغیرہ

فلسفی راز حقیقت نتوانست کشود	گشت رازد گر آن راز کہ افشامی کرد

تجربات سے ثابت کہ ایک زمانے مین فلاسفرون نے کوئی بات مسلمات مین ٹھہرائی دوسرے وقت وہی باطل قرار پائی - امور جدید الظہور نے ہمیشہ اِن کا تار و پود توڑ تاڑ ڈالا - یہی وجہ کہ قدم قدم پر ٹھوکرین کھائین -

کبھی خاص ایک صورت پر قائم رہنے کی نوبت نہ آئی۔ ایک قاعدہ معین
کیا دوسرے وقت پھر اُس سے انحراف کیا۔ اب بھی ظنیات سے
منکر نہون تو جدید مشاہدات تکذیب کو موجود۔ لامحالہ ماننا پڑا کہ غلط
تھا اور اسمین پھر غلطی ہوگی اور ضرور ہوگی ۔ جسقدر تجارب ومشاہدات
آجتک قلمبند ہوئے اُن کے لیے یہ یقینی امر نہین کہ اِن کے خلاف
یا ان سے عجیب وغریب یا ان سے بڑھ چڑھ کر ممکن الوقوع نہ ہون چند
مشہودہ قدرتون کو قانون قدرت نہین کہہ سکتے ۔ الٰہی قوتین غیر محدود
اور اُسکا قانون قدرت بھی غیر محدود ہی۔ عقل انسانی کی ایک حد ہی۔ غیر
محدود ۔ محدود مین نہین آسکتا ۔ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کی شان ارفع
ایمانی حالت یہ ہی ہی کہ فضول ایچ پیچ کو راہ ندین ممکن نہین کہ اُس کی
رحمت دستگیری نہ کرے اور یہ ہی علم الیقین صاف صاف عین الیقین
وحق الیقین کی صورتین نہ دکھائے۔ اپنی ہستی پر غور کرین عرفانی حالت
پیدا ہو پھر ممکن نہین کہ منکر رہین۔ رہا فلسفیانہ جھگڑا وہ تو نہ گیا ہی نہ جائے گا
جب عبودیت سے انکار کی نوبت آئی ظاہر ہوا کہ دماغ بگڑا علم عقل پر
غالب آیا۔ علم علم نہ رہا۔ عقل عقل نہ رہی۔ خوب عقل ہی کہ خدا کو خدا بھی مانین
اور ساتھ ہی ساتھ اُسکی قوتون پر احاطہ کرنے کی امید بھی رکھین۔ جو سمجھ مین
نہ آئے صاف صاف انکار کر جائین مگر مصیبت دبائے یا ضرورت پیش

آئے۔ سب مانین سب سمجھین۔ جبتک پردار مچھلی دیکھ نہ لی یا دُم کٹنے سے متواتر دُم سے کٹے کُتّے پیدا نہ ہوئے کوئی فلسفی قائل نہ تھا۔ جب تک دُم دار ستارے آسمان مین نظر نہ آئے خلاف قانون قدرت تھے۔ جب آنکھون سے دیکھا تحت قدرت کی فہرست مین داخل کیا۔ فرمائیے اس داخل خارج مین کون سی شان عبدیت ہی جس سے ابدی نجات ابدی مسرت اور کبھی نہ فنا ہونے والی لذت کی امید نہ کیجائے۔ یہانتک بھی مضائقہ نہ تھا کہ ان کے فضلہ خوار مقلدین ملکی وتمدنی (پولٹیکل و سوشل) معاملات مین جولانی طبع دِکھا دِکھا کر نپولین[1] و لوتھر[2] کے ہم پلہ ہوجاتے یا اُن سے بھی بڑھ جاتے مگر ستم تو یہ ہی کہ اپنی عقل جزئی و ناقص سے خدائی معاملات مین بھی رائے زنی نہ صرف رائے زنی بلکہ جرح قدح کرنے پر آمادہ ہوئے۔ صرف ایک لفظ آن نیچرل (خلاف قانون قدرت) یاد کرلیا۔ اور لگے ہر معاملے مین اُسی کو رٹنے اور یاد کرنے۔ ان کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ خود نیوٹن جو مسئلہ کشش کا موجد مانا جاتا ہی اور جس نے سائنس

---

[1] نپولین بونا پارٹ ابتدا ًفرانسیسی فوج مین ایک سپاہی کی حیثیت سے تھا۔ رفتہ رفتہ اپنی بہادری وبیدار مغزی کے باعث تمام فرانس کا مالک ہوگیا۔ یورپ پر متعدد فوج کشیان کین اور اپنی دلیری ونمایان کامیابیون کے باعث تمام یورپ مین تہلکہ ڈال دیا۔ بالآخر سنیٹ ہلینا مین انتقال کیا۔ ۱۲

[2] سولھوین صدی مین ایک مشہور عاقل ہوا جس نے مذہب پروٹسٹنٹ (عیسائیون کا ایک فرقہ) کی بنیاد ڈالی اور پوپ کی سلطنت کلیسیا کو کالعدم کردیا ۱۲ منہ۔

(علم) کو بالکل ہی اُلٹ پلٹ دیا اپنی عجز کا معترف ہوا۔ اور اعتراف کے سوا چارہ ہی کیا۔ معلوم شد کہ ہیچ معلوم نشد۔ بڑی سخت و فاحش غلطی نہ صرف غلطی بلکہ بے دینی لامذہبی ہی کہ جو امر ہماری عقل مین نہ آئے۔ اُس سے ہم صاف صاف انکار کر بیٹھین یہی خیال دہریت کا اول زینہ اور یہ بے قیدی کا پہلا قدم (فرسٹ اسٹیپ) ہی۔ بہت صحیح فرمایا ؎

نہ ہر جاے مرکب توان تاختن	کہ جاہا سپر باید انداختن

فلسفہ و ہیئت کی ایک ایک ظنی و وہمی دلیل تو قابل تسلیم پتھر کی لکیر ٹھہری اور اُس قادر مطلق موجود بوجود حقیقی کی حکیمانہ طاقتین غیر محدود قوتین اڈیسن و اسٹیل[1] کے خیالات (خواہ وہ کتنے ہی نادرہ کیون نہون) کے برابر بھی قابل تسلیم نہ سمجھی جائین۔ محض ایک نظام شمسی (آفتاب اور کل اجرام فلکیہ جو اُسکے گرد حرکت کرتے ہین اُن کے تمام انتظام کو نظام شمسی کہتے ہین) کے درست کرنے مین کوپرنیکس و پوٹسی ڈونس[2] سے لے کر نیوٹن و ہرشل تک جو جو عقلی ٹھوکرین لگی ہین اُسکا تماشہ اُس سے پوچھیے جس نے آرجی مارلیشن کی کتاب دیکھی ہی ؎

فلسفی را چشم حق بین سخت نابینا بود	گرچہ بیکن باشد و یا بوعلی سینا بود

[1] فرقہ نیچرلسٹ کے مشہور و معروف عقلا جن کو لندن مین ہوئے ابھی بہت زمانہ نہین ہوا۔ ۱۲

[2] یہ سب علم ہیئت قدیم و جدید کے خاص خاص عقلا ہین۔ ۱۲ منہ

ہیئت کے مسائل مین ابتدا سے اسوقت تک جو جو خرابیان ہوئین اختلافات ہوتے چلے آئے اور ردوبدل جاری رہی وہ ارباب بینش سے مخفی نہوگی۔ علم ہیئت کا دارمدار صرف اسپر موقوف کہ آفتاب و زمین مین کس قدر بُعد ہی۔ اسی پر قیاس کرتے کرتے تمام قاعدے کشش و روشنی کی رفتار کے مرتب کرکے نظام شمسی درست کیا جاتا ہی۔ مگر صاف تو یہ ہی کہ آجتک یہ امر بھی طی نہوا کہ کس قدر بُعد واقعی ہی۔ مثلاً کوپرنیکس صاحب فرماتے ہین۔ ۱۵۸۶۔میل۔ پوسی ڈونیس۔ ۱۳۱۴۱۔میل۔ نیوٹن صاحب قریب ۱۵۰۰۰۔میل۔ ہرشل صاحب۔ ۲۳۹۸۴۔میل ع

به بین تفاوت ره از کجاست تا بکجا

ایک خط نیوٹن نے ڈاکٹر ٹیلی کو لکھا کہ آپ نے آفتاب کا فاصلہ سات ہزار گونہ زمین کے قطر کا قرار دیا ہی اور فلمنڈ وکسی نے بیس ہزار گونہ۔ مین خیال کرتا ہون کہ دونون حساب درست ہین۔ اب توکچھ بدلنے کی ضرورت نہین۔ اسپر مسٹر بارٹین لکھتے ہین کہ "نیوٹن ٹیلی سے کہتے ہین کہ فاصلہ آفتاب کا دوکرور اسّی لاکھ۔ خواہ آٹھ کرور چالیس میل ہی۔ پھر بھی دونون یکسان ٹھہراتے ہین۔ اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ اُن کی رائے مین **پانچ کرور ساٹھ لاکھ کا فرق کسی شمار مین نہین**" نیوٹن جو اسکا انجام پر پہونچانے والا یا بانی مبانی ہی اُسکا یہ حال کہ ۵ کرور ۶۰ ساٹھ لاکھ کا

فرق کسی حساب ہی مین نہین لاتا۔ جب اُنکی تحقیق کا بُطلان صرف ایک نیرّ اعظم کے حساب مین ظاہر ہو گیا تو اور سیارات کے حساب مین کیا حال ہو گا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار ہ فاعتبروا یا اولی الالباب ہ

یہ حال تو ہیئت دانون و فلاسفرون کا ہی جنھین کچھ بھی عملیات سے واسطہ نہین محض احتمالات کے چکر مین سرگردان لولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ (اگر اعتبارات نہون تو فلسفہ بیکار ہو جاوے) غرض اچھی طرح ظاہر ہو گیا کہ کوپرنیکس۔ کیپلر اور نیوٹن کے اقوال پر اس ہیئت جدیدہ کا اعتبار ہی اور طریقۂ استخراجِ مسائل بھی قیاسات بعیدہ اور مماثلت و مناسبت غیر ضروریہ کے ساتھ واضح ہو گیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمیشہ یہ مسائل مختلف فیہا چلے آتے ہین۔ خود ہرشل صاحب لکھتے ہین کہ یہ مسائل وقت ایجاد سے اکثر بدلتے رہے مختلف طور پر فرض کیے گئے اور قریب سو برس کے گذرے ہون گے کہ بہت سے ذہین اور فہیم شخصون نے اُن کے مقرر کرنے کے واسطے جدو جہد کی۔ اب ایک درمیانی کا جھگڑا ملاحظہ ہو۔ مسٹر لینس کہ مخالف ہی نیوٹن سے وہ کہتا ہی کہ انتظام عالم سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ موافق اُن اُصول کے ہو جو حرکت مادہ سے متعلق ہین۔ یا موافق قواعد علم ادب کے ہو وغیر ذالک من الاوہام ہ

گر حکمت کار دین بودی تمام		خطۂ یونان شدی بیت الحرام	

پاے استدلالیان چوبین بود	پاے چوبین سخت بی تمکین بود

ہان بیشک اسی عقل سے انسان مکلف ہی دونون جہان کی بہتریان اسی عقل پر متفرع - مگر اسی کے ساتھ خرابیان بھی سب اسی سے ہین - منشا یہ کہ توسط و اعتدال کا پہلو جب تک رہا خیریت ہی - ورنہ خرابی و سرگردانی مصیبت وقت ہی - تمام آلہی قدرتون پر حاوی ہونا - کل رازون کا منکشف ہوجانا یا کلیتہً تحقیق و تفتیش سے منہ پھیر لینا معطل محض کردینا یہی افراط و تفریط ہی - خیر الامور اوسطھا ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہی - عقل بھی ایک محدود شی ہی - وہ چیزین جو حدود عقلی سے باہر ہین اُسمین کس طرح سما جائین - خداوند قادر و قوی نے ہمین جسقدر قوتین سامعہ باصرہ شامہ وغیرہ وغیرہ عطا فرمائی ہین یا یون سمجھین کہ یہ سب قوتین { قوت (FORCE) ہر خواہش مین یہ قوت بطور جزو لازمی مضمر ہی - یاد رہے کہ قوت کوئی ضائع نہین ہوتی بلکہ وہ دوسری ہیئت مین نظر آتی ہی - بُری خصلتین گئین - نیک عادتون نے اُن کی جگہ لی - بُرائی نے بھلائی کی صورت دکھائی - اور یہ بات قوت ارادی ہی سے ممکن ہی - جبتک ضبط حس سے کام نہ لیا جائے گا قوت بہیمیہ ہمیشہ باقی و قائم رہے گی جسکا نتیجہ لابدی نیکیون سے دور رہنا اور بدیون مین مبتلا ہونا ہی } جو ہم مین موجود ہین - کیا ہم ان سب سے اِن کے اندازے سے زیادہ کام لینے کا ارادہ کرتے ہین - اور اگر کرتے ہین تو

کیا کامیابی بھی ہوتی ہے - ہرگز ہرگز نہین - آنکھون مین جس حد تک اور
جس طریقے سے دیکھنے کی قوت موجود ہے وہین تک اور اُسی طرح دیکھ سکتے
ہین - ایسے ہی قوت سامعہ وشامہ کا حال ہے - علی ہذا عقل کی بھی یہی کیفیت
ہے - ہزارون شعبدات طبعی اور طلسمات فلکی ہین جو آجتک مطلقاً سمجھ مین
نہ آئے نہ آئندہ انسانی محدود عقل کا یہ امکانی کام کہ وہ اُس مالک الملک
کے وراء الورا بھیدون کی تہ تک پہونچ سکے - خدائے ذوالجلال کی قدرتون
کا کنارہ لایدرک ہے - اُسکی قوتین غیر محدود ہین - پھر یہ کہان کی عقل ہے
کہ ہم اُسکی قوتون پر احاطہ کرنے کی امید رکھین - اور یہ کیسی سمجھ ہے کہ جو کچھ ہماری
سمجھ مین نہ آئے - اُس سے صاف صاف بڑے زور شور سے انکار کر بیٹھین
بَلْ کَذَّبُوا بِمَا لَمْ یُحِیْطُوا بِعِلْمِہٖ حواس جوجوہر وعرض کی دریافت کو مخصوص
ہین - اُن سے اُسکا محسوس ہونا جو نہ عرض ہے نہ جوہر لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ
بالکل ناممکن قطعی محال ہے - ذرات عالم کا ایک ایک ذرہ وجود صانع کی
گواہی دے رہا ہے

ہرچہ از ماہی عیانست تا بماہ	ہست بر اثبات صانع خود گواہ
وفی کُلِّ شَیْءٍ لہ اٰیَۃٌ	تَدُلُّ عَلٰی اَنَّہٗ وَاحِدٌ

اور وہ بھی معرفت وجود واجب نظری نہین بدیہی بلکہ اجلی البدیہات
سے ہے - ایک بدوی سے پوچھا گیا کیفَ عَرَفْتَ رَبَّکَ خدا کو کسطرح

جانا پہچانا۔ اُسنے جواب دیا البعرۃ تدل علی البعیر والروث
علی الحمیر واثار الاقدام علی المسیر فسماء ذات ابراج وارض
ذات فجاج وبحار ذات امواج اما ندل علی الصانع العلیم القدیر
جب جنگل مین مینگنی دیکھتا اونٹ کے ہونے کا یقین کرتا ہون۔ لید دیکھکر
گدھے کا وجود معلوم ہوتا ہے۔ نشان کفِ پا کسی کے چلنے پر دلالت کرتا
ہے۔ تو اتنا بڑا آسمان برجون والا۔ زمین سڑکون راہون والی دریا موجین
مارنے والے کس طرح اپنے بنانے والے پر دلالت نہ کرین گے۔ اور اُسکے
وجود وعلم وقدرت کی سچی گواہی نہ دین گے۔ ترجیح بلا مرجح کے بالبداہت
محال ہونے کی بحث اِن بظاہر زبانی انکار کرنے والون کے لیے بہت
کچھ تسکین دہ وفائدہ بخش ہے بشرطیکہ اُس فطرت سے کام لین جسکی طرف
فِطْرَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا مین اشارہ ہے۔ جانور کھلے ہوئے
میدان مین چر رہے ہین۔ پتا کھڑکا اور وہ چونکے۔ پاؤن کی آہٹ
پائی اور دُم دبائی۔ آخر یہ کیون؟ اسلیے کہ اُن کے دماغ مین جمی ہوئی
ہے کہ کوئی فعل بلا فاعل واقع نہین ہوتا۔ چوپایون کی تو یہ حالت ہے اور جو
اپنے کو اشرف المخلوقات سمجھتے ہین۔ اُن کی یہ گت۔ یہ شامت کہ خلاف
فطرت مخالف عقل سلیم ایک نہین ہزار نہین۔ مگر جب وقت آخر آیا۔
یا کسی مصائب نے آدبایا لگے پکارنے اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَحْدَہٗ وَکَفَرْنَا

بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ جس عقل کے ذریعہ سے ہم نے یہ جانا کہ خدا ہی اور ضرور ہی۔ اُسی عقل نے یہ بھی بتایا کہ وہ ایک ہی۔ اُسمین مطلق دوئی کی گنجایش نہین۔ دو خدا ہونے مین مخالفت ہونا ممکن بلکہ یقینی ہی جیسے ایک کسی شی کو فنا کرنا چاہے اور دوسرا باقی رکھنا۔ تو دونون مین سے ایک کا عاجز ہونا لازم آئے گا۔ کیونکہ ایک ہی شی کا ایک وقت مین فنا بھی ہونا اور باقی بھی رہنا۔ سراسر محال ہی۔ اور عاجزی منافی شان اُلوہیت۔ اسیلیے تسلیم کرنا پڑا کہ خدا ایک ہی لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۝

ہر گیاہے کہ از زمین روید	وحدہ لا شریک لہ گوید

ہر گیاہ صاف صاف زبان حال سے کہ رہی ہی کہ وہ واحد ہی یہ بھی ہی عالم ہی قادر ہی۔ اگر عالم نہ ہوتا تو کسی شی کا ایجاد بلا اُسکے علم کے ممکن نہ تھا۔ کیونکہ اول علم بعدہٗ ایجاد ہی۔ اگر قادر نہوتا تو ایجاد شی سے عاجز ہوتا۔ اور عاجز لائق خدائی نہین۔ بعض فلسفی صفات ربانی کے سمجھنے مین عجیب کشمکش مین رہے۔ ہکسلےؔ[1] کہتا ہی۔ "اس دنیا کی طرح طرح کی مصیبتین ہمکو کسی طرح یقین کرنے نہین دیتین کہ یہان کی حکمران طاقت رحیم ہی" مسٹر ولو ڈریڈ کہتے ہین

[1] پروفیسر ہنری ٹامس ہکسلے ایک مشہور و معروف فلاسفر۔ جس نے ڈارون کی تھیوری کو اپنی انتہائی کوشش سے انتہا تک پہونچایا۔ ۱۲ منہ

"یہ تکلیفین مصیبتین بیماریان اور موت کیا یہ اپنے پیدا کرنے والے کی رحم کی نشانیان ہین" مسٹر مل فرماتے ہین - "یہ یقین کرنا بہت ہی دشوار ہو کہ یہ رنج و آلام کا گھر (دنیا) ایسے خدا کا بنایا ہوا ہو جسکی رحمت وسیع اور قدرت غیر محدود ہو"، ہان تو قدرت غیر محدود کیا اور قادر مطلق سے مراد کیا ہو - قادر مطلق سے یہ مراد نہین کہ مستحیلات اور محالات پر بھی اُسکی قدرت جاری ہو - ورنہ لازم آئے گا کہ خدا اپنا مثل بھی پیدا کرے یا اپنا گلا آپ گھونٹ ڈالے - قادر مطلق ہونے کا مطلب یہ ہو کہ جس شے کو اُسنے ناممکن الفعل نہین بنایا اُسپر اُسکی قدرت جاری ہو - رہا رنج و آلام سے سابقہ یہ سب ہمارے ہی ہاتھون ہو مصرع

ہم آپ پس رہے ہین کمبخت دل کے ہاتھون	

ہمین عقل کا روشن چراغ رہنمائی کو دیا گیا - نیک و بد کی تمیز کا قیمتی جوہر عطا ہوا - پھر اپنے ہاتھون گناہ کا مرتکب ہونا اور بلاؤن مین پڑنا یہ خود ہمارا ہی کام ہو - اُس رحیم و کریم پر ناحق الزام ہو - لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ حضرت انسان بھی غنیمت اور بہت غنیمت ہین - کوئی گناہ کا مرتکب ہو - سزا نہ پائے تو خدا منصف نہین - اگر سزا ملے اور کسی بلا مین مبتلا ہو تو خدا ظالم ٹھہرا[۱] - حالانکہ یہ سزا ہو نہ بلا - محض تنبیہ ہی تنبیہ - اور خدا کے

[۱] ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ۱۲ منہ

رحیم ہونے کی بین دلیل ہی۔ کہ نہ آیندہ ارتکاب ہو نہ دائمی سزا کی نوبت آسئے۔ اب رہا یہ امر کہ بعض آلام مین گناہ کی کوئی آمیزش نظر نہین آتی کہ ہم اُن آلام کو کسی گناہ کا نتیجہ کہسکین صاف تو یہ ہی کہ اُنین بھی ہماری ہی بہتری اور بھلائی مضمر ہی فِعلُ الحَکِیمِ لَا یَخلُوا عَنِ الحِکمَۃِ سچائی و راستبازی صبر و استقلال غرض ہر نیک عادات کا مجموعہ سچ تو یہ ہی کہ رنج و آلام ہی کے بعد حاصل ہوتا ہی۔ انسانی خیال کے پرکھنے کے لیے نعمت اور مصیبت کی کسوٹی سے بہتر کوئی کسوٹی نہین۔ ایمان بالغیب کا پختہ یقین مصیبت ہی کے بعد ہوتا ہی۔ نیکی کے پچاسون سبق مصیبت مین ازبر ہو جاتے اور زندگی بھر خضر راہ رہتے ہین۔ ظاہر پرست اِسکو بلا اور خدا کو ظالم ٹھہراتے ہین حقیقۃً بلا بلا نہین تازیانۂ غفلت اور ہوا و ہوس سے کنارہ کشی کا پختہ سبق ہی۔ رہے اہل باطن اُن کو تو اِسمین جو لذت ملتی ہی وہ زبان پر نہین آسکتی ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت		سرِ دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی

وہ سمیع و بصیر۔ قدیر و خبیر۔ غرض اچھی سے اچھی اور عمدہ سے عمدہ جتنی صفتین ہین۔ اُن سب سے متصف ہی کہ جو انسانی وہم و خیال مین بھی آسکین سُبحَانَکَ لَا عِلمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمتَنَا اِنَّکَ اَنتَ العَلِیمُ الحَکِیمُ ۝ اس برتر اور لایزال ہستی کے جاننے اور ماننے کے بعد اس مشت خاک فانی انسان کے لیے ضروری بلکہ لازمی ہی کہ وہ اپنے کو دیکھے۔ اصلیت سے آگاہ ہو۔ حقیقت کو

جانے صفات مین نہ اُلجھے۔ ذات کو پہچانے کہ اپنی جان پہچان حقیقتہً اُس اعلیٰ ہستی کی پہچان ہی۔ یہی جان پہچان ایقان۔ یہی عرفان ہی من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اگر یہ نہین تو اس آفرینش کا آخر مقصد اصلی کیا ہی؟ انسان کو انسان ہی ہونا مشکل اور سب آسان ہی۔ آدمی کی صفت یہی ہی کہ آدمی ہو۔ انسان نام ہی روح اور جسم کے مجموعے کا۔ کام بھی دونون کے مختلف ہین۔ مگر نتیجہ واحد ہی۔ صاف لفظون مین یون سمجھنا چاہیے کہ جسم محسوس روح غیر محسوس ہی۔ جسم کو عالم شہادت۔ عالم دنیا سے تعبیر کرنا جنس کو جنس سے ملانا۔ روح کو عالم غیب عالم روحانی یا عالم آخرت سے نامزد کرنا اصل کو اصل تک پہونچانا ہی۔ اور دونون کا نتیجہ اس طرح واحد ہوا کہ دل بیار و دست بکار ؎

مجھ مین اُس مین ربط ہی اے ذوق مثل بو و گل

وہ رہا آغوش مین لیکن گریزان ہی رہا

ہان یہی اسلامی تصوف بلکہ فلسفۂ تصوف ہی۔ جسمانیت روحانیت کی تفریق یہی عالم اجسام کا اصل خواص ہی۔ ورنہ حقیقتہً جس کا غلبہ ہوگا اُسپر اطلاق واحد کا طور ہوگا۔ جسمانی خواص روحانی اثر پر غالب آئے۔ مادّی ترقیان زورون پر ہوئین روحانیت کا نام بھی نہ رہگیا۔ یا روحانی انوار نے جسمی تاریکی کافور کی مادیت کا وجود بھی باقی نہ رہا۔ اب دونون کا مجموعہ ایک ہوا

جسم کہو یا روح۔ مادیت یا روحانیت۔ کھلے ہوئے لفظون مین یون سمجھو کہ دین یا دنیا۔ اسلامی تصوف نے دین و دنیا مین مغایرت کی تعلیم نہین دی۔ بظاہر جو کچھ مغایرت نظر آتی ہی وہ جزو و کل کی سی منطقی مغایرت سے زیادہ نہین۔ حقیقت واحد کا طور نہ کچھ فکر نہ غور سے

بلبلان را عشق یا روے گل ست	جزو ہا را روے ہا سوے کل ست

تصوف صرف یہ چاہتا ہی کہ تمکو خدا نے آدمی بنایا۔ آدمی بنکر رہو۔ وہ یہ بھی پکار پکار کے کہتا ہی کہ جبتک میرے حلقے مین قدم نہ رکھو گے آدمی کہے جانے کے مستحق نہوگے۔ تصوف کا یہ دعوے محض زبانی جمع خرچ نہین خوب یاد رکھو صوفی اعلیٰ درجے کے فلاسفر کو کہتے ہین۔ ان کی سائنٹفک مثالین حواس و مادہ کی محتاج نہین ہوتین۔ وہ دلیل و مدلول علت و معلول کی پیچ در پیچ راہون مین پڑکر قدم قدم پر ٹھوکرین نہین کھاتے وہ دل سے کہتے ہین۔ دل ہی مین بٹھتی ہی۔ ان کے یہان شہادت عینی نہین قلبی ہی۔ اِن کی قیل و قال بھی محبت سے خالی نہین۔ ہان خوب یاد آیا تکلموا الناس علی قدر عقولھم ہر شخص کے لہجہ مین اُسکی تعلیم خوب ہوتی ہی۔

اب صاف صاف سنو۔ حضرت انسان فطرةً بدی کی طرف مائل ہین اگر یون ہی بے ترتیب چھوڑ دیے جائین تو دنیا مین نہ خود امن سے

رہین نہ کسی کو رہنے دین - یہ مثال بدیہی ہی - جیسی تربیت صحبت بچپن
سے ہو گی بتدریج ویسا ہی اثر گویا طبیعت ثانی ہو جاتا ہی - جب یہ حال
ناقص تربیت خراب صحبت سے ظاہر ہوا تو عدم تربیت کا جو آل کار ہوگا
اُسکی ادنیٰ مثال یا مالوہ کے بھیلون مین پائی جائی گی - یا اوڈیسہ کے
قدیم پتے پوشون مین خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِيۡفًا مین یہی خاص نکتہ ہی -
انسان کی سرشت مین اماریت کا غلبہ ہی - گویا یہ صفت جبلی - پیدائشی اور
سب کے ساتھ مختص ہی - اور اِس کا کام بدی کی طرف مائل کرنا ہی -
اسلامی آسمانی کتاب ناطق ہی - اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ تصوف
اسی بدی کی جڑ برائی کے درخت کو جڑ بنیاد سے کھود کر پھینک دینے کا
نام ہی کہ نہ یہ زہریلا درخت رہے گا - نہ اِس کے سائے مین حیوانیت جہالت
سفاہت نفسانیت کا لشکر اپنا پڑاؤ ڈالے گا کہ دنیا مین نیکی گم ہو -
اور بدی کا دور دورہ ہو - عفت اور حیا جاتی رہے - راستبازی اور
دیانت مفقود ہو - نہ کرم ہو نہ سخاوت نہ ہمت نہ شجاعت - اخلاق حسنہ
پامال ہون - افعال سیئہ کی گرم بازاری ہو - خلاصہ یہ کہ آفرینش کا
اصل مقصد انحطاط کی صورت دکھائے - یعنے انسان - انسان نہ رہجائے
ہان اسی شجرۂ خبیثہ کو ریاضت کی آری سے کاٹنے کا نام تزکیۂ نفس ہی
صوفیۂ کرام کفر کسے کہتے ہین اساس الکفر قیامک علی مراد نفسک

تزکیہ نفس کی تاکید فرقان حمید مین شدت کے ساتھ ہے۔ یتلوا علیھم اٰیتہٖ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ۔ قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا۔ یہ ہے تصوف کی اصل حقیقت اور اس عظیم الشان عمارت کی بنیادی اینٹ۔ اب وہ کون سلیم القلب انسان ہے کہ اصل تصوف کا منکر رہکر بھی اپنے کو انسانون مین شمار کر سکے۔ یا وہ اپنے کو انسان کہے جانے کا مستحق سمجھے اب تزکیۂ نفسی کی دو صورتین ہین۔

اول اتالیق کی ضرورت۔

دوسرے اُسکی ہدایات پر عملدرآمد۔ اصطلاح تصوف مین اتالیق کو مرشد یا شیخ کہتے ہین اور اُسکی ہدایات پر عملدرآمد کا نام مجاہدہ ہے۔ اِن ہدایات پر استوار و قائم رہنے کے لیے جس معاہدہ کی ضرورت واقع ہوئی اُسی کا بیعت ہے۔ ہمارے حضور آنجناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمنشین نیک (اتالیق یا مرشد) کی مثال عطار سے دیتے ہین کہ عطار گو عطر نہ دے مگر خوشبو خود بخود پہونچے گی۔ اور ہمنشین بد کی مثال آہنگر کی سی ہے۔ کہ وہ خواہ قصد کرے یا نہ کرے دھوان اور شرارے دماغ تک ضرور بالضرور پہونچین گے۔ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل الجلیس الصالح کمثل العطار ان لم یحذک من عطرہ علق بک رائحۃ ومثل الجلیس السوء کمثل القین ان لم یحرقک نارہ علق بک

رائحۃ دخانہ وشررہ اگر اتالیق یا مرشد کامل نہین (کامل نہونے
سے یہ مراد ہی کہ اُسنے خود تزکیہ نفسی کو حد کمال تک نہین پہونچایا یا زبانی
قیل وقال سے تہذیب نفس کے کل مدارج طی کرلیے - خود عملیات سے
واسطہ نہین رکھا - یعنے محض جسمانیت پر عامل - روحانیت سے غافل رہا
ہم پہلے کہہ چکے ہین کہ انسان روح وجسم کے مجموعہ کا نام ہی - اس لیے یہ
لازمی ہی کہ تربیت کنندہ کی روحانیت اُسکی جسمانیت پر غالب آگئی ہو -
یعنے وہ خود روحانی کہے جانے کا مستحق ہو - اور اُسکی ادنی اشناخت یہی ہی کہ
اُسکی صحبت اپنا رنگ جمائے یعنے آدمی کو آدمی بنائے) تو اُسکی صحبت
اور تربیت سے خاک اثر نہوگا **مصرع**

	او خویشتن گم ست کرا رہبری کند	

فرقان حمید مین اُسکے اوصاف اسطرح ہین فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ
عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ
يَهْدُونَ بِالْحَقِّ ۝

در راہ خدا اسے رہبر اند		بر برج حقیقت اختر اند	
دانستہ وکردہ ورسیدہ		دریا صفت اند آرمیدہ	

	با علم وعمل زبان شان راست	
	میزان صفت اند بے کم وکاست	

اب ضرورت ہی کہ قوت ارادی کو کام مین لائین - یعنے مجاہدے کی
[redacted] کہلاتا ہی ؎

نفس بد را در ریاضت گوشمال	تا نہ اندازد ترا اندر وبال

ذکر - فکر یا مراقبہ یہی اسکے زیر کرنے کے ہتیار ہین - وجہ یہ کہ نفس کو مشغولیت کا موقع نہ ملے گا - رفتہ رفتہ غالب خود مغلوب ہو جائے گا - یہی وجہ ہی کہ فرقان حمید مین اصحاب تفکر و ارباب تذکر کو شرف خطاب سے مشرف فرمایا اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا ج بیعت کے متعلق کلام ربانی مین ارشاد ہوا - اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ج اس آیت کے مراقبہ مین عجب سرّ توحید کا اظہار ہی - ارشاد ہوتا ہی " بیعت کہ فعلے تست فعل تو نباشد فعل من ست بلکہ ید تو ید من ست چون ید مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ید او باشد پس ید بیعت کنندہ ہم ید او باشد - پس صاحب بیعت خود ہم با خود بیعت کردہ باشد فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ دلیل برین سرست ؎

ل؎ انسان مین بدی کا میلان فطری ہی - قوت ارادی ہی سے بدی مغلوب اور نیکی غالب ہو جاتی ہی - اگر انسان نے اس قوت ارادی سے کام نہ لیا تو اسکی حالت جانورون کی سی ہو گی جن مین نیکی و بدی کا امتیاز ہی سرے سے ندارد ہی - اور یہ یقینی ہی کہ پلہ نیکی ہی کا بھاری رہیگا - اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّئٰتِ - ۱۲ منہ

شبی در خواب دستم داد دلدار		که این دستم برای جان و دل ار	
بروی سینه دست خویش دیدم		چو گشتم من ز خواب خویش بیدار	

اَلْعِلْمُ نُقْطَةٌ كَثَّرَهَا الْجُهَّالُ ؂

سعدی بشوی لوح دل از نقش غیر دوست		علمی که راہِ حق ننماید جہالت ست

پس علم چیست که نقطۂ وحدت را ببیند و از جہالت دیدن غیر پاک باشد۔

جاہل کیست که غیر ببیند۔ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ برخوان ؂

بیا اے طالب جویای دلدار		ببین در جان معنی صورت یار	(خاکسار مجتبیٰ)
که نقطه در مراتب کرد حرکت		بر آمد صورت پر کار دوار	

شیخ کی ضرورت۔ بیعت۔ تصفیہ باطن۔ تزکیہ نفس۔ قوت ارادی۔ قوت فطری۔ ذکر شغل۔ اخلاق حسنہ۔ اخلاق رذیلہ۔ وغیرہ وغیرہ ان تمام مراتب کی تصریح تحفۂ درویش نمبر (۱ و ۲) مین مدلل طریقے سے کردی گئی ہی اب اعادہ کی ضرورت نہین۔ در خانہ اگر کس ست یک حرف بس ست۔

اب رہی یہ بات کہ روح مین مُدرک ادراک کا مادہ ہی یا نہین۔ اور اُسکی قوت مدرکہ مفارقت جسمانی کے بعد اور بڑھ جاتی ہی یا جسم کے فنا ہونے کے ساتھ ہی خود بھی فنا ہوجاتی ہی۔ یعنے روح ابدی نہین۔ اسکے متعلق اس تحریر مین نہ کچھ لکھا گیا نہ اسکی حاجت تھی کہ پہلے ہی یہ مرحلہ طی ہوگیا ہی۔ اب کہ مادیت کا بڑا زور شور ہی۔ زندگی مین نہین تو مرنے پر اقرار

کرنے کو جی اُٹھتے ہین۔ سچ تو یہ ہی کہ اس سے کوئی بھی انکاری نہین
بادی النظر مین آزادی کے لیے یہ پہلو بہت خوشنما معلوم ہوتا ہی ؎

یارقیبان جدل فزون میشد	یار را کشتہ از جدل رستیم	

مگر نفس لوامہ ہی کہ وہ کسی طرح ساتھ نہین دیتا۔ جب روح فانی ہی تو عالم
جزا و سزا اسکے لیے ہین۔ اواگون والے (یعنے دھرم شاستری) بھی ایک
مہا پرلو کے قائل ہین۔ یہ بھی نہ سہی جنم در جنم جزا و سزا کے معترف ہین
آریہ بھی ایک مکتی خانہ لیے بیٹھے ہین۔ اور کرنی بھرنی کے معتقد ہین
گو اُن کے معتقدات مین ایک شی لایعقل محض یعنی مادہ انادی مانا گیا ہی۔
اور باوجود دنیا سے دائی اور دعوائے توحید ایک مل تین اور تین مل ایک
کے عجیب و غریب فریمشن مین عیسائی فلسفیون سے دو چار قدم آگے
ہی نظر آتے ہین۔ مگر نہین ع قدم عشق بیشتر بہتر
ہان تو منشا یہ کہ جب روح فانی ہوئی تو اب باقی کیا رہا۔ کیسی تہذیب
کہان کی شائستگی نیکی کیا بدی کیا۔ ایک سرے سے ہُلڑ مچا دو۔ ادھر سے
اُدھر تک آگ لگا دو۔ خوب یاد رہے کہ اخلاقی زندگی مین کسی ایک برتر
ہستی کا ماننا روح کا ابدی جاننا واجبات سے ہی۔ اور وہ برتر ہستی
بھی کیسی جو خود نیک اور نیکی پسند ہی۔ جس نے عقل و تمیز کا بے بہا گوہر
انسان کو عطا فرمایا۔ بھلائی بُرائی کے پرکھنے کی کسوٹی نفس لوّامہ کو

بنایا۔ پھر ہم اُسے کام مین کیون نہ لائین اور وہ کونسی وجہ ہی کہ ہم معذور سمجھے جائین۔ حواس خمسۂ ظاہری سے اشیاے خارجی کے وجود کا پتہ لگتا ہی۔ اور ہم ان حواس پر ہر طرح اعتبار کرتے ہین۔ ایسے ہی قوت حافظہ کی صحت واقعات وحادثات گذشتہ کی یاد دہانی کی بنا پر تسلیم کرلیجاتی ہی۔ یون ہی قوت فکری یا تفتیش کسی زبردست قوت ارادی (علت العلل) کی معترف ہوتی اور ہمین اُسکی صداقت پر یقین ہوتا ہی پھر آخر کونسی وجہ یا دلیل ہی کہ ہم ان تمام قوتون پر تو اعتماد کرین اور نفس لوامہ کے اثرات سے موثر نہون۔ نیک کو نیک نہ سمجھین۔ بد کو بد نہ کہین۔ بُرائی بھلائی مین یکسان اثرپذیر ہون حاشا وکلّا یہ کبھی ممکن نہین۔ اصول یوٹلٹی کے ماننے والے بھی اس سے انکاری نہین ہوسکتے۔ (زبانی کسی قدر نہین نہین کرین مگر عملاً ممکن نہین کہ انکاری ہون) کہ ہر کام کی خوبی اُس کام کے اچھے بُرے ہونے پر موقوف ہی۔ محض فائدے پر منحصر نہین جان مل جو سب سے زیادہ مسئلہ افادہ کا موید ہی ایک مقام پر ایک فرقے کی تردید مین (جس کا خیال ہی کہ خدا ہمیشہ انتظام عالم مین اُن اصول کا پابند نہین جو اخلاقاً مستحسن ہین) کہتا ہی کہ "مین اس خدا کو خدا نہ مانگون گا جو صفات محمودہ کا جامع نہو۔ خدا کو بداخلاق ماننے سے عذاب دوزخ سہل اور نہایت سہل ہی" اس سے ظاہر ہوگیا کہ مل نے مسئلہ افادہ مین ادعا تو یہی کیا کہ نیک

کام وہی ہی جس سے عام خوشی اور عام فائدہ ہوا اور پھر خود ہی بدی کے
کام سے خواہ اسمین کتنا ہی عام فائدہ اور خوشی حاصل ہو منکر ہوتا اور اپنی
طبعی نیکی کی وجہ سے سچی خدا پرستی پر آجاتا اور خود ہی مسئلہ افادہ کا ستیاناس
کرنے والا ہوجاتا ہی۔ المختصر قوت تمیز سے انکاری ہونا ہر کام کی خوبی کو اُس
کام کے اچھے بُرے ہونے پر موقوف نہ رکھنا ناممکن بلکہ محال ہی۔ تو کیا
جس زبردست قوت سے اس قوت کا (مع دیگر قوتون کے) ظہور ہوا خود
اُسکے نزدیک نیکی بدی بھلائی بُرائی مین فرق بین نہین ؟ یا وہ خود نیک
اور نیکی پسند نہین ؟ کیا وہ خود تمام نیک اوصاف کا مجموعہ نہین ؟ جسکے
پاس خود کچھ نہین وہ دوسرے کو کیا دیگا تَعَالَی اللہُ عَن ذٰلِکَ عُلُوًّا
کَبِیْرًا۔ ہان یہی قوت تمیز عبدیت الوہیت کے مراتب بتاتی یعنی خالق
اور مخلوق (CREATION AND CREATOR) کے تعلق کو سمجھاتی
اور بالآخر انسان کو انسان بناتی ہی۔ کارڈنیل نیومن نے کیا خوب کہا ہی
"اگر کسی گناہ کے ارتکاب کے بعد ہم ویسے ہی محجوب ہون جیسا حجاب
ہمین اپنی پیاری مان کے ستانے کے بعد ہوتا ہی۔ اگر کسی نیک کام کے
انجام کے بعد ہمکو وہی مسرت نصیب ہو جو باپ کے تحسین کے بعد ہوتی
ہی۔ تو ہم اسپر متیقن ہین کہ ہم کسی زبردست قوت کے روبرو اپنے تمام
افعال کے جواب دہ ہون گے خواہ ہمارا فلسفیانہ دماغ اس کا مقر ہو یا نہ

اور ہم یقینی کسی حاکم کے احکام کے پابند ہین خواہ ہماری عقل اُسے سمجھے یا نہ سمجھے" دوستو۔ اخلاقی دنیا مین قدم رکھنے والو! سمجھو اور خوب سمجھو اگر یہ عقیدہ صحیح نہین (یعنے عالم جزا و سزا کچھ نہین) اور محض خیال ہی خیال ہی تو انسانی افضلیت کا بھی خاتمہ۔ بلکہ خود انسانیت کا نام لینا بھی محال ہی۔ یہ کیون۔ اسلیے کہ نیکی بدی سب رائگان۔ خیر و شر سب یکسان۔ راستبازی دیانت امانت سب بیکار۔ جھوٹ۔ دغا۔ مکر۔ فریب ہر دم گلے کا ہار۔ پھر اخلاقی حالات سے واسطہ کیا اور آدمی بننے کا ضابطہ کیا۔ مصرع

	دہن کا ذکر کیا یان سر ہی غائب ہی گریبان سے	

ہمارے زمانۂ حال کے محققین سائنس مین سے پروفیسر گال ورائٹس نے کیا خوب کہا ہی "اگر ہم یونیورس کو ایک ایسا لمپ فرض کرین جو نہین جلا ہی تو شاید ہم کہہ سکتے ہین کہ وہ ہمیشہ سے ہی۔ لیکن اگر اُسکو مثل ایک ایسے لمپ کے خیال کرین کہ جو جلایا گیا ہی تو ہمکو اس کا پورا یقین ہی کہ وہ ابد سے نہین جلتا ہی اور ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ گُل ہو جائے گا"

مسٹر ڈبلیو ٹامسن کہتے ہین "کل نیورس (عالم) ایک سسٹم ہی جسکی ابتدا ہی اور ختم ہوگا۔ اسلیے کہ زوال کی حالت ہمیشہ ایک حال پر اور ایک ہی

سلہ دنیا ۱۲ منہ

حد پر نہین ٹھہر سکتی،، (اس موقع پر مسٹر آرمسٹرانگ کی کتاب گاڈ اینڈ سول (GOD AND SOUL) بھی قابل ملاحظہ ہی) فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ ایک وقت وہ تھا کہ یہ بھی کچھ نہ تھا۔ اس قادر وقوی سے جوہر[1]۔ جوہر سے مادہ۔ مادے سے اجسام طرح طرح کے جمادات نباتات اور حیوانات کا صدور رہوا۔ (اور یہ صدور ابتدائی معدوم ومجہول الکیفیت ہی) إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝ پھر ایک دن پچھلا جسے یوم الآخر کہتے ہین آئے گا فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ بجز ذات باری تبارک وتعالی سب فنا ہوجائین گے۔ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَى رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ۝ جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ ہماری عقل خود بخود بتا رہی ہی کہ کوئی دن جزا وسزا کا ضرور ہی اور وہ نہین ہی۔ مگر یوم الآخر

[1] جوہر ہو یا مادہ اُس قادر وقوی عالم السر والخفی کے احاطۂ علم سے نہ پہلے کچھ باہر تھا نہ اب ہی اور نہ آیندہ رہے گا۔ اُسکے احاطۂ علم مین جوہر و مادہ سب موجود تھے کہ اول علم بعدہٗ ایجاد ہی۔ رہا اُس ایجاد کا موجود ہونا کہ جسکا علم موجد کو ہوا اُسکی نسبت پہلے ہی کہدیا گیا کہ اُس عالم الغیب کے احاطۂ علم سے کوئی شی باہر نہین۔ جوہر و مادے کا باہم اتصال جو مشیت و ارادت ازلی سے ظہور پذیر ہوا سلسلۂ عالم وعالمیان کا اصل مقصد اور بیرنگی سے نیرنگی کی علت غائی ہی۔ یہی نیرنگی یا ظہور حادث ہونے کی علامت اور کُنْ فَيَكُونُ وَكُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ کے ابتدائی انتہائی مدارج ہین۔ جوہر جوہر سے مادہ مادے سے مل گیا الجنس يميل الى الجنس ؎ ہین دان خود راکہ ہستی جلد تن ٭ تو ہمہ جانی لباس ست تن ٭ این لباس عارضی عاری بود ٭ کے از وچشم وفاداری بود ٭ تغیر ایجاد مین ہوتا ہی موجد مین نہین تغیرات (CHANGES) مادے کے لیے ہین ورنہ اُسکے لیے جو نہ عرض ہی نہ جوہر اور جسکی صفت لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ہی ؎ ای برون از وہم وقال وقیل ما ٭ خاک بر فرق من و تمثیل ما ٭ ۱۲

جب ہم اس عالم دنیا مین کسی فعل قبیح کے مرتکب ہوتے ہین تو باوجودیکہ
کوئی متنفس اس سے آگاہ نہو مگر ایک کھٹکا ہو کہ ہر وقت لگا رہتا ہو۔
اور ایک کھٹک ہر ساعت ہر گھڑی غرض ہمیشہ بنی سی رہتی ہو۔ اس
دنیاوی سیاست ملامت کا تو کوئی خوف رہا نہین۔ وہ فعل بالکل پوشیدہ
تھا مگر ہمارا نفس لوامہ ہو کہ برابر ملامت پر ملامت کر رہا ہو بَلِ الْاِنْسَانُ
عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ ایک بیچینی و آزاری کی صورت
ہو کہ وہ کبھی ساتھ ہی نہین چھوڑتی آخر یہ خیال کیون قائم ہوا۔ اُسی
یوم الجزا والسزا کے باعث۔ اسی سے ظاہر و ثابت کہ کوئی وقت اور
کوئی دن فیصلے و انصاف کا ہوا ور ضرور ہو۔ اِنْ خَیْرًا فَخَیْرٌ وَاِنْ شَرًّا فَشَرٌّ
یوم الآخر کا اقرار فطرۃً ہو۔ جس سے ہم کسی طرح بلا اقرار کیے نجات ہی
نہین پا سکتے۔ کسی طرح انکار کی گنجایش ہی نہین۔ غرض مرنے کے بعد سے
لیکر آخر تک جتنی حالتین اُس عالم سے متعلق ہین۔ سب ضروری اور
یقینی ہین۔ جس سے منکر ہونے کا مطلقاً کوئی پہلو نہین وَکُلُّ مَا اَخْبَرَ
بِہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ وَاَحْوَالِ الْاٰخِرَۃِ حَقٌّ یہ ضروری
تھا کہ نیکی کا بدلہ نیک اور بدی کا بدلہ بد دیا جائے فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ
خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ورنہ نیکی اور بدی دونون

ل جو کوئی ذرے برابر بھلائی یا بُرائی کرے ویسا ہی دیکھے ۱۲

رائگان تھین - اسیلیے یوم الجزا مقرر ہوا کہ سب نیکی و بدی کے معترف ہوکر جزا و سزا کے مستحق ہون - بعث بعد الموت خلاف نہین (قیاس کی پٹی بھی آنکھون سے ہٹا دیجائے گی جب نظر آئے گا) لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۝ جب کچھ بھی نہ تھا - تو یہ سب کچھ ہوا - اب ہوکر رہونا یہ ہونا نہ ہونا کیون ہوا - حادث سے فنا ہوے پھر منظور ہوا وہی کے وہی ہوگئے مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ ۝ پہلے بھی اس مسئلہ مین بہت جھک مار چکے مدلل جواب سے لاجواب ہوئے - أَوَلَمْ يَرَ الْإِنسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِن نُّطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَن يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنتُم مِّنْهُ تُوقِدُونَ ۝ أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يَخْلُقَ مِثْلَهُم بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِيمُ ۝

۱ تو بیخبر رہا اُس دن سے اب کھولدی ہم نے تجھ پر سے تیری اندھیری اب تیری نگاہ آج تیز ہی ۱۲

۲ اس زمین سے ہم نے تمکو بنایا اور اسی مین تمکو پھر ڈالتے ہین اور اسی سے تمکو نکالین گے دوسری بار ۱۲

۳ کیا نہین دیکھتا آدمی یہ کہ ہم نے اُسکو پانی کے ایک قطرہ سے پیدا کیا پس ناگہان وہ جھگڑنے والا ہی ظاہر اور بیان کرتا ہی ہمارے واسطے ایک مثال اور بھول گیا اپنی پیدایش - کہتا ہی کہ کون زندہ کریگا ہڈیون کو اور وہ گل گھنی ہونگی - کہ زندہ کریگا وہ اُن کو جسنے پیدا کیا ان کو اول بار - اور سب پیدا کیے گئے کا جاننے والا ہی - جسنے پیدا کی تمھارے لیے سبز درخت سے آگ پس (اسوقت) تم اُسمین سے روشن کرتے ہو - جسنے آسمانون اور زمین کو پیدا کیا - کیا اُسمین یہ قدرت نہین کہ مانند اُن کے پیدا کرے بیشک (اُسمین قدرت ہی) اور وہی پیدا کرنے والا جاننے والا ہی ۱۲

رہا خیر و شر۔ قضا و تقدیر کا مسئلہ اُسکا حال یہ ہو کہ لَا جَبْرَ وَلَا قَدْرَ وَلٰکِنَّ اَمْرٌ بَیْنَ اَمْرَیْنِ اور تقدیر کے لغوی معنی ہین اندازہ ٹھہرانا دنیا مین کوئی شی بلا اندازہ نہین۔ تقدیر وہ اندازہ ہو۔ جو خدا نے پہلے ہی سب سے کرلیا۔ قضا حکم آلہی کو کہتے ہین جو مخلوقات کے حق مین دفعتًا واقع ہو۔ ثنویہ اسی مسئلہ مین سخت گمراہ ہوئے۔ دو خالق مان بیٹھے۔ کہتے ہین کہ نسبت شر حق تعالیٰ کی طرف کیسے کرین۔ کہ وہ حکیم ہو اور اضافت شر کی حکیم کی۔ [redacted] نہین۔ [redacted] یزدان ہو۔ اور یہ نہ سمجھے کہ شرکت الوہیت منافی شان الوہیت ہو۔ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ (اُنھون نے نہین سمجھا اللہ کو جیسا سمجھنا چاہیے) ایجاد شر مین حق تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہو شلاً کہ نافع و ضار کی پیدایش سے وعدہ و وعید کے معنون کی تحقیق کامل ہو۔ کیونکہ جو لذت نعمت و درد عقوبت نہ جانے وہ اوامر و نواہی خداوند تعالیٰ کا کب پابند رہ سکتا ہو۔ علاوہ برین نیکی وہی قابل ستایش ہو جو غلبۂ خواہشات پر کی جائے۔ مثل اسکے اور بہت سی حکمتین ہین۔ معدن المعانی کی ایک حکایت مناسب موقع ہو

حکایت ایک عارفہ ایک دانشمند ثنویہ کے پاس ایک عقرب موم کا بنا کرلے گئی۔ اور ظاہر کیا کہ مین بھی ثنویہ ہون۔ مگر ایک وقت مسئلہ صانع وحدت مین پیش آئی ہو۔ تو سمجھا ورنہ اس عقیدے سے دست بردار ہوتی

ہون - بعدہ وہ مومی عقرب سامنے رکھ کر پوچھا کہ اس عقرب کو کس نے پیدا کیا - دانشمند نے کہا اہرمن نے - عارفہ نے کہا کہ اسمین زہر کس نے رکھا - پھر وہی جواب ملا کہ اہرمن نے - عارفہ نے کہا کہ جبوقت اہرمن نے عقرب پیدا کیا اور اُسمین زہر رکھا یزدان کو علم تھا یا نہین جلد جواب دے دانشمند لاجواب ہوا - اگر کہتا ہی کہ یزدان کو خبر تھی تو کہا جائے گا کہ اُسنے شر سے خیر کیون نہ کیا - اور اگر کہتا ہے کہ علم نہ تھا تو جہل لازم آتا ہی - اور جاہل شایان اُلوہیت نہین - ناچار مضطر و ملزم ہوا - اور عقیدۂ فاسد سے تائب ہوکر مذہب ثنویہ سے دست برداری اختیار کی یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ[1]

ہان تو کہنا یہ ہی کہ آدمی ہوکر تصوف سے منکر ہونا آدمیت سے بعید ہی معترضین مادہ پرستون نے تصوف کو بدنام کرنے کا یہ ڈھنگ اختیار کیا ہی کہ جی کھول کر سادہ لوحون پر منھ آتے ہین - قبر پرستی - چونہ پرستی - چادر پرستی سے عوام کو بھڑکاتے ہین کہین اعراس اولیا پر پھبتی شروع کی کہین فاتحہ درود پر طعن و تشنیع - اولیا کی شان مین گستاخی - انبیا کی جناب مین بیباکی - نہ عرب کو چھوڑا نہ ہند کو ایک نگاہ کج مین سب کو گھائل کر دیا

تیر تو چون زہ کرد کمانے بہ کمینے	ایک صید نیا سود زمانے بہ زمینے

[1] اللہ جو چاہے کرے اور سب اُسی کے قبضہ مین ہے - خیر و شر پر ہی اُسی کا اختیار ۱۲ منہ

جو نہ پرستی چادر پرستی قبر پرستی نہ تصوف ہے نہ اصول تصوف۔ اسلامی تصوف صرف ایک خدا پرستی سکھاتا ہے۔ اور دوسرون کو بھی اسی حلقہ مین بُلاتا ہے۔ رہا مزارات متبرکہ پر جانا۔ یہ نہ قبر پرستی ہے نہ جو نہ پرستی زیارت کا مقابر کا جو مقصد ہے اور صوفیہ کو اسمین جو کیفیت حاصل ہوتی ہے یہان ان باتون کا موقع نہین۔ باقی اعراس اولیا پر طعن تشنیع اسکا حال یہ ہے کہ دل کی سختگی نے تمھین انکاری بنایا۔ جب دل کی آنکھین کھلین گی۔ جو دیکھنا ہے دیکھ لوگے قَالَ عَزَّ وَجَلَّ لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ۝ فروعات کو اصل شئ قرار دینا۔ اور اس صورت سے طوفان بے تمیزی اُٹھانا کسی سمجھدار کا کام نہین۔ عوام کالانعام ہر مذہب وملت مین موجود ہین۔ اِن کے اقوال وافعال نہ قابل حجت ہین اور نہ اصل شئ پر مذموم ہونے کا فتویٰ جاری ہو سکتا ہے۔ اس مختصر سی تحریر مین تصوف کا اصل مقصد ظاہر کر دیا گیا۔ اگر توفیق ہو تو کاربند ہو۔ اور آدمی بن جاؤ۔ ورنہ کم از کم دریدہ دہنی سے باز آؤ اور خاموش ہو جاؤ۔

اِنَّا لِلّٰہِ ثُمَّ اِنَّا لِلّٰہِ

صورت از بے صورتے آمد برون

باز شد کانا الیہ راجعون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



ھوالھادی

مذہب کسے کہتے ہین۔ مذہب نام ہی انسانی اصلاح کا۔ انسان کہتے ہین روح اور جسم کے مجموعے کو۔ جسم کو ظاہر اور روح کو باطن سمجھو۔ تو گویا مذہب ظاہر و باطن کی اصلاح کی طرف بلاتا یعنے آدمی بنانا چاہتا ہی۔ آدمی کا خود یہ حال کہ فطرتاً بدی کی طرف راغب اور ضعیف الخلقت ہی۔ اس کی قوت فطری[1] اپنے میلان طبعی کے باعث وہی پہلو اختیار کرتی ہی جسمین کوئی رکاوٹ نہو (Energy flows in the line of least resistence.) اگر قوت بالارادہ (Power) کا عمل درآمد نہو تو فتنہ و فساد سے مفر نہو۔ انسان مین علاوہ ضعف خلقت امارت کا غلبہ

[1] یہان قوت فطری سے جو مراد لی گئی اُسکی صحیح تعریف ہدیۂ مرغوب کے فٹ نوٹ مین بیان کردی گئی یعنے انسان فطرتاً ضعیف اور امارت کا محکوم ہی۔ لہذا وہی پہلو اختیار کریگا جسمین کچھ بھی رکاوٹ نہو۔ جبتک قوت بالارادہ سے کام نہ لیا جائے گا کام نہ چلے گا یعنے خطرات سے مفر نہین ۱۲

اور سب پر طرہ یہ کہ حریص علی ما مُنِعَ اب نتیجہ یہ نکلا کہ اگر مطلق العنان
چھوڑ دیا جائے تو نہ خود چین سے رہے نہ کسی کو رہنے دے آزادی مذہب
کا نتیجہ لازمی امن عامہ مین خلل پڑنا شور و شر برپا ہونا اور خصلت بہیمیہ کا
خوگر ہونا ہی۔ یہین سے انسان کے ساتھ ساتھ مذہب اور مذہب کے ساتھ
ساتھ نبوت[۱] کا ضروری اور لازمی ہونا ظاہر و باہر کہ انسان اپنی تمام ضروریات
جزئی و کلی۔ اکتساب کمالات ظاہری و باطنی (مستثنےٰ[۲] حالتین (Excep-
tional) اس سے بری ہین) مین دوسرون کا محتاج اورون کا دست نگر۔
پھر کیون روحانی ترقی اکتسابی نہو اور کس واسطے آدمی بننے سے انحراف ہو
ہان انھین اصول کے بتانے اور انھین قواعد کے سمجھانے کے لیے کہ وہ
کون کون سے طریقے ہین کہ جن سے حیات ابدی کے ہم مستحق ہون۔
مسرت دائمی (Eternal Happiness) نجات حقیقی سے واسطہ
رہے اُس محسن حقیقی رحیم و کریم نے محض ہماری ادھوری عقل پر ہمین نہ چھوڑ کر
اپنے مبارک برگزیدہ اور مقبول بندون انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے
تبلیغ رسالت کا کام لیا۔ جو اپنے اس فرض منصبی کے پورا کرنے مین

---

[۱] مذہب کے ساتھ نبوت کا لازمی ہونا خود آگے بیان کر دیا گیا۔ اور یون بھی ظاہر ہی کہ جب مذہب ضروری ہوا تو بانی مذہب کیون نہ ضروری اور لازمی ہو ۱۲ منہ

[۲] مثلاً انبیا علیہم السلام کہ اُنکی حالت کسبی نہین وہبی ہوتی ہے۔ اُنکی باطنی دانش یا ملکۂ نبوت یا مادۂ فطری کو اکتساب کمال کی حاجت نہین ہوتی۔ قوت نظری۔ قوت عملی۔ قوت ارادی سب کی سب وہبی و منجانب اللہ ہوتی ہین ۱۲

باوجود بیحد تکلیفین اُٹھانے مصیبتین سہنے کے بھی اپنے آخر دم تک مشغول وسرگرم اور بے لوثی سے یہی فرماتے رہے مَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ مَا سَئَلْتُکُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَھُوَ لَکُمْ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ ج انھین احکام تبلیغی کو اُس پیغمبر کی شریعت کہتے ہین پس انکار شریعت انکار پیغمبر ہی۔ اور انکار پیغمبر انکار خدا ہی ه

چون خدا اندر نیاید در عیان	نائب حق اند این پیغمبران

رہی تحقیق مذہبی اُسکا تو یہ حال ہی کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ ٥ اب نہ تحقیق ہی نہ تدقیق یا جنگ وجدل کی گرما گرمی یا تعصب و عناد کی شورا شوری کیا دیکھتے نہین ہو اس طوفان بے تمیزی مین یہ کچھ کلیہ قاعدہ عام طریقہ نظر آتا ہی کہ کسی مذہب کی تحقیق کے وقت بجاے اسکے کہ خود اُس مذہب کے اصول۔ اُسکے ارشادات وہدایات۔ بانیٔ مذہب کے طور طریقون اور اُسکے حالات پر محققانہ نگاہ ڈالی جائے۔ بس یہی ہوا کہ صرف پیروان مذہب کے رنگ ڈھنگ طریق تمدن طرز معاشرت اور اخلاقی حالت کو دیکھ بھال کر مذہب خاص کی نسبت اچھا بُرا جو فیصلہ کرنا تھا کر لیا اور الگ تھلگ ہو گئے۔ مذہب اسلام بھی اس عموم اور کلیہ سے مستثنے نہین رہا۔

١ه مین تم سے اس (تبلیغ رسالت) پر کچھ مزدوری کا خواہان نہین میری مزدوری تو خداوند عالم پر ہی ١٢

٢ه مین نے تم سے کچھ مزدوری مانگی ہو تو وہ تم رکھو۔ میری مزدوری تو صرف اللہ پر ہی ١٢ منہ

٣ه بر وزن تملق در شہر بودو باش کردن وانتظام شہر نمودن واجتماع اہل خرد ١٢ منہ

ہمارے اس مہذب و مقدس مذہب اسلام پر اول تو بجاے اسکے
کہ تحقیق حق کی غرض سے تحقیقی نگاہین ڈالی جائین۔ اُلٹے مخالفانہ بیجا
حملے ہوئے۔ دوسرے جو دو ایک نے ہماری حالت سے اسلام
کا اندازہ بھی کرنا چاہا تو ہماری موجودہ اسلامی صورتون نقشون طرز اوطر تمدن
نے جنھین نفس اسلام سے کچھ بھی مس نہین لگاؤ نہین اُنھین ایسا بھڑکایا
چونکایا کہ وہ بھی اب ہمارے اس مجلی و مصفی مذہب اسلام کو زنگ آلود
اور دُھندلا بالکل بے رونق اور پھیکا جاننے سمجھنے لگے۔ یہ ضرور صحیح ہی کہ یا تو
اُن مین تحقیقی مادہ نہ تھا۔ یا تحقیقی اصول سے کنارہ کشی کی۔ کسی پیرو مذہب
کی حالت سے اُسکے اصول مذہب۔ یا نفس مذہب کی جانچ پرتال
اُسوقت درست اور ٹھیک ہوگی کہ وہ خود (پیرو) قولاً فعلاً حالاً اپنے مذہب کا سچا
پیرو پورا پابند مطیع و فرمان بردار غرض اصل مذہب کی اصلی سچی تصویر ہو۔
ورنہ برعکس۔ بدنام کنندہ نکونامے چند۔ کی جانچ پرتال دیکھ بھال کیا اور
پھر اُسپر فیصلہ ہی کیا۔ ع خود غلط املا غلط انشا غلط ٭ دنیا وی این و آن
سے الگ تھلگ رہکر بیجا تعصب بے بنیاد مخالفت کے مخالف ہوکر محض
راست بازی و دیانت سے جنھون نے اسلام کو دیکھا۔ بھالا۔ اُن کے
دلون پر اس مبارک و برگزیدہ مذہب کے سادے و سلیس مطابق فطرت
اصول نے کسی کی ترچھی چتون و شوخ نگاہون کا سا کام کیا۔ اور بالآخر

وہ اس کے شیفتہ و مفتون نثار و شہید ہی ہو کر رہے۔ انھین مین ایک عبد اللہ کوئیلم[1] لورپولی والگزنڈر روب امریکن ہین۔ دوران سفر ہندوستان مین جب وہ حیدر آباد پہونچے تو اُن سے ایک لامذہب نے طنزاً کہا۔ آپ کیا سمجھکر مسلمان ہوئے شاید مسلمانون کی ناگفتہ بہ حالت آپ کو معلوم نہین۔ اس پر جو جواب الگزنڈر روب نے دیا وہ واقعی لاجواب۔ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اُس لامذہب سے کہا کہ مسلمان کو دیکھکر مسلمان نہین ہوا بلکہ اسلام کو دیکھ کر مسلمان ہوا ہون۔ تحقیق حق کی یہ صورتین یہ شکلین ہین۔ مگر ہان افسوس نہایت افسوس ہے کہ ہم خود اسلام کے سچے پیرو اُسکے ہر حیثیت سے قابل قدر اصول کے ٹھیک ٹھیک پابند ہو کر کیون سراپا ایسے نمونے نہین بن جاتے کہ ہمارے ہر قول و فعل نشست و برخاست ہر رنگ۔ ہر حالت ہر نقشے ہر صورت سے شان اسلامی کے جلوے آشکار ہون۔ اُسکی سخت سے سخت دلون مین۔ اُتر جانے والی نگاہون کے انداز ظاہر و ہویدا روشن و نمودار ہون۔ ہان۔ ہم نے اپنی روش چھوڑ دی۔ سچی پیروی مذہب سے منھ موڑا۔ اسی سے یہ افلاس و تنزل ہے۔ اور اسی سے یہ ذلت و رسوائی

[1] لیورپول انگلینڈ کے ایک مشہور قصبے کے رہنے والے ایک معزز عیسائی جو کئی سال ہوئے مع دیگر عیسائیون کے مسلمان ہو گئے۔ علاوہ ان کے امریکہ مین الگزنڈر روب وغیرہ وغیرہ بہت سے عیسائی شرف اسلام سے مشرف ہوئے

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ[۱] فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كَاتِبُوْنَ ۝[۲] دوستو۔ شفیقو۔ ادھر مخاطب ہو۔ تم ہو اور تمھارا پیارا مذہب اسلام۔ تمھاری اطاعت ہو۔ اور اُسکے احکام۔ تمھاری دینی دنیاوی حالت ممکن نہین کہ درست نہ ہو۔ ہمت سے کام لو۔ پست نہو۔ سُست نہو۔ تمھارے اس برگزیدہ ومقبول مذہب اسلام نے انسانی اصلاح کے جو طریقے بتائے ظاہر وباطن کی آراستگی کے جو اصول سکھائے وہ بالکل سادے اور سلیس ہین کہ نفس انسانی باوجود بیحد کمزوریون کے بھی انکاری پہلو اختیار کرنے سے بالکل مجبور محض ناچار ہو۔ اسلامی آسمانی کتاب ناطق ہو۔ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ یہ دوسری بات ہو کہ شامت نفس سے ہم قرآن عظیم کے ارشادات اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ہدایات کی تعمیل مین قاصر رہین۔ یہ ہماری بدقسمتی بدبختی ہو کہ اُن احکام کو پس پشت ڈال دین جن کی پیروی مین دونون جہان کی بہبودی متصور ہو۔ اغماض کرین یا غفلت کو راہ دین۔ غرض یہ کہ ہم سے اگر شان اسلامی کے اصلی حقیقی جلوے نمودار

[۱] خداوند تعالیٰ کسی قوم کی نعمت کو متغیر نہین کرتا جب تک وہ قوم خود اپنے کو تبدیل نہ کرے۔ منشا یہ کہ مسلمانون نے اپنی حالت بدل ڈالی سچی پیروی مذہب سے مُنھ موڑا۔ اسی سے یہ ادبار ونکبت ہو اور اسی سے یہ ذلت رسوائی ۱۲

[۲] پس جو کوئی اچھے کام کرے اور وہ ایمان والا ہو تو اُسکی کوشش کے لیے ناقدردانی نہین اور بیشک ہم اُسکے واسطے لکھنے والے ہین ۱۲ منہ

نہون. تو اس کے یہ معنی نہین کہ خود اسلام کی تعلیم ناقص و ادھوری ہے

اسلام بذات خود ندارد عیبے ۔۔۔ ہر عیب کہ ہست در مسلمانی ماست

ذرا معترضین و مخالفین اسلام اپنے اپنے مذہب کی پیشانیون سے پہلے یہ بدنما داغ مٹالین اعلی درجے کے فلاسفر ہین اپنے اعتقادی مسئلون کو بدیہی اور یقینی کر دکھائین پھر اسلام کے چمکدار روشن و مصفے چہرے کی طرف رخ کرین ورنہ یہ شعر صادق آئے گا

تو بہ خویشتن چہ کردی کہ کنی بما نظیرا		بخدا کہ واجب آمد ز تو احتراز کردن

ہان اسکا ہمین صدمہ ضرور ہے کہ ہم خود ایسے سچے پکے اسلام کے پیرو کیون نہ ہون کہ ہمارے طور طریقون سے شناخت اسلام مین غیر اقوام کو کوئی موقع ہان نہین کا نہ مل سکے اور ہم خود بھی محجوب نہون۔ ہم مسلمان نہین ہین صرف اسلیے کہ مسلمانون کے گھر پیدا ہوے۔ یا ہمارے مسلمانی نام ہین۔ یا سب ہمین مسلمان کہتے سمجھتے ہین حاشا وکلا

مسلمانی کسی داند کہ در ہنگامہ وحدت		ز ہر موچشمہ خون ریزد از خواہش مسلمانش

بہرحال ہمین اسلام مین ہونے کا فخر ہے اسلیے بانی اسلام کا ذکر جو یاران طریقت و ارباب محبت کے لیے باعث طمانیت قلب ہے پیش نظر ہے

ذکر تو بہ ہر زبان کہ گویند خوش ست		وصل تو بہ ہر سبب کہ جویند خوش ست
روے تو بہ ہر دیدہ کہ بینند نکوست		راہ تو بہ ہر قدم کہ پویند خوش ست

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝

اللهم صل على سيدنا محمد وعلى آل سيدنا محمد معدن الجود والكرم منبع العلم والحلم والحكم وبارك وسلم

خراباتیان می پرستی کنید		محمد صلی اللہ علیہ وسلم بگوئید و مستی کنید	

اللهم صل على سيدنا محمد وعلى آل سيدنا محمد سابق نوره وآخر ظهوره رحمة للعلمين وجوده امان من الله یا سیدی الکریم انصرنی بالحق برحمتك یا ارحم الراحمین

کا کلت ای مستی رشتۂ جان گفته ام		مست بودم زین سبب حرف پریشان گفته ام

من احب شیئ فاکثر ذکره جس شئے سے جسے محبت ہے اُسکے اسی ذکر سے اُسے رغبت ہے۔ ذکر رسول مقبول باعث تسکین دل حزین ہے۔ عشاق کا یہی شیوہ یہی آئین ہے ذکر الحبیب للمریض طبیب معروف ومشہور ہے۔ ہان وہی مطلوب ہے جس کا نور عالم مین معمور ہے اول ما خلق اللہ نوری اسی کی ابتدائی شان ہے۔ جس کی تحت لوائی مین آخری آن بان ہے۔ طالب و مطلوب مین یہی عشق جلوہ پذیر ہے فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی مین اسی کی کھلی تفسیر ہے۔ اسی عشق کا اظہار طالب و مطلوب کی گفتار ہے۔ طٰہٰ و یٰسین مین یہی مخاطبت یہی ذکر واذکار ہے من رآنی نے سب نقاب اُٹھائے۔ خواب مین بیداری کے آثار نظر آئے اَوْ اَدْنٰی مین اسی شان عشقی کا ظہور ہے وَمَا رَمَیْتَ مین یہی عشق

نورٌعلی نورہی مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی ہ سے پاکیِ نظر کا وصف آشکارہی وَاللَّیْلِ سے زلف معنبر وَالْفَجْرِ سے روے مصفا کی صفت نمودارہی۔ یہی مطلوب باعث ایجاد عالم وعالمیان ہی لولاک لما خلقت الدّنیا سے ظاہر وعیان ہی۔ اسی ذات ستودہ صفات نے گم گشتگان بادیہ ضلالت آوارگان دشت جہالت کو تہذیبِ اخلاق تصفیہ باطن کے طریقے تعلیم فرما کر ورطۂ ہلاکت سے بچایا۔ کنارے پر لگایا۔ اسی مخبر صادق کی دولت سراے اقبال مین ظہور فرمانے سے ہم اس قابل ہوئے کہ رسم ورواج کے ناجائز پھندون سے نکل کر شرک سے علیحدہ ہو۔ توحید کے پابند ہون۔ آپ ہی کے مولود مسعود کا یہ شرف ہی کہ آج ہم بہائمی خصائل سے دور بہت دور نظر آتے ہین۔ حضور ہی کی رونق افروزی نے ہمین خَیْرِ اُمَّۃ کا لقب دلایا۔ ناپاک رسمین مٹائین اور وہ وہ آداب تعلیم فرمائے کہ جن کے وسائل ومعاش ومعاد دونون کے لیے بالکل سہل الحصول اور سہل القبول ہین۔ وہ وہ قوانین سکھائے کہ جسمانی حفظ وامن تو یک طرف روحانی زندگی کے لیے کافی ووافی کامل ومکمل ہین۔ ایسے رحمۃ للعالمین کی تشریف آوری کی ہمین جسقدر مسرت ہو وہ کم ہی۔ جسقدر سرور وانبساط کے سامان بلکہ اہتمام نہ ہون وہ تھوڑے ہین۔ جہانتک میلاد کی خوشی کرین جتنی دھوم دھام ہو

وہ بھی کم بہت کم ہے۔ خال ہے وہ دل جسمین آپ کی محبت نہین۔ الفت نہین۔ کور ہین وہ آنکھین جنھین دید کی تمنا نہین حسرت نہین۔ جو جسم حضور کی طلب مین پامال نہو اُس کا مٹی مین ملنا خوب بہت خوب ہے

زخاک کم بود آن تن کہ پائمال نہ شد سفال بہتر ازان دل کہ از وفا خالی ست

آخر اس بیرنگی سے نیرنگی کی علت غائی کیا ہے۔ ابوالبشر سے فرمایا لولا محمد ما خلقتک ولا ارضا ولا سماءً کیا یاد نہین کالبد لطیف حضرت ابوالبشر مین جب روح کا گزر ہوا کیسی بےچینی و بےقراری تھی۔ اندھیری کوٹھری سے وحشت نئے مصاحب کی مصاحبت سے نفرت۔ نہ قیام تھا نہ قرار تھا۔ یہ نور محمدی ہی کا ظہور تھا کہ سامان کچھ اور سے اور ہوا۔ دلبستگی کا طور ہوا

با محمد بود عشق پاک جفت	بہر عشق او را خدا لولاک گفت

سرکاری ارشاد وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّن يَنقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ

حق فشاند آن نور را بر جانہا	مقبلان بر داشتہ دامانہا
وان نثار نور ہر کو یافتہ	روئے از غیر خدا بر تافتہ
ہر کرا دامان عشقے نابدہ	زان نثار نور بی بہرہ شدہ
جزو ہا را رو بہا سوئے کل ست	بلبلان را عشق با روئے گل ست

گاؤرا زنگ از برون و مرد را	از درون جو رنگ سرخ و زرد را
رنگہائے نیک از خم صفاست	رنگ زشتان از سیہ آبہ جفاست
صبغۃ اللہ نام آن رنگ لطیف	لعنۃ اللہ بوئے این رنگ کثیف
انچہ از دریا بدریا میرود	از ہمانجا کامد آنجا میرود
از سر کوہ سیلہائے تیز رو	وز تن ما جان عشق آمیز رو

خود اُس منبع انوار و معدن انوار کا ارشاد پاک من رانی فقد رای الحق اور کیون نہ ہو کہ شان ہی نور سراپا نور کان الشمس تجری فی وجھہ آپ کے چہرے پر گویا آفتاب لہرین لے رہا ہی۔ اذا تکلم رئی کالنور یخرج من بین ثنایاہ بات کرتے وقت یہ ظاہر ہوتا کہ دندان مبارک سے نور چھن رہا ہی۔ لم یقم مع الشمس الا غلب ضوءہ ضوءھا جب حضور آفتاب کے سامنے کھڑے ہوتے۔ آپ کی نورانیت غالب رہتی سے

اے طفیل خندۂ تو آفتاب	گریۂ تو کارفرمائے سحاب
این جہان یا رتبت خودخاک تو	صد جہان جان کردخاک پاک تو
ہم پس و ہم پیش از عالم توئی	سابق و آخر بیک جا ہم توئی

حضور ہی محسن و منعم عالم ہین۔ حضور کے احسانات عام ہین۔ خواہ دینیہ ہون یا دنیویہ۔ دینی احسان ظاہر ہی کہ سب سے حضور پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا۔ دنیویہ اُس سے بھی زیادہ ظاہر و روشن۔ فرقان حمید مین ہی

اَغۡنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ مِنۡ فَضۡلِهٖ ج انھین اللہ و رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ اسنادات حقیقت و تجوز و عطاے تسبب مین فرق بین ہی۔ حقیقت ذاتیہ اور ہی عطائیہ اور۔ حدیث مین ہی فلینادا غیثونی یا عباداللہ پکارنے والا اسطرح پکارے۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ پھر انکا پکارنا کیسا جن کی شان اقدس ہی ولقد خلقت الدنیا واھلھا لاعرفھم کرامتک ومنزلتک عندی ولولاک ما خلقت الدنیا ؎

بہر خویش آن پاک جان راآفرید	بہرا وخلق جہان راآفرید
آفرینش راجزا و مقصو دنیست	پاک دامن ترا زو موجو د نیست

حضرات یعقوب و یوسف۔ داؤد و سلیمان۔ موسی و عیسی علیہم السلام کون اس نوری اتباع سے باہر ہی۔ دیکھ لو۔ لیلۃ المعراج مین صاف صاف ظاہر و روشن کہ یہی مطلوب مقصود سب کا مطلب اصلی مقصد حقیقی ہی۔ ہان اسی سر مستور کا اظہار توحید کا اقرار رسالت کی گرم بازاری کا نام ہی۔ حضرت ابو البشر سے حضرت عیسی علیہم السلام تک سب اس نوری تبعیت مین شریک ہین ظاہری معنوی مدارج ہون یہ شمار کو عقدانامل ہی۔ زمانی مکانی قرب و بعد ہو منتہی فرد و کامل ہی ؎

جان پاکان خاک جان پاک او	جان رہا کن آفرینش خاک او
خواجۂ کونین سلطان ہمہ	آفتاب جان وایمان ہمہ

صاحب معراج و صدرِ کائنات		سایۂ حق نورِ آن خورشید ذات
ہر دو عالم بستہ بر فتراک او		عرش و کرسی کردہ قبلہ خاک او
ہر دو گیتی از وجودش نام یافت		عرش نیز از نامِ او آرام یافت

اللھم صل علی سیدنا محمد و آلہ بقدر حسنہ و جمالہ و بارک وسلم

صورت محمدی وہ صورت ہی کہ روح اعظم تمامی اسماء و صفات کے ساتھ اُسمین ظاہر ہوئی۔ حضور کی نبوت ازلی و ابدی ہی۔ باقی انبیا بعض کمالات آنحضرت کے ایک مظہر ہین۔ جب تک حقیقت محمدی کا انکشاف نہ ہو مدارج علیا کی شناخت ناممکن بلکہ محال ہی۔ خود حضور کا ارشاد ہی یاابابکر لو یعرفنی حقیقۃ غیر ربی۔ انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری سب کی خلقت کا باعث ربوبیت کے اظہار کا مقصد اصلی یہی نور نور علی نور ہی لولاک لما اظھرت الربوبیۃ ساری خدائی کا ظہور خود خدائی کا اِسی ذات ستودہ صفات۔ مظہر اتم۔ جامع انوار حسی و معنوی سے ظاہر و باہر۔ ورنہ خدا کو خدا کہنے والا کون ہوتا۔ اب اس اظہار مین شان تنزلی آئی۔ مختلف اسماء سے مختلف شانون کا ظہور ہوا۔ حقیقت شناس خوب جانتے اور سمجھتے ہین کہ طالب و مطلوب کا نام۔ ناز و نیاز کا بہانہ۔ حقیقۃً کسی ایک کا کام۔ کسی ایک کا فسانہ مصرع

	الف بہ شکل ہزار ست و در شمار یکی ست	

صوفیۂ کرام کی اصطلاح مین حقیقت محمدی باعتبار تعین اول ذات احدیت سے عبارت ہی۔ اور مظہر حقیقیِ احدیت حقیقت محمدیؐ ہی۔ اور باقی مراتب موجودات مظہر حقیقت محمدی ہین۔

صاحب عین المعانی می فرمایند کہ اول تعین او تعین علم ست کہ خود برخود بہ نفس خود تجلی فرمودبے توہم تقدم جہل و استتار و فقدان وغیبت۔ واورا اسامی مختلفہ است۔ یعنی تعین اول و حقیقت محمدی و وحدت صرف و کنز الکنوز وغیرہا۔ مولانا جامی قدس سرہ فرماتے ہین ؎

توجان پاکی سربسر نے آب وخاک اے نازنین
واللہ زجان ہم خوب تر روحی فداک اے نازنین

اہل درد برزخ رسول سے شغل رکھنے والے عشق ومحبت کے بڑھانے والے سمجھتے اور خوب سمجھتے ہین کہ جس قدر رابطۂ محبت قوی۔ آتش ارادت مین اسی قدر اشتعال ہوگا۔ شوق و اشتیاق مین ترقی بے خودی بیخبری کا حال ہوگا۔ یہی شغل صفات نفس کو تبدیل کرتا ہی۔ فنا کی تعلیم دیتا۔ انتہاے فقر تک پہونچاتا ہی۔ یہی تصور تصدیق یہی صورت دایم قائم۔ یہی ہستی ہستی۔ نیستی ہستی ہی۔ اسی صورت سے بام یار تک رسائی ہی ورنہ مفت کی ہرزہ سرائی ہی۔ یہی ربط ضبط فناے کامل کا اصول ہی۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماصبّ اللہ شیئا فی صدری

الا وقد صبت فی صدر ابی بکر ؓ

ازین دل تا بہ آن دل راہ باشد	کسے داند کزین آگاہ باشد
چو تو در راہِ دل نادر زدی گام	چہ دانی حاصل منزل سرانجام

یہان تک اصحاب باطن سے خطاب تھا۔ اب ارباب ظاہر سے مخاطب ہی
دوستو! دنیا مین کوئی قوم ایسی نہین جو اپنے پیشواؤن کے حالات زندگی
سے سبق لینے کے لیے کسی ایک دن کو تعین کر کے باہم مجتمع نہ ہوتی ہو۔
عیسائی ہون یا ہندو۔ یہودی ہون یا پارسی۔ باہمی یگانگت میل جول
کے علاوہ اہم مقصد یہ ہی کہ اُس بزرگ کے حالات سنکر قلب متاثر ہو۔ ترقی کا
خیال پیدا ہو۔ پست ہمتی سے بلند ہمتی آئے۔ رذائل سے فضائل آئین
اخلاقی حالات درست ہون۔ قول سے فعل اور فعل سے حال کی صورت
نظر آئے۔ محض قیل و قال زبانی جمع خرچ سے کام نہ رہے بلکہ عمل کا شوق
پیدا ہو۔ عمل سے اخلاص کی نوبت آئے۔ دوسرون کی ترقی دیکھکر خود بھی
قلب مین اُبھار پیدا ہو۔ نام کے آدمی نہ رہین۔ کام کے بن جائین دیکھو
کہ تمھارے پیشوا کی کیا حالت تھی حالت زندگی پر گہری نگاہ ڈالو اور سبق
لو۔ اُس کے طرز عمل کو اپنا دستور العمل بناؤ۔ پورے پابند رہو اور پھر دیکھو کہ
تم کیا سے کیا ہو گئے۔ کہان سے کہان پہونچے۔ وما توفیقی الا باللہ
ھو نعم المولی ونعم النصیر۔

محفل میلاد کا بھی سب سے اہم مقصد محبت نبوی ہے۔ جبتک محبت
نہوگی نہ آپ کے قول پر عملدرآمد کا شوق پیدا ہوگا۔ نہ فعل پر کاربند ہونے
کی ترغیب و تحریص۔ حضور کے حالات زندگی سے علاوہ اور صدہا باتون
کے دو باتون کا ایسا پختہ سبق ملیگا کہ وہ اگر ازبر کیا جائے تو یہ آئے دن
کا ہائے قوم وائے قوم کا نہ رونا باقی رہے نہ یہ ادبار و نکبت کی گھنگھور
گھٹائین سرون پر دکھائی دین ؎

	پھر وہی حسن ہو وہی سن ہو		پھر وہی رات ہو وہی دن ہو

ہان وہ دو باتین کیا ہین ؟ سنو اور کان کھول کر سنو۔ راستبازی و
استقلال اچھا یہ تو سُن چکے۔ اب اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔
لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ
يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ یہ ایک آیۂ قرآنی ہے۔ اسمین اللہ تعالی اپنا احسان
ایمان والون پر جتاتا اور بتاتا ہے کہ ہم نے اُنھین مین سے ایک رسول
مبعوث کیا جو اُن پر ہماری آیتین تلاوت کرتا۔ تزکیۂ نفسی کی راہین بتاتا
اور ظاہر و باطن کی اصلاح فرماتا ہے۔ اور بیشک اس سے پہلے وہ کھلی
ہوئی

To thine ownself be true, and it must follow, as the night the day, thou canst not then be false to any man.

ہوئی گمراہی مین تھے۔

حضور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے قبل دنیا اور دنیا والون کی حالت بالعموم اور خاص کر جزیرۂ نما عرب کی جو کیفیت تھی وہ محتاج بیان نہین۔ شرک و باطل پرستی کی گھنگھور گھٹائین عالم پر چھائی ہوئی تھین۔ قمار بازی۔ زناکاری۔ دختر کشی۔ وہ کون سے ذمائم تھے جو عربون مین موجود نہ تھے۔ وہ کون سے فضائل تھے جن سے انھین دوری نہ تھی۔ نسل ابراہیمی ناحق پرستی مین مبتلا تھی۔ اِس سے زیادہ کھلی ہوئی گمراہی اور کیا ہوگی کہ اپنے پیدا کرنے والے سے بھی ناآشنائے محض تھے۔ یہی کشمکش کی حالت گمراہی کی صورت تھی کہ ناگاہ آفتاب اقبال مطلع عرب سے طلوع ہوا۔ یعنی نبی امی خاتم المرسلین آنجناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دولت سرائے اقبال مین ظہور فرما ہوئے ؎

نقد طیبہ سلالۂ بطحےٰ	امی و لوح خوان ما او ے
فیض ام الکتاب وردش	لقب امی خدا ازان کردش
لوح تعلیم ناگرفتہ ببر	ہمہ ز اسرار لوح داد خبر
قلم و لوح بودش اندر مشت	زانہ فرسودش از قلم انگشت
آنکہ شق قمر کند چو قلم	بقلم گر نبرد دست چہ غم
از گناہ شست دفترہمہ پاک	ورقے گر سیاہ نہ کرد چہ باک

برخط اوست انس و جان اسیر		گر نخواند خطے ازان چہ خطر	

اللھم صل علی سیدنا محمد والہ بقدر حسنہ وجمالہ

یا صاحب الجمال ویا سید البشر		من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ		بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اب بعد کی کیا حالت ہوئی۔ یہ بھی محتاج بیان نہین۔ وہی جاہل عرب وہی وحشی عرب۔ وہی بہائمی خصائل والے ایسے مہذب ایسے شایستہ ایسے حکیم ایسے فلاسفر ایسے موحد اور ایسے محقق ہوئے۔ کہ اورتو اور خود یورپ کے بڑے بڑے محققین روشن خیال اُن کی شاگردی کا اعتراف فرماتے اور اپنی منصفانہ راے کا اظہار اپنی اپنی تحریرون مین نہایت دھوم دھام سے کرتے ہین۔ چنانچہ مسٹر جان ڈیون پورٹ لکھتے ہین۔

"یہ بات آپ کی صاف باطنی پر خوب دال ہے کہ سب سے پہلے جو لوگ ایمان لائے وُہ آپ کے دوست اور اہل خاندان تھے جو آپ کے عادات سے خوب واقف تھے۔ اگر معاذ اللہ آپ فریبی ہوتے تو یہ لوگ آپ پر ہرگز ایمان نہ لاتے۔ اور اُن پر یہ فریب ظاہر ہو جاتا۔ درحقیقت یہ بات کبھی ثابت نہین ہوئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ترویج شریعت یا اثبات دعواے نبوت کے لیے مکر اور حیلے کئے یا جھوٹے معجزے دکھائے"

اسلام حضرت کی حیات ہی مین تمام عرب مین قائم ہوگیا۔ اور

بُت پرستی کی بیخ وبُن باقی نہ رہی۔ ایسی کامیابی حضرت کو بسبب شجاعت اور قوت جنگ کے حاصل نہین ہوئی بلکہ وجہ یہ تھی کہ آپنے مذاہب کو مہذب[1] و درست کیا۔ اخلاقی حالت سے دلون کو مسخر کیا۔ دیانت و راستبازی نے اپنا سکہ بٹھایا اور استقلال و ہمت نے نمایان ترقی پر ترقی دکھائی۔ بعد

---

[1] جسطرح کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاہب کو مہذب و درست کیا حضور کے پیرودون نے بھی اپنی علمی روشنی سے تمام عالم کو بالعموم اور خاص کر یورپ کو جہالت کی تاریکی سے نکال کر روشن و منور کیا یورپ کے نامی مورخ مثل اڈورڈ گبن۔ ہنری لوئیس۔ ڈاکٹر ہیلی۔ سڈلیو فرانسیسی۔ سکندر ہمبولیٹ۔ وغیرہ وغیرہ معترف ہین کہ ہمارے فضل و کمال کا سرچشمہ عرب تھا۔

ڈاکٹر ڈراپر صاحب لکھتے ہین کہ علم کے سیکھنے مین اہل فرنگ ابوعلی الحسن ابوموسیٰ ابوالوفا اور دیگر علماے عرب کے زیادہ احسان مند ہین۔ ڈاکٹر اسپرنگر نے لکھا ہے کہ علم رجال پر مسلمان جتنا فخر کرین بجا ہی ہنری لوئیس اپنی تاریخ فلسفہ مین لکھتے ہین کہ مسلمانون ہی کی وجہ سے یورپ مین علم اور فلسفہ پہونچا۔ اس امر خاص مین یورپ اُن کا ممنون احسان ہی۔ اور اس سے بڑا احسان عرب کا یورپ پر یہ ہی کہ اُن لوگون نے علم ہندسہ۔ ہیئت۔ طب اور کیمیا مین بڑی کوشش کی اور اُنھین کی بدولت اسپین سے فرانس ہوکر انگلستان مین علم پھیلا۔ موشیم صاحب کا قول ہی کہ مورخان معتبر کے نزدیک یہ بات قرار پائی ہی کہ دسوین صدی مین یورپ غایت درجے کی جہالت مین پڑا ہوا تھا۔ اور یہ بات یقینی ہی کہ اُس زمانے مین اہل عرب (یعنی اہل اسلام نے) ملک ہسپانیہ اور اٹلی مین بہت سے مدرسے جاری کیے تھے۔ ان مدرسون مین ہزارون عیسائی طلباء عربی۔ فارسی اور حکمت کی تعلیم پاتے تھے۔ پھر ان علوم کو مدارس اسلام سے لاکر عیسائی مدرسون مین جاری کرتے تھے۔ ہمین اس بات کا اقرار کرنا چاہیے کہ تمام اقسام کے علوم یعنے طب و طبیعات فلسفہ و ریاضی جو دسوین صدی سے یورپ مین جاری ہوئے یہ سب اصل مین اہل عرب مسلمانون کے فلسفی مدارس سے سیکھے گئے تھے۔ خصوصًا ہسپانیہ کے اہل اسلام بانیٔ فلسفۂ یورپ خیال کیے جاتے ہین۔ اہل اسلام کو علمی ترقی بھی ایسی ہی جلد حاصل ہوئی جیسے اُن کو ملکون پر فتحین حاصل ہوئی تھین۔ شویل (اشبلیہ) سے اصفہان تک اہل عرب کا علم بہت جلد پھیل گیا۔ اور بغداد و کوفہ قاہرہ و بصرہ فیز مراکو کورڈوا (قرطبہ) گرینیڈا (غرناطہ) ولن شیا (بلنسیہ) اور سوِل مین اہل عرب کی حکمت نے بہت جلد رواج پایا۔ حقیقت مین (بقیہ بر صفحہ ۱۷۸)

دعوائے نبوت باقرار جارج سل صاحب تیرہ برس کے عرصے مین اسلام کی تلوار میان سے نہ نکلی۔ کہان ہین وہ مخالفین اسلام جو کہتے ہین کہ بزور شمشیر اسلام پھیلایا گیا۔ سب سے پہلے لڑائی جنگ بدر تھی۔ اُسمین بھی یہ بے سرو سامانی کہ تین سو آدمی دو گھوڑے اور تیرہ تلوارین۔

پھر مسٹر جان ڈیون پورٹ نے کھلم کھلا اقرار کیا ہے کہ ”مجھے اسمین شک نہین کہ اُس شی سے جس کے آنے کی خبر اپنے بھائیون مین سے

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۷۷) اہل عرب مسلمانون نے تمام علوم کو نئے سر سے ترقی دی۔ یونان و روما کے علوم مین دوبارہ جان ڈالی نوین صدی سے چودھوین صدی تک عرب کے علم و فضل سے یہ نور حاصل ہوتا رہا اور اہل عرب کو تاریکی جہالت سے روشنی علم و عقل مین لایا۔ اگر آٹھوان خلیفہ عبد الرحمن ہسپانیہ مین مدرسے و مکتب جاری نہ کرتا تو ہمین بیشک اہل عرب کے علم و فضل سے مطلق فائدہ نہوتا کیونکہ بغداد۔ بخارا۔ اور بصرہ کے مدارس گو بہت مشہور تھے مگر وہ اس قدر دور تھے کہ طلباے یورپ کو وہان جانے مین بہت دقت ہوتی تھی۔ مذہب اسلام اپنی ترقی کے زمانے ہی مین نہین بلکہ ابتدائی حالت مین بھی اور مذہبون کی نسبت علم کی طرف بہت مائل تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ جس آدمی مین علم نہو وہ قالب بے روح ہے۔ آہ ہماری اب یہ حالت ہے ؎ غیر لین محفل مین بوسے جام کے ٭ ہم رہین یون تشنہ لب پیغام کے ٭ خالی فخر سے کام نہ چلے گا کچھ کرو اور کر کے دکھاؤ۔ تم کس سلف کے اخلاف ہو۔ تم کیا تھے کیا ہو گئے۔ اور خدا جانے ابھی کیا کیا ہو گے۔ افسوس افسوس او دوستو بیدار ہو اور اُٹھو۔ اُٹھو اور چلو۔ چلو اور دوڑو ورنہ وقت ہاتھ سے جاتا ہے اور قافلے نے کوچ کیا اناللّٰہ ثم انا للّٰہ۔ اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ ۱۲ منہ

؎ تلوار کا اسلام سے کیا تعلق رہا۔ اسلام نے تلوار اٹھائی یا نہین۔ ہان اُٹھائی اور ضرور اُٹھائی۔ تلوار کا ہمیشہ دنیا کے مذاہب سے تعلق رہتا چلا آیا اسلام ہی پر کیا موقوف ہے جب تلوار کا موقع ہوتا ہے سب ہی تلوار اُٹھاتے ہین مگر یہ کہ بیوجہ کی خونریزی ظلم و تعدی یہ نہ کبھی اسلام کا شعار رہا نہ آیندہ رہیگا۔ ہر موقع پر تلوار تلوار کا غل مچاتا گویا واقعات تاریخی کی تکذیب کرنا اور محض تحکم ہی تحکم ہے۔ ع سخن شناس نہٗ جان من خطا اینجاست ۱۲

موسی (علیہ السلام) نے بنی اسرائیل کو دی۔ اور فارقلیط جس کی خبر عیسی مسیح (علیہ السلام) نے انجیل یوحنا مین دی ہی محمد صاحب مراد ہین،،

توریت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کا حال حضرت موسی علیہ السلام نے اسطرح بیان فرمایا ہی ،، خدا سینا سے آیا۔ سعیر سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے اُن پر چمکا،، توریت سے یہ بھی ظاہر ہی کہ فاران مکہ معظمہ کا پہاڑ ہی۔ جس مین حضرت اسمعیل علیہ السلام سکونت پذیر ہوئے۔ اور یہ امر بخوبی ظاہر ہی کہ مکہ معظمہ مین بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی رسول نہین ہوا۔

زبور مین حضرت داؤد علیہ السلام نے حضور کی عظمت جلالت کا اقرار کر کے اسطرح فرمایا ہی ،، تو حسن مین بنی آدم سے کہین زیادہ ہی۔ تیرے لبون مین نعمت بتائی گئی ہی اسی لیے خدا نے تجھے ابد تک مبارک کیا۔ اے پہلوان تو جاہ و جلال سے اپنی تلوار حمائل کر کے اپنی ران پر لٹکا۔ امانت حلم اور عدالت پر اپنی بزرگواری اور اقبال مندی سے سوار ہو کہ تیرا داہنا ہاتھ تجھے ہیبت ناک کام دکھائے گا۔ بادشاہون کے دلون مین تیرے تیر تیزی کرتے ہین لوگ تیرے سامنے گر جاتے ہین،،

انجیل متی باب سوم مین یوحنا نے اسطرح گواہی دی ،، مین تو تمھین توبہ کے لیے پانی سے بپتسما دیتا ہون لیکن وہ جو میرے بعد آتا ہی مجھ سے

قوی تر ہے وہ تمھین روح قدس اور آگ سے بپتسما دیگا ،، بعض متعصب آنے والے سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام لیتے ہین - یہ محض تعصب ہی تعصب ہے اسلیے کہ یوحنا خود حضرت مسیح کے ہمعصر تھے - علاوہ برین آتش محبت سے بپتسما دینے کا مصداق بجز ذات اقدس جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا کوئی نہین - صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغہ خود جناب مسیح علیہ السلام نے حضور کی عظمت کا اقرار فرمایا جو انجیلون مین جابجا موجود ہے - فرماتے ہین "میری تعلیم ناقص ہے - کیونکہ ہنوز لوگون کو تعلیم کی برداشت نہین مگر وہ روح راستی جو نقصان سے خالی ہے وہ کامل تعلیم لائے گا - اور لوگون کو نئی باتون کی خبر دے گا ،،

انجیل برناس مین تو صریح نام مبارک حضور ختم الانبیاء درج ہے جسے لاکھ چھپانا چاہا مگر چھپ نہ سکا -

صحیفۂ ابراہیم علیہ السلام مین ہے " اے ابراہیم ! مین نے تیری دعا اسمعیل کے لیے قبول کی - اُس پر اور اُس کی اولاد پر برکتین نازل کرونگا اور اس سے ایک پیغمبر مکرم و معظم پیدا کرون گا - جس کا نام محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اور امت اُسکی سب اُمتون سے افضل و بلند مرتبہ ہو گی ،،

صحیفۂ حیقوق علیہ السلام مین ہے ،، اللہ تعالیٰ جبال مکہ سے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ظاہر کریگا - جسکی تعریف سے زمین بھری ہو گی - اور زمین و گردنون کا

مالک ہوگا،، یہ بات قابل لحاظ ہی کہ حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ (علیہما السلام)
نے بمقتضاے زہد وتقوائے نبوت بڑی خوشی سے یہ خبر دی تھی کہ زمانہ
آخر مین **ایک ایسا نبی مبعوث ہوگا** جو ہم سے بھی افضل و اولیٰ ہوگا
اور شاگرد مسیح (علیہ السلام) نے بھی وعدہ کیا ہی کہ فارقلیط یعنے تسلی دہندہ
آئےگا۔ یہ دونون پیشینگوئیان بے شک و شبہہ اشرف الانبیا خاتم النبیین
یعنے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے مین ہین۔ اور آپ ہی کی ذات
پاک مین اُنکی تکمیل ہوئی واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم٥
ہمارے حضرت شافع امم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذاتی
دنیاوی اغراض کی نہ کبھی تمنا کی۔ نہ خواہش۔ نہ عالیشان محلات بنوائے گئے
نہ شان وشوکت کی اونچی اونچی عمارتین۔ حضرت کی پیدایش سے وفات تک
وہی ایک سی سادگی کی حالت رہی اور وہی ایک سی کیفیت۔ قبل و بعد
نبوت جیسی جیسی دقتین۔ اذیتین۔ توسیع دین مین سہین وہ ارباب سیر سے
پوشیدہ نہین۔ کھانا پانی بند کیا گیا۔ بول چال لین دین ترک ہوا۔ راستون
مین کانٹے بچھائے گئے۔ قتل کرنے کے مشورے ہوئے ہوتے ہوتے
یہ نوبت آئی کہ گھر چھوٹا عزیز واقارب چھوٹے۔ ایک جان تھی اُسکو لے کر
مدینہ منورہ مین رونق افروز ہوئے۔ مشرکین مکہ نے ترغیب۔ تحریص۔ تہدید
غرض ہر طرح چاہا کہ دین حق کی اشاعت سے باز رہین۔ مگر راستی و استقلال نے

ساتھ نہ چھوڑا۔ اور بالآخر یہ نتیجہ ہوا قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ٥

اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ بقدر حسنہ وجمالہ

اڈورڈ گبن مشہور عیسائی مورخ اپنی کتاب ڈکلائین اینڈ فال جلد پانچ مطبوعہ لندن مین تحریر کرتے ہین کہ "رسوم روزمرہ مین حضرت اپنے ہموطنون سے خلق وتہذیب سے پیش آتے اور اُمرا و اہل مقدرت سے بڑی تعظیم وتکریم سے ہمکلام ہوتے اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی تھا کہ غریب ترین باشندگان مکہ سے نہایت مروت فرماتے"

دیباچہ ترجمہ قران مصنفہ جی ایم راڈویل صفحہ ۲۳ (مطبوعہ لندن ۱۸۶۱ء) مین ہے "دلیلون سے ثابت ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سب کام اس نیک نیتی کی تحریک سے ہوتے تھے کہ لوگون کو جہالت اور بت پرستی کی ذلت سے چھڑائین۔ اور یہ کہ نہایت مرتبہ کی خواہش اُن کی یہ تھی کہ سب سے بڑا امر حق یعنے توحید الہی کا جو اُن کی روح پر غالب درجہ مستولی ہو رہا تھا اشتہار کرین۔ اُنکی ذات کریم اور سیرت صداقت مشحون سے ہمیشہ اُن کو اُن لوگون مین تصور کرنا چاہیے۔ جن کو اپنے ابنائے جنس کے تمام حیات دنیوی پر ہر طرح اختیار حاصل ہے"

بعد فتح مکہ معظمہ آپ حسب احکام قرآن حج بجا لائے اور حجر اسود کے قریب

کھڑے ہوکر بآواز بلند خداے برحق کا نام لیا۔ اور باطل پرستی کی بنیاد ہمیشہ کے لیے بے بنیاد ہوئی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک غریب عرب نے اپنے ملک کے قبائل وحشی۔ مفلس برہنہ اور گرسنہ کو ایک گروہ معقول و مضبوط کردیا۔ اور انھین وہ وہ افعال واطوار تعلیم کیے جو محض جسمانی ہی حیات تک کافی نہین ہین بلکہ روحانی نجات کا اہم راز بھی اُن مین اپنی پائداری کا رنگ چمکا رہا ہی۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہی جسکے اصول مین کوئی ایسی کنہ نہین جو زبردستی مان لینی پڑے اور سمجھ مین نہ آئے۔ اصول ملت اسلامیہ مین کوئی بات منجملہ ممتنعات عقلیہ کے ممکن اور ضروریات عقلیہ کے ممتنع نہین اور قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہی جو انسان کی درستی معاش ومعاد کے لیے قیامت تک کافی ووافی۔ قرآن مین خدا کی صفات کاملہ کا بیان ہی۔ اُسکا واحد۔ قدیم ازلی۔ ابدی۔ قادر۔ عالم۔ سمیع۔ بصیر۔ متکلم۔ حکیم۔ خبیر۔ اور آسمان وزمین کا خالق ہونا۔ رحیم۔ رحمن۔ صبور۔ عادل۔ قدوس۔ محیی یعنے جلانے والا ممیت یعنے مارنے والا۔ وغیر ذلک۔ تمام صفات کمالیہ کا جامع ہونا۔ اور جملہ عیوب ونقصانات سے بری ومنزہ ہونا۔ مثلاً حادث ہونے سے۔ عاجز ہونے سے۔ جاہل ہونے سے۔ ظالم ہونے سے۔ وغیر ذلک۔ یہ کلام مجید کا پہلا سبق ہی۔ جو اسکے ہر پیروی کرنے والے کو دیا جاتا ہی۔ قرآن توحید

خالص کی دعوت کرتا شرک سے مطلق منع کرتا بلکہ سخت بیزاری ظاہر کرتا ہی
اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ
یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ۝ اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ
اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰہُ النَّارُ - قرآن مین پیغمبرون کا تذکرہ اُن پر ایمان
لانے والون کی مدح اُن کے منکرون کی مذمت عقبیٰ کی تعریف - اور اُسکی
پائداری کا مذکور - چیزون کے حلال و حرام ہونے کا بیان نہایت شرح
وبسط کے ساتھ ہی - اسد اور اسد والون کی محبت پر اُبھارتا - اور عبادت بدنی
ومالی مین نیت خالص خدا کے واسطے رکھنے کی ہدایت کرتا ہی - قرآن مین ایسی
چیزون کا ذکر ہی جو خدا تک پہونچانے کی ذریعہ ہین - قرآن - فاجر - فاسق لوگون
کی صحبت ہمنشینی سے منع کرتا - ریا و سمع سے دور رہنے کی ہدایت کرتا ہی -
قرآن مین قوانین عبادات معاملات بیان اخلاق مہلکات اور منجیات
سراپا دانائی کی باتین بھری ہوئی ہین - جب ہی تو مسٹر جان ڈیون پورٹ
لکھتے ہین - "مسلمان قرآن شریف کی ایسی عظمت کرتے ہین کہ عیسائیون
نے اپنی انجیل کی کبھی ایسی تکریم ہوتے نہین دیکھی - قرآن شریف مین صرف

لہ بیشک اسد نہین بخشتا یہ کہ شرک لایا جائے اُسکے ساتھ اور بخشتا ہی سوا اُسکے جسکو چاہے اور جو کوئی شریک لائے اسد کے ساتھ پس گمراہ ہوا گمراہی بڑی ۱۲
سلہ بات یہ ہی کہ جو کوئی شریک لائے اسد کے ساتھ پس حرام کی اسد نے اُسپر بہشت اور جگہ اُسکی دوزخ ہی ۱۲
سلہ ان کی کتاب اپالوجی فار محمد (صلی اسد علیہ وسلم) اینڈ قرآن مشہور ہی ۱۲ منہ

احکام مذہبی و تہذیب اخلاق ہی کا ذکر نہین بلکہ گبن صاحب کا قول ہی کہ اوقیانوس سے گنگا تک قرآن شریف مجموعہ قوانین مانا جاتا ہی۔ قرآن شریف مین قوانین دیوانی و فوجداری وسلوک باہمی پائے جاتے ہین۔ اور وہ مسائل نجات روح وحقوق عامہ وحقوق شخصی ونفع رسانی خلائق وغیرہ پر حاوی ہی۔ منجملہ اور فضائل و مناقب قرآن کے جسمین اُسے فخر و مباحات کرنا بجا ہی دو فضیلتین بہت بڑی ہین۔

ایک فضیلت تو یہ ہی کہ جس مقام پر حق تعالی کا ذکر ہی بڑی عزت واحترام بڑی عظمت وہیبت کے ساتھ ہی اور کسی جگہ اُسکی ذات پاک کی طرف عیوب وشہوات انسانی منسوب نہین کیے گئے۔ نیز قرآن شریف کی وہ خوش بیانی جسمین خداے تعالی کا ذکر ہی اور جسکے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اثر پیدا ہوتا اور خوف آتا ہی۔ قرآن تمام اُن خیالات سے مبرا ہی جو خلاف تہذیب خیال کیے جا سکتے ہین۔ اور اُسکے تمام اصول ایسے ہین کہ ایک بھی اسمین سے خلاف عقل نہین۔

دوسرا شرف یہ ہی کہ جملہ خیالات باطلہ۔ الفاظ رکیکہ۔ خیالات لغو۔ اور حکایات بیہودہ سے منزہ ہی۔ لیکن افسوس۔ کہ کتب یہود اِن عیوب صریحہ اور مناقص واضحہ سے مملو ہین۔ حقیقۃً قرآن اِن عیوب واضحہ سے ایسا مبرا ہی کہ ابتدا سے انتہا تک پڑھیے کہین امر رکیک اور بیجا کا شائبہ بھی

نہ پائے گا" مسٹر کارلائیل اپنی کتاب کی جلد ۶ صفحہ ۲۱۴ مین لکھتے ہین
" قرآن کے پڑھنے سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ وہ صادق کا کلام ہی اور
صداقت سے ملو ہی" وہ کون سی نصیحتین حکمتین ہین جو کلام ربانی مین نہ پائی
جاتی ہون وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ قرآن مجید
علم حکمت نظری خصوصاً علم الہیات مبدا و معاد اور کائنات الجو کا اس خوبی
وخوش اسلوبی سے بیان ہی کہ باید وشاید۔ حکمت علمیہ جو افراط وتفریط سے
معرا۔ تدبیر منزل۔ سیاست مدن۔ تہذیب اخلاق۔ تطہیر باطن۔ صلہ رحمی
امانت داری۔ راست بازی۔ رحم دلی۔ علم وحلم۔ رفق تواضع مروت۔
زہد وتقوی۔ ریاضت۔ عبادت۔ تسکین وعمل شجاعت سخاوت ورع ووقار
عفت قناعت۔ صبروعفو۔ عدالت الفت۔ تسلیم ووفا شفقت دیانت
حیا وثبات۔ ہمت رقت۔ گویا ہر علم کا معدن ہر فن کا مخزن قرآن مجید و
فرقان حمید ہی لَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ قرآن مجید
انسانی تعلیم وتربیت پند وہدایت اور فصاحت وبلاغت مین اپنا آپ نظیر ہی۔
فصحاے عرب فصاحت وبلاغت بے عدیل تھے۔ قصیدہ طویلہ
اور نثر مسجع فی البدیہہ وبے تکلف کہدیا کرتے تھے۔ لونڈیان باندیان تک

ف ۱ اس قرآن مین لوگون کے لیے سب مثلین موجود ہین ۱۲

ف ۲ کوئی تر وخشک نہین مگر قرآن مین ہی ۱۲ منہ

شعر کہتی تھین۔ وہ زمانہ تھا کہ فصاحت و بلاغت بڑا کمال سمجھا جاتا تھا۔ اہل عرب اپنی زبان کی عمدگی پر یہانتک نازان تھے کہ سارے جہان کو عجم یعنے گونگا کہتے تھے۔ شعرا کو اسی فصاحت و بلاغت سے تو یہانتک قوت تھی کہ چاہین جس قبیلے مین تلوار چلادین۔ خون کرادین۔ عرب کے مشہور فصحا و بلغا کے قصائد موسم حج ۔میلون ہر گلی کوچے مین پڑھے جاتے اور دروازہ خانہ کعبہ پر لٹکائے جاتے تھے۔ غرض فصاحت و بلاغت کا تو یہ زور شور۔ اور قرآن کے مقابلہ مین یہ عاجزی کہ برابر اِنَّآ اَعۡطَيۡنَا کے کہ سب سے چھوٹی سورۃ ہے نہ بنا سکے اور عاجز ساکت و صامت رہے حضور نبی امی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پکار پکار کر برملا اُن سے کہا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ٥ لاؤ تم کوئی سورۃ قرآن کی سی اور بلالو اپنے مددگارون کو سوا اللہ کے اگر تم سچے ہو۔ پھر صاف صاف ارشاد فرمایا۔ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ‌ۖ ۚ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ٥ پھر اگر نہ کرو اور ہرگز نہ کروگے یعنے ایک سورہ بھی نہ لاسکوگے تو بچو اُس آگ سے جو تیار ہے منکرون کے واسطے اور آدمی اور پتھر جسکے ایندھن ہین - فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا مَنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ لے آؤ ایک سورۃ ایسی اور پکارو جسکو پکار سکو

اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا
مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥ تم لے آؤ ایک دس
صورتین ایسی باندھکر اور پکارو جس کو پکار سکو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔
لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ
لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ٥ اگر جمع ہون آدمی اور
جن اس پر کہ لائین ایسا قرآن نہ لائین گے اور پڑے مدد کرین ایک کی
ایک۔ باوجود اس شد و مد سے کہنے اور تہدید کرنے کے بھی تمام جزیرۂ
عرب مین سے کسی ایک فصیح و بلیغ کی نہ تو زبان چلی۔ نہ لب ہلے اور
سب فصاحت و شاعری قرآن کے مقابلے مین گم ہوکر رہگئی۔ کچھ اسطرح
حواس باختہ اور گونگے ہوئے کہ دم تک نہ مار سکے۔ جنبش تک کی گنجایش
نہ رہی۔ یہ کیسا کھلا ہوا ثبوت قرآن کے کلام خدا ہونے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نبی ہونے کا ہے۔ علاوہ برین تاریخ کی
کتابین دیکھنے والون پر پوشیدہ نہین کہ کلام مجید کی پیشین گوئیان کس قدر
ٹھیک اور پوری ہوئین۔ مثلاً ابتدائے سورۂ روم مین خبر دی کہ فی الحال
فارسی رومیون پر غالب آگئے ہین مگر چند سال مین نو برس کے اندر پھر
رومی فارسیون پر غالب آجائین گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس آیت مین
ایک اور پیشین گوئی کا بھی ظہور رہوا۔ يَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ ط

اُس دن خوش ہون گے مسلمان اللہ کی مدد سے۔ مطابق اس کے
بھی واقع ہوا کہ جسدن رومی فارسیون پر غالب آئے۔ اُسی دن کو وزبدر
تھا مسلمانون کی بھی مدد ہوئی۔ اور اللہ تعالی نے خبر دی ہی کہ یہودی کبھی
مسلمانون پر غالب نہ ہون گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا وغیرہ وغیرہ۔ اسیطرح
ہمارے پیشوا وسردار حضور خاتم المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
پیشین گوئیان ہین۔ کہ مطابق ارشاد سب کا ظہور ہوا۔ ہو رہا ہی۔ اور ہو گا
مثلاً صحیح بخاری شریف و مسلم شریف مین ہی کہ جناب رسول اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے ملک حجاز مین ایک آگ نکلے گی
کہ اُسکی روشنی سے شہر بصرہ کی پہاڑیان جن کا نام اعناق الابل ہی روشن
ہون گی۔ چنانچہ مطابق ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ۶۵۴ھ ہجری مین
متصل مدینہ طیبہ ایک آگ بطور شہر کے زمین سے نکلی۔ اور مدت تک
رہی۔ پھر معدوم ہو گئی۔ آپ نے ارشاد کیا تھا کہ سفید محل کسرے مین
جو خزانہ ہی مسلمانون پر تقسیم ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضور نے فرمایا
تھا کہ پچھم والے مسلمان ہمیشہ غالب رہین گے جبتک خدا کا حکم
اُن کے پاس پہونچے مطلب یہ کہ قیامت آجائے اور مراد پچھم والون
سے شام اور بیت المقدس کے مسلمان ہین کیونکہ شام حجاز سے پچھم واقع
ہی۔ اور ابی امامہ کی روایت مین لفظ اہل شام صاف موجود ہی۔ سلطان

صلاح الدین کے وقت مین جب تمام یورپ نے متفق ہوکر مسلمانون
کو شام ہی نکالنا چاہا توانجام یہ ہوا کہ بلسینا مین ہزارون عیسائیون کی قبرین
بنانا پڑین ہمارے حضور صادق و مصدوق کے فرمانے کے موافق
اہل شام ہی غالب رہے جیسا کہ ڈاکٹر ٹیلر نے اپنی تصنیف لب التواریخ
مین لکھا ہی - ان لڑائیون کو کروسیڈ یا جہاد مقدس کہتے ہین - اور اور
بہت سی پیشین گوئیان ہین کہ سب مطابق ارشاد ظہور مین آئین - بانیِ
اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی نے پڑھایا نہ لکھایا -
حضور کے والد قبل ولادت ہی انتقال کر چکے تھے - والدہ کو بھی بحالت
ہوش نہ دیکھا نہ کسی حکیم و فلاسفر کی صحبت سے واسطہ رہا -
ان حالات پر ایسی مکمل شریعت کا ظاہر ہونا اور قرآن جیسی کتاب
فصیح و بلیغ جامع جمیع فوائد دین و دنیا کا نازل ہونا منجانب اللہ نہین
تو اور کیا ہی - ایسی یتیمی مسکینی حالت مین تمام جزیرۂ نما عرب مین اس
زور شور سے کلمۂ توحید کا ڈنکا بجنا - دین اسلام کا تمام دنیا مین پھیل جانا
بڑے بڑے بادشاہون کا مطیع و فرمان بردار ہونا - قدمون پر گرنا - صاف
صاف اور کھلی ہوئی دلیل دین اسلام کے منجانب اللہ ہونے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نبی ہونے اور قرآن کے کتاب ربانی ہونے کی
ہی مسٹر جان ڈیونپورٹ کی تحریر دیکھو وہ لکھتے ہین '' مین اقرار کرتا ہون

کہ اس زمانے کے عیب اور اُن لوگون کی بات ہرگز میرے خیال مین نہین آتی جو کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ جعلساز تھے اور اُنھون نے قرآن ایسا لکھا ہی۔ یعنے قصداً فریب کیا ہی۔ جیسے کوئی جعلساز لکھے۔ میری رائے مین جو منصف آدمی قرآن کو پڑھے گا اُسکا یقین اس قول سے بالکل مختلف ہوگا'' افسوس کہ مخالفین اسلام سخت بیجا تعصب سے کام لے رہے ہین۔ جیتی مکھی نگلنا انھین کا کام ہی۔ مگر خوب یاد رکھین کہ آفتاب پر خاک ڈالنے سے اُس کی آب وتاب چمک دمک مین ذرہ برابر بھی فرق نہین آسکتا۔ مذہب اسلام ایسا مذہب نہین کہ وہ ایسے بے سروپا اعتراضات۔ واہی تباہی خیالات سے رتی برابر بھی اپنی جگہ سے جنبش کرسکے۔ وہ ایسا نازک جسم نہین کہ باد سموم کے جلتے ہوے جھونکے اُسے گزند پہونچا سکین۔ وہ ایسا جھلملاتا چراغ نہین کہ نسیم صبح کے تیز جھونکے اٹھلا اٹھلا کر آئین۔ اور کسی نامراد کی امیدون کی طرح ٹھنڈا کرکے چلتے پھرتے دکھائی دین۔ عمارت اسلام کا بنیادی پتھر ایسے زبردست مبارک ہاتھون کا رکھا ہوا ہی کہ انشاءاللہ العزیز قیامت تک اس مضبوط عمارت کو جنبش ہوا ورنہ حرکت وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

لے یہان سے آخر تک کی عبارت (یعنے مختلف ہوگا) مسٹر تھامس کارلائل کی کتاب مطبوعہ لندن جلد ۶۔ صفحہ ۲۱۴ مین پائی جاتی ہی ۱۲ منہ

لے اصول اسلامیہ ۱۲

آنجناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عمر کے ہر ایک کام سے یہ بخوبی ظاہر وعیان ہی کہ حضور مین اعلیٰ درجے کی سچائی اور استقلال تھا۔ خودی وتکبر کا نام تک نہ تھا۔ جب ہم اس امر پر غور کرین کہ باوجودیکہ اسلام آپ کے زمانۂ حیات ہی مین مضبوط ہوگیا اور حکومت دولت سب قدمون کے نیچے تھی۔ مگر آپ نے ہرگز اُس سے اپنا ذاتی فائدہ نہ اُٹھایا اور زمانۂ وفات تک وہی سیدھی سادی وضع رہی تو یہ امر اور بھی ہمارے قول کا موئد ہی کہ ہمارے حضور تکبر اور خودی سے کوسون دور تھے انسانی خیال کا صحیح اندازہ نعمت اور مصیبت کی دو متضاد حالتون کے گذرنے کیا جاسکتا ہی دولتمندی مین اُس کا کیا حال تھا اور مصیبت مین کیا رنگ رہا۔ یا برعکس۔ غربت مین کیا ڈھنگ۔ دولتمندی نے کیا کایا پلٹ کی۔ ہمارے آقاے نعمت پر دونون حالتین گذرین۔ مگر وہی یک رنگی کی شان وہی سیدھی سادی آن بان الان کما کان ؎

صورت از بے صورتی آمد برون	باز شد انا الیہ راجعون

اڈورڈ ٹامس کارلائل کے یہ جُملے منصف مزاجون کے لیے سبق آموز ہین ،، یہ امر یقینی ہی کہ بت پرستی کا معدوم کرنا اور خداے تعالیٰ واحد مطلق کی عبادت کی ایسے مذہب وقوم مین بنیاد ڈالنا جو نہایت درجے کی بت پرست اور خدا کو بھولی ہو حقیقت مین ایک ایسا کام تھا۔ جسکے واسطے خدایتعالیٰ نے

مقرر کیا ہو، کیا یہ بات خیال مین آسکتی ہی کہ جس ذات ستودہ صفات نے
اس نہایت ناپسند اور حقیر مخلوق پرستی کے بدلے جسمین اُن کے ہموطن
(اہل عرب) مدت سے ڈوبے ہوئے تھے۔ خداے واحد برحق کی
پرستش قائم کرنے سے بڑی بڑی دائم الاثر اصلاحین کین۔ مثلاً اولاد
کُشی کو موقوف کیا۔ نشہ کی چیزون کو قمار بازی کو جن سے اخلاق کو بہت
نقصان پہونچتا ہی منع کیا۔ بہتات سے کثرت ازدواج کا اسوقت رواج
تھا اُسکو بہت کچھ گھٹا کر محدود کیا۔ غرض کہ ایسے بڑے اور سرگرم مصلح کو
ہم معاذاللہ فریبی ٹھہرا سکتے ہین۔ اور یہ کہ سکتے ہین کہ وہ خدا کے سچے نبی
نہ تھے؟ نہین ہرگز نہین کہ سکتے بیشک آنجناب محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بجز دلی نیک نیتی۔ راستبازی اور سچائی کے ایسے
استقلال کے ساتھ اپنی تبلیغ رسالت پر ابتداے نزول وحی سے
(جس کا ذکر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کیا)، اپنے اخیر دم تک (کہ
شدت مرض مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گودمین انتقال فرمایا) مستعد
نہین رہ سکتے تھے۔ بیشک ایک نیک صادق طبیعت۔ راستباز
دیانت دار۔ امانت دار۔ خوش خو۔ خوش خلق۔ اور حد سے
زیادہ مستقل مزاج اور سیدھا سادہ انسان جسکو اپنے خالق
پر بھروسہ ہو اور جو معاش و معاد کے ٹھیک آداب سکھائے

نجات کی راہیں بتائے۔ اور رسم و رواج میں بڑی بڑی اصلاحیں فرمائے۔ حقیقت میں صاف صاف خدا کا ایک آلہ ہوتا ہے اور اُسکو کہتے ہیں کہ خدا کا مرسل اور سچا پیغمبر ہے۔ اور اُسکو زمانے اور زمانے والوں کی اصلاح کے لیے۔ وحدانیت سکھانے کے لیے۔ ملکی اخلاقی امور میں نصیحت کرنے کے لیے اور روحانیت کی تعلیم دینے کے لیے خدا نے بھیجا تھا۔ اور راستبازی و نیک کرداری کا وعظ تھا۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و آلہ بقدر حسنہ و جمالہ

اڈورڈ ٹامس کارلائل فرماتے ہیں۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) مشرق میں پیدا ہوئے اور آپ نے اپنے مذہب کو قائم رکھا۔ اور بت پرستی کو ملک ایشیا افریقہ اور مصر کے اکثر حصوں سے بالکل نیست و نابود کر دیا چنانچہ اُن ملکوں میں ابتک خدائے تعالی واحد حقیقی کی پرستش جاری ہے لاکھوں آدمیوں کے دل میں اس عرب کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ظاہری اور باطنی برکتوں نے جگہ پکڑی اور ہماری صاف باطنی اس امر کی مقتضی ہے کہ ہم خیال کریں کہ حقیقت میں آپ تہ دل سے قائل تھے اور یہ سچ جانتے تھے کہ آپ پر وحی نازل ہوتی ہے اور آپ سچے نبی ہیں ایڈورڈ گیبن لکھتے ہیں کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب شکوک اور شبہات سے پاک و صاف ہے۔ قرآن (شریف) خدا کی

وحدانیت پر ایک عمدہ شہادت ہی۔ مکہ (معظمہ) کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بتون کی انسانون کی ستارون کی اور سیارون کی پرستش کو اس معقول دلیل سے رد کیا۔ کہ جو شی طلوع ہوتی ہی غروب ہوجاتی ہی جو حادث ہی وہ فانی ہی۔ اور جو قابل زوال کے ہی وہ معدوم ہوجاتی ہی" غرض ایسے ہی مسٹر چیمبرس۔ مسٹر اڈویل۔ مسٹر اپر نکر۔ آنریبل ولیم میور اور مسٹر رئین وغیرہم مورخین کی شہادت ہی والفضل ماشھدت بہ الاعداء ہمارے سردار و آقا حضور خاتم النبین اعلی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہون اور والیان ملک کو نامے لکھے۔ اور اسلام کی دعوت دی۔ ہرقل بادشاہ روم کے پاس جب نامۂ مبارک پہونچا۔ اُس نے نہایت تعظیم و تکریم سے لیا۔ اُسمین لکھا تھا۔ یہ خط ہی محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے ہرقل سردار روم کو۔ ہم تمھین اسلام کی طرف بلاتے ہین۔ اسلام لاؤ سلامت رہو اگر نہ مانوگے تو تم پر تمھاری رعیت کا بھی گناہ ہوگا۔ پھر یہ آیت لکھی یَا اَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝

جب ہرقل کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک پہونچا

اُسنے کہا کہ تلاش کرو۔ اُس شخص کے وطن کا کوئی آدمی یہان ہی؟
اگر ہی تو بُلا لاؤ۔

اُبو سُفیان کہتے ہین کہ مین مع ایک قافلہ قریش کے اُن دنون شام مین تھا۔ لوگ مجھے مع ہمراہیون کے ہرقل کے روبرو لے گئے اُس نے کہا کہ جو اُن سے (یعنے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) قریب تر ہو آگے ہو بیٹھے۔ ابوسفیان ہی اقرب تھے آگے ہو بیٹھے۔

ہرقل ۔ یہ شخص جو تم مین دعوے پیغمبری کا کرتا ہی۔ نسب مین کیسا ہی؟ ۔

ابوسفیان ۔ بہت اعلی!۔

ہرقل ۔ دعوائے نبوت سے پہلے تم نے کبھی کسی بات مین اُسے جھوٹا پایا یا نہین؟ ۔

ابوسفیان ۔ نہین!۔

ہرقل ۔ اُن کے باپ دادے مین کوئی بادشاہ تھا؟ ۔

ابوسفیان ۔ نہین!۔

ہرقل ۔ بڑے آدمیون نے بیشتر اتباع اُن کی۔ کی ہی یا غریبون نے؟ ۔

ابوسفیان ۔ غریبون نے!۔

ہرقل- جماعت اُن کی روزبروز بڑھتی جاتی ہی یا کم ؟-

ابوسفیان- بڑھتی جاتی ہی!-

ہرقل- کیا جوکوئی مسلمان ہوتا ہی پھر اسلام ناپسند کرکے مرتد بھی ہوجاتا ہی؟

ابوسفیان- نہین !-

ہرقل- لڑائی مین ہمیشہ تم غالب رہتے ہو یا وہ ؟-

ابوسفیان- کبھی ہم کبھی وہ !-

ہرقل- خلاف عہد بھی کرتے ہین ؟-

ابوسفیان- نہین !- اور اب ہمارے اُن کے عہد ہوا ہی- دیکھین خلاف کرتے ہین یا نہین-!

ابوسفیان کہتے ہین کہ سارے سوال وجواب مین سوا- لاونعم کے اورکوئی بات بڑھا نہ سکا- سوا اتنی بات کے جوآخرین بڑھائی-

ابوسفیان اُسوقت تک مشرف باسلام نہ ہوئے تھے- یہ بھی اسوقت کے حال مین بیان کیا کہ مجھے ڈر اس کا تھا کہ اگرجھوٹ کہون گا مشہور ہوجائے گا- نہین تومین جھوٹ بھی کہدیتا-

بعد استفسار حالات ہرقل نے کہا کہ پہلے سوال کے جواب مین تم نے کہا کہ یہ پیغمبر نسب مین اعلی ہین- تو اسد جل جلالہ پیغمبر عالی نسب ہی کو

کرتا ہی۔ جب آدمیون کے معاملہ مین جھوٹ نہین بولتے تو تعجب
ہی کہ خدا ے تعالی پر جھوٹ باندھین۔ اگر ان کے باپ دادا
مین کوئی بادشاہ ہوتا تو یہ خیال گزرتا کہ اس بہانے سے اپنے باپ
دادا کا ملک لینا چاہتے ہین۔ اگر پہلے کسی نے دعوی پیغمبری
کا کیا ہوتا تو یہ گمان ہوتا کہ بہ تقلید سابق کرتے ہین۔ پہلے غریب ہی
لوگ پیغمبرون کے تابع ہوتے ہین۔ اللہ تعالی روز بروز جماعت
اُن کی بڑھاتا ہی۔ جب حلاوت دین حق کی دل مین آجاتی ہی۔ پھر
آدمی اُس دین کو نہین چھوڑتا لڑائی مین بھی یہی حال ہوتا ہی کہ کبھی
کبھی دشمن پیغمبرون کے غالب ہوجاتے ہین۔ آخر کو غلبہ پیغمبرون ہی
کو ہوتا ہے۔ اور خلاف عہد بھی انبیاء نہین کرتے۔

پھر ہرقل نے کہا کس قسم کی باتون کا حکم دیتے ہین۔ ابوسفیان
نے کہا۔ نماز وزکوۃ کا۔ اقارب سے سلوک کرنے کا۔ حرام سے بچنے
کا۔ ہرقل نے کہا کہ جو باتین تم نے بیان کین اگر سچی ہین (سچی تو تھین
ہی۔ وہ تو خود کہتے تھے کہ موقع جھوٹ کا نہ مل سکا۔ ورنہ یہ باتین بھی
تنقیص کا پہلو لیے ہوتین) تو وہ پیغمبر ہین۔ اور جو مین پہونچ سکتا تو
اُن کے حضور مین حاضر ہوتا۔ اُن کے پانون دھوتا۔ اور عنقریب جہان
میرے قدم ہین یہان اُن کا ملک ہوجائے گا۔

ہرقل بڑا حکیم تھا اور اُن پیشین گوئیون سے جو حضرات موسیٰ و عیسیٰ (علیہما السلام) نے ہمارے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی تھین بخوبی واقف تھا۔ علاوہ برین بڑے بڑے علماے نصاریٰ اور اکثر بادشاہ ہمیشہ اقرار نبوت (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتے رہے اور جن کو توفیق ایزدی رفیق ہوئی ایمان لائے۔ جیسے صغاطر عالم نصاریٰ بحیرا راہب نسطورہ۔ نجاشی بادشاہ حبشہ۔ اور یہودمین حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ وغیرہ۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک مین اخلاق حسنہ۔ اوصاف جمیلہ اور کمالات علمیہ وعملیہ سب موجود تھے۔ حضرت کا اُمّی ہونا ہی دلیل نبوت ہی۔ بابی انت وامی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اللھم صل علی سیّدنا محمّد وآلہ بقدر حسنہ وجمالہ

ہمارے ہادی ورہبر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اخلاق واعمال بہت ہی پسندیدہ وبرگزیدہ تھے جو حضور کے پیغمبر ہونے پر دلیل قاطع وبرہان ساطع ہین۔

جب مدینۂ طیبہ مین حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تشریف آوری کا غُل ہوا تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی جو یہود کے بہت بڑے

عالم متبحر تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے آئے۔ وہ فرماتے ہین کہ دیکھتے
ہی میرے دل مین یہ خیال پختہ جم گیا واللہ ماھذا الوجہ کذاب خدا کی
قسم ان کے چہرے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جھوٹ کہنے والے نہین اور بالآخر
شرف اسلام سے مشرف ہوئے۔ ہمارے آقائے نعمت سردار دوعالم
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس مکارم اخلاق ومحامد صفات
کی جامع ومجموعہ تھی کہ جسکا اعتراف مخالفین بھی بڑے شد ومد سے
کر رہے اور دھوم دھام سے لکھ رہے ہین۔

اخلاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اخلاق حسنہ یہ ہین۔ صبر وحلم۔ عفو وتواضع۔ جود وسخا۔
ہیبت وحیا۔ شفقت رافت۔ رحمت۔ کرم۔ صدق
وعفت۔ عدل وامانت۔ وقار صمت مروت۔ زہد و
تقوے وغیرہ وغیرہ ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جملہ اخلاق
حسنہ اعمال حمیدہ اور صفات محمودہ سے بدرجۂ اکمل متصف تھے۔

اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ بقدر حسنہ وجمالہ

عقل کامل وعلم شامل

حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اخلاق شریف سے عقل کامل و علم شامل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معلوم و ظاہر- اسلیے کہ اخلاق کا منبع و منشاء عقل ہی- عقل نور روحانی ہی کہ علوم ضروریہ و نظریہ اُس سے دریافت ہوتے ہین- کمال علم و عقل حضور اقدس کا اس مرتبے پر تھا کہ کسی بشر کو یہ مرتبہ نصیب نہوا- علم حضور اقدس کا کتب سماویہ- صُحُف منزلہ- سیرامم حالیہ- احوال ایام ماضیہ پر پوری طرح حاوی بدرجۂ اکمل تھا- عرب کہ مثل وحوش شاردہ صاحب طبائع متنافرہ متباعدہ تھے- اور مرتبہ جہل و نادانی وجفا مین یکتا کس قدر تحمل اُنکے جفا و ایذا پر فرمایا کہ رام و مُنقاد ہوکر طریق سلوک و راہ فلاح دارین اختیار کی- ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ بغیر تعلم و مدارست- مُمارست و ملازمت کتاب ہمارے پیشوا و آقا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس درجہ علم شامل و عقل کامل رکھتے تھے-

اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ بقدر حسنہ وجمالہ

صبر و حلم

صبر ہمارے حضور اقدس مین بدرجۂ غایت تھا- سب صبرون سے بڑا اور صعب تر صبر حضور کا غزوۂ اُحد مین تھا کہ کافر محاربہ و مقاتلہ کرتے

طرح طرح کے آزار و تکلیف دیتے تھے حتی کہ چہرۂ اقدس خون آلود اور دندان مبارک بھی شہید ہوئے۔ باوجود ان مصائب شدیدہ کے ازراہ شفقت ورحم اُنھین معذور رکھکر اُن کے حق مین فرماتے اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون بارخدایا ہدایت کر میری قوم کو کہ وہ نہین جانتی (یعنے نہ تجھے پہچانے نہ مجھے) کفار سے جیسی جیسی تکلیفین حضور کو ہوئین انبیاے سابقین مین سے کیسی کو اتنے صدمے وایذائین نہین پہونچین۔ خود حضور کا ارشاد پاک ہے ما اوذی نبی مثل ما اوذیت نہین ستایا گیا کوئی نبی میرے برابر۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قضیۂ مال ومنال (وغیرہ) مین اپنے نفس کے واسطے انتقام نہ فرماتے۔ بلکہ اُس صورت مین کہ کوئی حلال کو حرام اور حرام کو حلال سمجھے (تو یعنے خدا واسطے انتقام فرماتے) بمقابلۂ جہل حضور کا حلم زیادہ ہوتا (جسقدر کوئی جہل کرتا آپ حلم زیادہ فرماتے) چنانچہ ایک یہودی نے بوعدۂ معین حضور سے خرمے خرید کیے اور تسلیم خرمے سے قبل اُسکی قیمت دیدی۔ مگر وعدۂ معینہ کے پہلے خرمے لینے آیا۔ اور تقاضاے شدید کیا۔ دامن قمیص مبارک اور ردا شریف پکڑ لی۔ نظر تیز و تند سے دیکھکر کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم حق میرا نہین دیتے اور تم اے اولاد عبدالمطلب ادائے حقوق مین حیلہ گر ہو۔ فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے دشمن خدا میرے سامنے

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین ایسے کلمات گستاخانہ و بے ادبانہ کہتا
ہی۔ قسم خدا کی اگر مجھے حضور کا ادب مانع نہوتا تو تیرا سر ابھی تلوار سے جدا
کر دیتا۔ اور حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بآرام وآہستگی دیکھتے اور از راہ
تبسم فرماتے تھے۔ اے عمر (رضی اللہ عنہ) تمھین لائق تھا کہ مجھ کو بحسن ادا
اور اس مرد کو بحسن تقاضا امر کرتے۔ جاؤ حق اسکا ادا کر دو اور بیس صاع
زیادہ اسے اسکے حق سے دو کہ تم نے اسے ڈرایا اور تہدید کی۔ فاروق اعظم
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے موافق حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کیا۔
یہودی نے کہا کہ سب علامات نبوت نبی آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وسلم)
توریت سے مین جانتا تھا۔ مگر یہ دو خصلتین کہ اُن کا اب امتحان کیا۔ یہ کہا
اور فوراً مسلمان ہو گیا۔ حضور اقدس کا حلم اس مرتبہ کہ کلام مجید مین
اور انبیاء علیہم السلام کو نرمی کا حکم اور ہمارے حضور کو تاکید کہ سختی کیجیے
ایک مرتبہ ایک اعرابی نے آکر ردائے مبارک حضور کی کھینچی کہ خشونت
چادر کے باعث گردن مبارک مین خراش ظاہر ہوئی۔ حضور نے اعرابی
کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا کہ تیری غرض کیا ہی۔ اُسنے کہا کہ یہ دونون اونٹ
میرے لدوا دو۔ حضور نے فرمایا کہ مجھے اس حالت سے چھوڑ تو تیرا
کام کرون۔ اعرابی نے کہا بخدا مین تمھین نہ چھوڑون گا تاوقتیکہ یہ
دونون اونٹ میرے لدنہ جائین گے۔ حضور نے ایک آدمی کو بلا کر

حکم دیا کہ ایک مین خرمے اور دوسرے مین جَو بھر دو۔ نرم خوئی یہانتک تھی کہ اللہ تعالی نے تعریف فرمائی فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ (یعنی پس اللہ کی رحمت ہی کہ تو نرم خو ہوا)

اور منجملہ عفو و صفح حضور سے ہی لبید بن الاعصم یہودی کو معاف کرنا اور ایک یہودیہ خیبریہ سے درگذر فرمانا جسنے آپ کو زہر دیا تھا۔ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا بُرائی کا بدلہ بُرائی ہی ویسے ہی۔ مگر حضور رحمۃ للعالمین ہمیشہ بُرائی کے بدلے عفو و رحمت فرماتے ہے

بدی را بدی سہل باشد جزا	اگر مردی احسن الی من اسا

اللہم صل علی سیدنا محمد و آلہ بقدر حسنہ و جمالہ

عفو و تواضع

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ مین دس برس خدمت مبارک مین رہا گا ہے حضور نے اُف نہ کیا (یعنی کسی بات پر جھڑکا نہین) اور نہ فرمایا کہ یہ کام کیون کیا اور وہ کیون نہ کیا۔ ملاقات مین تقدیم سلام کی فرماتے۔ منتظر اس بات کے نہ رہتے کہ وہ شخص سلام کرے۔ سب سے بتازہ روئی و کشادہ پیشانی پیش آتے۔ جو کوئی حضور کو پکارتا اُس کے جواب مین لبیک فرماتے۔ جب کوئی حضور سے سرگوشی چاہتا سر مبارک

جُھکا دیتے۔ جبتک وہ اپنے عرض حال سے فارغ نہوتا۔ سرِ مبارک بلند نہ فرماتے۔ جس مجلس مین تشریف لیجاتے کنارۂ مجلس مین بٹھ جاتے صدر مجلس و بالا نشینی کا قصد نہ فرماتے۔ زانوے مبارک کسی کے زانو سے ملا کر نہ بیٹھتے اور نہ مجلس مین پاے مبارک دراز فرماتے۔ اگر کوئی حضور کا ہاتھ پکڑ لیتا جبتک وہ نہ چھوڑتا خود نہ چھوڑاتے۔ بڈھی عورتین اپنے کام کے لیے حضور کو ساتھ لیتین۔ ساتھ ہو لیتے اور کام کر دیتے۔ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کر لیا کرتے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ دس برس مین نے حضور کی خدمت کی قسم خدا کی سفر و حضر مین جسقدر مین حضور کا کام کرتا تھا اُس سے حضور میرا کام زیادہ کر دیتے تھے۔ اصحاب کے ساتھ کام مین شریک ہو جاتے۔ جو کوئی حضور کے پاس آتا اکرام کرتے اور اپنا کپڑا اُسکے لیے بچھا دیتے۔ فقرا کے ساتھ مجالست فرماتے۔ مساکین کی عیادت فرماتے۔

اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ بقدر حسنہ وجمالہ

ہیبت

حضور کے جمال مین بدرجۂ نہایت تھی۔ لیکن باوجود اسکے تواضع و خلق اس مرتبہ تھا کہ بمجرد ملاحظہ آثار رعب و ہراس۔ حضور کمال التفات سے

تسکین فرماتے تھے۔ حضور ایسے خوش اخلاق ومتواضع تھے کہ اگر مدینہ منورہ کی ایک باندی بھی حضور کا ہاتھ پکڑ لیتی تو جہان وہ چاہتی اُسکے ساتھ چلے جاتے۔ حاجتمندون کو ناخوش ونا رضامند نہ فرماتے ساکنان مدینہ طیبہ اپنے ظروف سے پانی سے بھر کر بیمارون کے واسطے حضور کی خدمت مین لایا کرتے اور حضور اقدس بپاس خاطر عین موسم سرما مین ہر یک ظرف پانی مین جدا جدا ہاتھ ڈالتے تا کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ گو افراط سردی سے گزند دست مبارک کو پہونچے۔ کبھی طعام پر عیب نہ فرماتے کہ شور ہی یا ترش۔ نمک کم ہی یا زیادہ۔ خوش آتا تناول فرما لیتے ورنہ چھوڑ دیتے حضور کا برتاؤ سب کے ساتھ نہایت لینت کا تھا بالخصوص مساکین واضیاف ارامل و ایتام کی جیسی دلجوئی وشفقت فرماتے اُس سے زیادہ کسی بشر کے امکان مین نہین۔

اللھم صل علی سیدنا محمد واٰلہ بقدر حسنہ وجمالہ

جود وسخا

بعد باری تعالی اجواد الاجدوین حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہین۔ ہمارے حضور احسن الناس و اجود الناس و اشجع الناس جامع جمیع کمالات حسّی وروحی اور حاوی خوبی صورت وسیرت تھے۔ شان اقدس یہ

کہ رد سوال سائل نہ فرماتے لفظ لا زبان حق ترجمان پر جاری نہ ہوتا کسی نے
ایک عربی شعر کا ترجمہ خوب کیا ہے ؎

نہ رفتہ لا بزبان مبارکش ہرگز مگر در اشھد ان لا الٰہ الا اللہ

اللھم صل علی سیدنا محمد و آلہ بقدر حسنہ و جمالہ

کرم

سخاوکرم حضور کا ایک طرح پر نہ تھا۔ انواع مشتتہ اور انحائے متنوعہ
سے سائلین کو مالا مال و استغنا فرماتے۔ وقتے بطریق ہبہ وگاہے بطور صدقہ
کبھی بر سبیل قرض اور گاہے بہ طریق ہدیہ۔ چنانچہ ایک روز کوئی عورت
ایک طبق خرماے تر کہ مرغوب الطبع تھا۔ حضور میں لائی۔ حضور نے عوض
یہ زر و زیور کہ فتح حنین سے آیا تھا مٹھی بھر کر اُسے دیا۔ غرض کہ ہر حال
مین ذات شریف پر تکلیف و رنج اُٹھاتے مگر غیر کو راحت و آرام پہونچاتے۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و آلہ بقدر حسنہ و جمالہ

حیا

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حیا وجود خوف و
ہیبت ہے دل انسان مین یا وحشت و ندامت بسبب پیش آنے امور ناشایستہ

بجناب باری عز اسمہ۔ اور کہا ہی۔ المحب ینطق والحیاء یسکت والخوف یقلق محبت گویا کرتی ہی محب کو بہ ثنا و مدح محبوب۔ حیا خاموش کرتی ہی بشہود تقصیر اداے حق محبوب۔ اور خوف مضطرب و بے آرام رکھتا ہی عتاب و عقاب محبوب سے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ جو کوئی شرم رکھتا ہی خدا سے طاعت و عبادت مین۔ اُس سے خدا بھی حیا رکھتا ہی معصیت و تعذیب مین۔ اور حیا کا صدور کبھی کرم کے سبب ہوتا ہی۔ طعام ولیمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا مین جو لوگ حاضر تھے۔ اُنکی نشست عرصے تک رہی۔ حضور کو تکلیف ہوئی لیکن حیا کے سبب کچھ نہ فرمایا۔ حق تعالی نے ایذاے حضور سے اُس قوم کو متنبہہ فرما کر کہا۔ فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَانِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ وَاللّٰہُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ (ترجمہ جب کھانا کھا چکو پس منتشر و پراگندہ ہوا ور نہ بیٹھو آرام و چین سے باہم باتین کرنے کو۔ یہ فعل تمھارا ایذا دیتا ہی پیغمبر کو پس وہ حیا کرتا ہی اور خدا نہین شرماتا حق سے۔ حیا حضور کی ذات کریمہ مین بدرجۂ کمال تھی کہ گاہے کسی کو معین و مخاطب ٹھہرا کر نہی و نصیحت نہ فرماتے اور نام لیکر منع نہ کرتے۔ بلکہ بکلام حاملہ و عبارت شاملہ بنا بر منع ارتکاب مناہی نصیحت فرماتے۔ اور غرض اس ارشاد کنایہ سے یہ تھی کہ کوئی مرتکب مناہی اپنے ہم چشمون مین شرمندہ و خجل نہو۔ حضور اقدس کلام فاحش

یعنی نامشروع اور الفاظ مکروہ بالطبع (اور متفحش یعنے بہ تکلف ایسے الفاظ) زبان مبارک پر نہ لاتے تھے۔ بازارون مین آواز بلند نہ فرماتے۔ اگر کوئی بہ بدی و بدگوئی اور بدزبانی پیش آتا عفو و درگذر فرماتے۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و آلہ بقدر حسنہ وجمالہ

شفقت۔ رافت۔ رحمت

خداوند تعالی فرماتا ہی وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ ترجمہ (اور تجھے نہین بھیجا مگر رحمت تمام عالم کے لیے بیشک تمھارے پاس آیا ہی پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) تمھین مین سے اُسپر شاق ہی یہ کہ تم ایذا مین پڑو۔ تمھاری بھلائی پر حرص کرنے والا مومنین کے ساتھ شفقت کرنے والا مہربان) ہمارے حضور یہانتک رقیق القلب تھے کہ اگر کسی لڑکے کے رونے کی آواز (کہ ماں اُسکی شریک جماعت ہوتی) سنتے تو قراءت کو سُبک فرمادیتے۔ اور مقتضائے **شفقت و رحمت** مین یہ بھی داخل ہی کہ حضور کبھی کبھی لوگون کو پند و نصیحت فرمایا کرتے نہ ہر روز کہ سامعین پراگندہ و متنفر نہ ہون۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و آلہ بقدر حسنہ وجمالہ

صدق وعفت۔ عدل و امانت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے امانت دار بڑے عادل نہایت پارسا اور
اس مرتبہ راست گو تھے کہ دشمن بیگانہ سب مقر تھے کہ صفات ستودہ مین اپنا
عدیل نہین رکھتے۔ پیش از نبوت حضور کو موسوم بہ محمد الامین (صلی اللہ علیہ وسلم)
کرتے تھے (یعنے امانت دار) چنانچہ قصہ اُٹھانے حجر اسود کا معروف و مشہور
ہے۔ اکثر وقایع مین پیش از زمان اسلام قریش حضور کو اپنا حَکم کرتے۔ چنانچہ
یہ قول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واللہ انی لامین فی السّماء وامین
فی الارض اسپر دال ہے۔ عفت و پارسائی ذات ستودہ صفات مین اس مرتبہ
تھی کہ دست مبارک حضور نے احیاناً ہاتھ کسی عورت اجنبیہ کا مس نہین کیا۔

اللھم صل علی سیدنا محمّد وآلہ بقدر حسنہ وجمالہ

وقار صمت و مروت

وقار حضور کا سب سے زیادہ تھا۔ مجلس مین کبھی ہاتھ ہلانا پاے
مبارک دراز کرنا عادت شریف نہ تھی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کثیر السکوت
تھے۔ بے حاجت تکلم نہ فرماتے۔ کلام حضور فصیل تھا۔ یعنے رشتہ مروارید
نہ کم نہ زیادہ حضور ایسا کلام وجیز و مختصر فرماتے کہ اگر کوئی چاہتا ہر کلمہ جدا جدا

گن لیتا۔ حضور کا سکوت منحصر چار چیزون پر تھا۔ حلم۔ حذر۔ تقدیر۔ تفکر۔ مجلس منیف ہمیشہ حلم وحیا سے آراستہ رہتی۔ کوئی آواز بلند نہ کرتا۔ تذاکرہ کلمات قبیحہ سے اجتناب ضروری سمجھتا۔ اور جب حضور دُرر ریز مواعظ ونصایح ہوتے تو سامعین ایسے سر افگندہ وسرنگون ہوتے کہ گویا اُن کے سرون پر پرند بیٹھے ہین۔ غرض یہ کہ سیرت وخصلت حضور کی بہترین سیرتون وخصلتون کی تھی۔

اللھم صل علی سیّدنا محمّد واٰلہ بقدر حسنہ وجمالہ

زہد وتقوٰے

بے رغبتی دنیا اس حد کی تھی کہ بارہا حضور نے زبانِ حق ترجمان سے یہ دعا فرمائی اللھم اجعل رزق ال محمد قوتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہو کہ مین نے طریقہ وحال کی نسبت استفسار کیا حضور نے فرمایا المعرفۃ راس مالی۔ والفضل اصل دینی۔ والحبّ اساسی۔ والشوق مرکبی۔ وذکر اللہ انیسی۔ والثقۃ کنزی۔ والحزن رفیقی۔ والعلم سلاحی۔ والصّبر ردائی۔ والرضاء غنیمتی۔ والفقر فخری۔ والزھد حرفتی۔ والیقین قوتی۔ والصّدق شفیعی۔ والطاعۃ حسبی۔ والجھاد خلقی۔ وقرۃ عینی فی الصّلوٰۃ۔ وثمرۃ فوادی فی الذکر۔ وغمی لاجل

امتی۔ وشوق عـلـے ربی ترجمہ معرفت خدائے تعالیٰ میرا سرمایۂ مال۔ عقل جڑ میرے دین کی۔ خدا کی دوستی بنیاد میری۔ شوق بہ لقائے خدا سواری میری۔ ذکر خدا دوست وہمدم میرا۔ اعتماد و توکل خدا پر خزانہ میرا۔ اندوہ رفیق ومصاحب میرا۔ احتیاج بہ خدا بزرگی میری۔ بے رغبتی وترک دنیا پیشہ اور کاریگری میری۔ یقین قوت میرا۔ راستی شفاعت کرنے والی میری۔ بندگی وخوبی وجمال میرا۔ جہاد راہ خدا مین سیرت وخو میری۔ خنکی و آرام میری آنکھون کا نماز مین۔ میوۂ دل وحاصل میرا یادگاری خدا مین۔ غم واندوہ میرا اپنی امت کے لیے اور میرا شوق اپنے پروردگار کی طرف ہے

اے تو بہ ہر مرتبہ عالیمقام	مرتبہ ہائے ہمہ پست از تو دوام
طاعت تو برہمہ ہا فرض عین	پیروی امر تو بر جملہ دین
مائدۂ معرفت از خوانِ تُست	آیتِ این مرتبہ در شانِ تُست

اللھم صل علی سیّدنا محمّد و آلہ بقدر حسنہ وجمالہ

جس نے تاریخی دنیا مین اپنا قدم رکھا اور اسکی سیر کی ہے وہ خواہ کتنا ہی تعصب کے کیچڑ اور عناد کے دلدل مین پھنسا ہو مگر اُسکا نفس لوامہ لعنت ملامت چھوڑ چھاڑ کر اُسے یقینی اس کہنے پر بالکل مجبور محض بے بس کر دیتا ہے۔ کہ جناب محمد رسول اللہ علیہ وسلم کا اخلاق اچھا اور

اچھا اور ایسا اچھا تھا جو آپ کی نبوت رسالت پر برہان قاطع اور دلیل ساطع ہی۔ اور کیون نہو کہ خود حضور اقدس کا ارشاد پاک ہی بعثت لاتمم مکارم الاخلاق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور کے اخلاق کی نسبت سوال کیا گیا۔ فرمایا حلقہ القرآن حضور کا خلق قرآن تھا ؎

وصف خُلق کسیکہ قرآن ست	خُلق را وصف او چہ امکان ست

اللھم صل علی سیدنا محمّد وآلہ بقدر حسنہ وجمالہ

تمام اخلاق واعمال حضرت محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم خود حضور کے معجزات وعلامات نبوت پر دال تھے۔

نضر بن الحارث نے کہ ایک کافر اور غشاوہ کفر اپنے دل پر رکھتا لیکن بہ نسبت اور کفار کے عاقل و منصف تھا کہ وہ دیعنے اور کفار) کفرو حق پوشی مین غلیظ و شدید تھے) قریش سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوردسالی اور جوانی سے پیری تک پسندیدہ ترین افعال۔ صادق ترین اقوال۔ اور عظیم ترین امانت دار تم سب مین رہے اور دین حق وکتاب صادق لائے اب تم انھین عداوت سے ساحر کہتے ہو واللہ وہ ایسے نہین۔

ولید بن مغیرہ کہ روساے کفار قریش سے تھا۔ بارہا قرآن سنتا روتا

اور کہتا کہ بالیقین یہ کلام بشر اور ساختۂ مردم نہین۔ اس کلام مین وہ شیرینی
ودلچسپی ہی کہ اور کسی چیز مین نہین۔ ان له لحلاوة وطلاوة۔

حارث بن عامر ایک مشرکین سے تھا لوگون کے روبرو حضور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہتا تکذیب کرتا اور جب تنہا ہوتا تو یہ
کہتا کہ واللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے ہین۔ لائق تکذیب نہین۔ یہ معاملہ
کفار ومنافقین کا حضور کے ساتھ تھا۔ اور مشرک واہل کتاب یہود ونصاریٰ
خوب اچھی طرح حال رسالت حضور سے مطلع تھے یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ
اَبْنَآءَهُمْ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسطرح پہچانتے تھے (یعنے جانتے
تھے کہ آپ ہی پیغمبر آخر الزمان ہین) جیسا کہ پہچانتے تھے اپنے بیٹون کو۔
اور پشت در پشت منتظر ہمارے حضور کے رہتے۔ اپنے اپنے بیٹون کو نصیحت
کرتے تھے کہ بوقت پانے زمانہ ختم الانبیاء یہ عرض کرنا کہ مژدۂ آمد آمد حضور
اور اشتیاق جمال باکمال مین ہمنے اپنی جان دی۔ ہمکو مصدقین سے
جان کر ہمارا اسلام قبول فرمائیے گا۔

اللهم صل على سيدنا محمد وآله بقدر حسنه وجماله وبارك
وسلم۔ والله يهدي من يشاء الى صراط مستقيم۔ والسلام على من اتبع الهدىٰ

دوستو! یہ سب کچھ سن چکے۔ ترقی ترقی کا غل بہت ہو چکا
لکچر بھی ہوئے وعظ بھی۔ ہائے قوم والے قوم بھی۔ یاد رکھو یہ سب

فروعات اور واہیات خرافات ہے۔ ہمدردی مین بڑی ضرورت ہے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن کی۔ جس سے دل گداز ہو۔ اور دردمندی آئے۔ نہ دل ہے نہ درد۔ اور ہمدردی موجود ہے

بدہ ساقی مئے باقی کہ در جنت نخواہی یافت	کنار آب رکنا باد و گلگشت مصلی را

کاش جسقدر رفارمری ہمدردی کا زبانی دعوی ہے۔ اِسکا عشر عشیر بھی عملی صورت مین نظر آتا تو آج ہماری قوم کے سر پر یہ ادبار و نکبت کی گھری ہوئی گھٹائین دکھائی نہ دیتین۔ کیا بانیِ اسلام روحی فداہ یا قرن اولیٰ کے مسلمانون کی ہمدردی کے یہی طریقے یہی رنگ ڈھنگ تھے کیا یہی ہماری سی ہمدردی اُن حضرات کی بھی تھی۔ ہرگز ہرگز نہین۔ وہ بھی نسبت نہین جو ذرے کو آفتاب سے ہے۔ اچھا یہ بھی نہ سہی۔ مانا کہ اُن کی سی ہمدردی ہم مین نہین آخر ہمدردی کے انداز تو وہی ہون گے۔ واللہ یہ بھی کچھ نہین۔ ہان تو یہ نہ کہیے کہ صدیون کے اونچے نیچے سانچے مین ڈھل ڈھلا کر اب وہ ہمدردی ہی کچھ اور کی اور ہو گئی۔ افسوس! افسوس! از ماست کہ بر ماست ہے

این ہمہ مستی و بیہوشی نہ حد بادہ بود	با حریفان ہرچہ کرد آن نرگس مستانہ کرد

ہمدردی اسی کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تین دن متواتر شکم سیر نہین ہوئے۔ ولوشاء یشبع تشبعان ولکن کان یوثر علی نفسہ ا

ولا یدخر شیئا لغد یعنے حضرت اگر چاہتے تو کھاتے مگر بھوکون کو کھلاتے خود بھوکے رہتے اور دوسرے دن کے لیے کچھ بھی نہ رکھتے۔ ایک مرتبہ بہت سا مال قریب لاکھ درہم خراج بحرین سے حضرت کی خدمت مبارک مین لایا گیا۔ بعد ملاحظہ حکم فرمایا کہ اسے مسجد مین ڈال دو۔ بعد نماز وہان تشریف لائے جو سامنے آیا اُس مال سے اُسے دیا۔ غرضکہ سب مال مستحقین و سائلین کو عطا فرمایا حتی کہ ایک درہم بھی ذات اقدس کے لیے نہ رکھا۔ فقر و فاقے کی یہ حالت کہ دو دو تین تین پتھر شکم مبارک پر بندھے ہوئے ہین اپنی ذات خاص کے لیے تو یہ کچھ تکلیف مگر مسلمانون کے واسطے کسی طرح کا دریغ نہ تھا۔ یہانتک کہ جب ملک فتح ہونے لگے تو آپ نے منادی کردی انا اولی بالمؤمنین من انفسہم[لہ] من توفی من المؤمنین وترک دینا فعلیّ قضاؤہ ومن ترک مالا فھو لورثہ اُمیہ بن خلف حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کہ اُسکے غلام تھے محض اس وجہ سے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے تھے طرح طرح کی تکلیفین دیتا۔ گرم ریت اور پتھرون مین باندھکر دوپہر کو ڈالتا۔ اور کہتا کہ توحید سے منحرف ہو کر لات و عزیٰ کی اُلوہیت کا قائل ہو۔ وہ شدت تکلیف سے

لہ مجھ سے بڑھ کر ایمان والون کے نفس کے لیے کوئی اولیٰ نہین جو قرضدار مرے اُس کا قرضہ میرے ذمے۔ اور جو مال چھوڑ کر مرے تو مال اُسکے وارثون کا ۱۲ منہ

بیہوش ہوجاتے۔ مگر جب ہوش آتا۔ احداً احداً کہتے۔ حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ نے اُنھین اپنا ایک غلام اور بہت مال امیہ بن خلف کو دیکر
خرید فرمایا۔ اور آزاد کیا۔ صرف یہ شرط کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
خدمت مین رہین۔ اُنھون نے کہا کہ آپ شرط کرین یا نہ کرین۔ مین تو خود ہی
حضرت کی خدمت مبارک مین رہون گا۔ اسی طرح اور کئی لونڈی غلام آپ
نے آزاد فرمائے۔ اور بہت مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خرچ مین
صرف کیا۔ آپ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وما
نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر کسی کے مال نے مجھے
ایسا نفع نہین دیا جیسا ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے مال نے۔ دوسرا ارشاد
ہی انہ لیس فی الناس احد امن علی فی نفسہ ومالہ من ابن
ابی قحافہ بیشک تمام آدمیون مین میرے ساتھ اپنے جان ومال سے
کسی نے ایسا سلوک نہ کیا جیسا ابوبکر نے (رضی اللہ عنہ) سورۂ واللیل آپ
کی شان مین نازل ہوئی اور خداوند جل وعلا نے اتقی یعنے بڑا پرہیزگار فرمایا
وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى ۝ دور رکھا جائے گا دوزخ سے
وہ بڑا پرہیزگار جو دیتا ہی مال اپنا پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے۔ سورۂ حجرات
مین ارشاد کیا۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ[۱] آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

[۱] بیشک بڑا بزرگ اللہ کے نزدیک صاحب تقویٰ ہی۔ ۱۲ منہ

ایک دفعہ لشکر کا سامان فرما رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا آدھا مال
حضرت کی خدمت مین لائے۔ آنحضرت نے دریافت فرمایا۔ ما اخلقت
لاھلک اپنے گھروالون کے لیے کیا چھوڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
کہا مثلہ۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنا کل مال لیکر حاضر خدمت
نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے۔ آپ سے بھی وہی استفسار ہوا۔ آپ نے
جواب دیا خلقت لھم اللہ ورسولہ یعنے اُن کے لیے اللہ ورسول کو
چھوڑا۔ اس قومی ہمدردی داد و دہش سے پھر آپ کا یہ حال ہو گیا تھا کہ
بند اور تکمون کی جگہ تنکے اور کانٹے لگے رہتے۔ اِسی سے لوگ آپ کو
ذوالخلال کہنے لگے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت مین کہ
قیصر وکسرے کے خزانے لدے چلے آتے تھے اور جھولیون مین بھر بھر
کے مدینہ منورہ کی گلیون مین لوگ زکوٰۃ کے روپے لیے پھرتے تھے۔ اور
صاحب نصاب ہونے کے باعث کوئی چھوتا بھی نہ تھا۔ غنا و توانگری
مال و دولت کی تو یہ حالت۔ اور خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی یہ
کیفیت کہ عین مونڈھون کے بیچ مین پیوند پر پیوند لگے ہین۔ بیت المال
سے مدت تک ایک کوڑی نہ لی۔ آخر بمشورہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بقدر
دو وقت کھانے کے لینا منظور فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھ
رہے تھے عبد اللہ بن شداد کہتے ہین۔ مین نے دیکھا کہ آپ چار یا پانچ

درم کی قیمت کا موٹا تہبند باندھے ہوئے تھے۔آپ وہ عثمان تھے کہ ایک بیر رومہ پنتیس ہزار درم مین خرید فرما کر وقف کیا اور جو کچھ اعانت فرمائی اُسکا ذکر نہین۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی یہ حالت کہ لقمہ اُٹھایا ہی تھا کہ ایک مسکین نے آواز دی۔سب کھانا اُسکو دیدیا۔پھر کھانا لگا عین وقت پر یتیم آگیا پھر اُسی طرح سب کا سب کھانا یتیم کو عطا فرمایا۔سہ بارہ اُسی طرح ایک قیدی کو مرحمت کیا۔خداوند تعالی فرماتا ہی وَیُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا[۱] وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین ایک سائل آیا حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اُسکو اپنے مکان لے گئے۔گھر پہونچکر معلوم ہوا کہ بقدر بچون کے کھانا موجود ہی اور کچھ نہین۔آپ نے بی بی سے کہا کہ تم کسی طرح بچون کو سلا دو۔چراغ بُجھا دیا جائے گا۔اور مین خالی مُنھ چلاتا رہون گا آخر مہمان کا تو کسی طرح پیٹ بھرے۔جس پر یہ آیت نازل ہوئی وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ[۲] یہ بہت تھوڑی مثالین ہمدردی کی بیان کی گئین۔کتب سیر کی سیر کرنے والون پر پوشیدہ نہین ہمدردی مین بڑی ضرورت ہی تزکیۂ نفس کی۔جس سے دل گداز ہو

[۱] اور کھلاتے ہین کھانا اُسکی محبت مین فقیرون یتیمون اور قیدیون کو اور یہ کہتے ہین کہ ہم سوا اسکے نہین کہ کھلاتے ہین ہم تمکو واسطے رضامندی اللہ کے۔نہین چاہتے تم سے بدلہ اور نہ شکر کرنا ۱۲

[۲] اور اپنے لیے خواہ کتنی ہی حاجت کیون نہو دوسرون کو اپنے پر مقدم رکھتے ہین ۱۲ منہ

اور دردمندی آئے۔ جب تک اغراض خسیسہ کا لگاؤ ہے۔ ہمدردی کا نام ہی نام ہے۔ اس نام مین مدنظر کچھ اور ہی کام ہے۔ یہ منشا نہین کہ کمل اوڑھ کر کسی پہاڑ پر جا بیٹھیے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے شہنشاہی کی شان مین قومی ہمدردی کی آن بان دکھائی ظاہر فرمائی ہے۔ کہنا تو یہ ہے کہ خیر الناس من ینفع الناس[2] کا تمغا تو جب ہی زیب گلو ہوگا۔ کہ پہلے ہم قومی ہمدردی کے آداب سیکھین۔ قرآن عظیم کی ہدایات پر عمل درآمد ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے واسطہ رکھین مطلب رکھین۔ ورنہ برعکس ہم جو ہونا ہے۔ ہو جائین۔ قوم کو تو ہمارا ہونا نہ ہونا برابر ہے بلکہ مذہبی حیثیت سے صاف صاف تو یہ ہے کہ ہونا۔ نہ ہونا۔ اور نہونا۔ ہونا ہے ؎

اچھا کیا وفا کی عوض تو نے کی جفا — بس اب ستم نہ کر کہ کیا اپنا پا چکے

آپ فرماتے ہین ہمدردی چیزے دیگرست۔ خیر باشد مگر یہان تو کچھ بھی نہ سمجھے کہ آپ کی ہمدردی کیا ہے اور ترقی کیا اور اگر سمجھے بھی تو اسی قدر کہ قوم کو کچھ بھی نہین اور آپ کو سب کچھ ہے هو الاول والاخر والظاهر والباطن ؎

خط بڑھا زلفین بڑھین کاکل بڑھی گیسو بڑھے — حُسن کی سرکار مین جتنے بڑھے ہندو بڑھے

[1] کمل کا اوڑھنا اور پہاڑ پر بیٹھنا یہ اسلیے کہدیا گیا کہ اکثر حضرات حالات صحابہ سُنکر یہی حکم لگائین گے ورنہ کمل کا اوڑھنا اور پہاڑ پر بیٹھنا جس بے اختیاری کی حالت مین ہو جاتا ہے اُسپر اعتراض کرنا نرا تحکم ہی تحکم ہے ع شیخ اگر مے خورد معذور دارد مست را ۱۲

[2] اچھا آدمی وہی ہے کہ اُس سے دوسرون کو فائدہ پہونچے ۱۲ منہ

دعوت لسانی دیریا نہین- چھاوٹ کی گندہ بہار کے بادل اِدھر آئے اُدھر گئے- زیادہ جوش آیا برس پڑے برسے اور بہے- زمین وہی صاف کی صاف دعوت قلبی کی یہ صفت ہی- آنچہ از دل برآید در دل درآید- یہ نہین کہتے کہ ہائے- وائے نہ مچاؤ- چلاؤ او رخوب چلاؤ- مگر قلبی کھٹک قائم کرتے جاؤ نتیجہ اسی سے نکلے گا- نہ رونے سے نہ دھونے سے ۵

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال	صدسال می توان بہ تمنا گریستن

ہان تو دل مین درد کیسے ہو- جب چوٹ کھائے- چوٹ کیسے لگے جب محبت ہو- محبت کسکی ہو- ہان اُن کی محبت جو مان باپ سے زیادہ شفیق رؤف ورحیم ہین- یعنے آقاے نعمت- سردار دو عالم- غریبون کے مونس وغمخوار- بیکسون کے فریادرس حضور شفیع المذنبین- رحمۃ اللعالمین- جناب احمد مجتبیٰ- محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحابہ واولیا امتہ اجمعین-

فی المناجات

یارسول اللہ انظر حالنا	یا نبی اللہ اسمع قالنا
اننی فی بحر ہمٍ مغرق	خذ یدی سہل لنا اشکالنا
یا رسول اللہ ترحم کی نظر	مجھ گداے بینوا کے حال پر
بیکسان را ملجا وماوا توئی	عاجزان را حامی ومولا توئی

ہونگا ہ لطف مجھپر یا رسول	آپ اپنے سے ہونہین تنگ او ملول
آپ و گل سے دور کر دیجیے مجھے	جلوہ فرمائی ہوئے آقا مرے
آپ کا جلوہ ہو رہ جاؤن نہ مین	اپنے کو ڈھونڈھون مگر پاؤن نہ مین
گم مری ہستی ہو رہجائین حضور	نور نورٌ نور نورٌ نور نور
نور مین ظلمت کا رہجائے نہ نام	صبح کو باقی رہے کیا شب سے کام
صادق آئے معنوی کا یہ کلام	اور اسی پر خاتمہ ہو والسلام

جملہ معشوق ست و عاشق پردۂ
زندہ معشوق ست و عاشق مردۂ

فی نعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہوئی جب سے راسخ وِلائے محمدؐ	مرے خانۂ دل مین آئے محمدؐ
دل و جان ہون دونون فدائے محمدؐ	دکھا۔ یا الٰہی لقائے محمدؐ
وہ نورٌ علی نور ہی جسم جنا کی	ہوئی جس مین ساری ولائے محمدؐ
بڑا عرش اعظم سے رتبے مین ٹھہرے	وہ دل خاک ہو جو برائے محمدؐ
نمایان ہو کثرت مین وحدت کی صورت	نگاہون مین جسکی سمائے محمدؐ
نہ مطلب رہے ہستی و نیستی سے	الگ سب سے ہو مبتلائے محمدؐ
فقط جسم فانی پہ موقوف کیا ہے	دل و جان ہین دونون فدائے محمدؐ

محمدؐ سے دوری ہو مقہور حق ہو | جدائی ہو حق سے بلائے محمدؐ
رمیت و رمی جب ہو ارشاد خالق | بشر سے ہو کیا پھر ثنائے محمدؐ
فاوحی الی عبدہ سے نمایان | کہ مختص ہی قربت مین جائے محمدؐ
نہ حورون کی خواہش نہ ڈر ہاویہ کا | ہی آزاد سب سے گدائے محمدؐ

فنا فی المحمدؐ ہوئے ایسے ناشر
ہر اک مو سے سن لو ثنائے محمدؐ

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمدؐ و آلہ و اصحابہ و اولیاء امتہ
اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

صورت از بے صورتے آمد برون | باز شد انا الیہ راجعون

فقط

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ھو الکل

نجات السکوت

نمبر (۱)

اِنَّكَ لَا تَهۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِیۡنَ

من سکت سلم ومن سلم نجا

(جو ساکت رہا سلامت رہا اور سلامتی والے نے نجات پائی)

ولسان الحال انطق من لسان المقال

(اور زبان حال زبان قال سے گویا تر ہی)

اے آنکہ خلیفہ زادۂ رحمانی	بشنو سخنے ز عالم روحانی
دیوی سبعی فرشتہ انسانی	برتست ہر آنچہ غالب آید آنی

اے برادر اپنے کو بھولنا گویا اُس تک پہونچنا ہی۔ اسی بھول مین یاد۔ یاد مین بھول ہی۔ تجھ مین ایک موتی امانت رکھا گیا ہی۔ وہ کیا ہی۔

ہان سُن اور غور سے سُن نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ - حقیقت شناسی
ہی اصل کام ہی ورنہ مجازی دھندون کا کچھ اور ہی انجام ہی حقیقی کیا۔
مجازی کیا۔ ہان سُن اور کان کھول کر سُن - دل کے کانون سے سُن
دریا لبریز ہی - موجین اُٹھ رہی ہین - یہ موج آئی - وہ موج گئی - ایک
کا جوش نہ دوسرے کا خروش - اے برادر کہنے کو موج کہین گے کہ مجاز
اسی کا نام ہی - ورنہ حقیقۃً دریا ہی دریا موج زن - نہ حباب کوئی چیز نہ
موج کوئی شی ؎

دریاے کہن چو بر زند موج نو — موجش خوانند و در حقیقت دریاست

مثلاً ہواے ہستی نیست نما ہی - اور سراب نیستی ہست نما - اور حقیقت عالم
نور خداوندی ہی کہ سب پر محیط مالامال ہی - اور یہ عالم اسی نور کی صورت ہی
یہین سے ہستی حق اور نیستی عالم ظاہر و عیان ہی - امام حجۃ الاسلام محمد
غزالی قدس سرہ نے دنیا کی مثال گردباد سے دی ہی - گردباد اُٹھنے سے
معلوم ہوتا ہی - مگر صورت باد کچھ بھی نظر نہین آتی - بلکہ باد تمام ذرات مین
اِس طرح محیط و متصرف ہی کہ گرد کو بجز مقہوری کوئی صورت نہین - واقعی
باد ہی باد ہی کہ اس صورت شکل سے ظاہر ہوئی - حقیقۃً گرد نہین ہی مگر
ظاہر ہوتا ہی کہ ہی - دنیا ایک شی ہست نما ہی اور ذات باری نیست نما - اب
ہست کون ہی اور نیست کون - دیکھتے کیا ہوا اور ہی کیا - سمجھو اور خوب سمجھو

کوئی ذرہ ذرات دنیا و آخرت سے نہین کہ جسپر ذات باری تبارک تعالے محیط و متصرف نہو۔ تمام حرکات و سکنات عالم اُسی سے ہین۔ بقائے ہستی حقیقی اُسیکو ہی۔ سب فانی اور نابود ہین الا کل شیٔ ماخلا اللہ باطل اور یہ امر صاحب حال پر پوشیدہ نہین ؎

نیست چیزے نیست چیزے نیست دان	درمیان نیست چیزے ہست عیان

اے دوست ذرا برکالۂ یخ کو دیکھ۔ ہان یہ دو چیزون کا مرکب ہی۔ ظاہر دیکھنے مین اُولا حقیقۃً پانی ہی پانی۔ برف یا اُولے کو پانی کہنا غلط ہی۔ پانی نہ کہین گے مگر ہی کیا۔ ہان یہ حقیقت ہی وہ مجاز۔ یہ باطن ہی۔ وہ ظاہر۔ یہ مغز ہی وہ چھلکا۔ یہ سب کچھ اور وہ بھی سب کچھ ہی۔ مگر کچھ بھی نہین۔ ہان اے عزیز ایک نکتہ اور بھی یاد رکھ **مصرع** گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

ما رأیت شیئا الا و رایت اللہ فیہ صحیح اور ضرور صحیح۔ لیکن شی کو اللہ کہنا غلط اور ضرور غلط۔ اچھا ایک مثال سے سبق لے کہ مثال سے کام خوب چلتا ہی۔ ایک شخص حضرت شقیق بلخی قدس سرہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور سوال کیا۔ اے شیخ توحید کیا ہی کچھ سمجھا اور بتا۔ شیخ نے شکر منگوائی اور کہا اس شکر سے صورتین۔ مور۔ کبوتر۔ آدمی وغیرہ کی بنا۔ اُس نے صورتین درست کین۔ شیخ نے صورتون کا نام پوچھا۔ اُسنے کہا یہ مور ہی۔ یہ کبوتر ہی۔ یہ آدمی ہی۔ شکر کا نام درمیان سے اُٹھ گیا۔ شیخ نے فرمایا یہ صورتین

مٹا دے۔ صورتین مٹائی گئین۔ پھر دریافت کیا یہ کیا ہی۔ اسنے کہا شکر ہی۔ شیخ نے فرمایا۔ یہی توحید ہی اور بس۔ اے دوست ذرا غور کر کہ آدمی وحیوانات سب کے سب شکر سے بنائے گئے۔ جب وہ شکلین مٹین شکر ہی شکر باقی رہی۔ باقی سب فنا ہوے۔ اے برادر تجلی نورِ توحید شکلون وصورتون مین پرتو فگن ہی بلکہ نور ہی نور جلوہ گر ہی۔ ولا سواہ۔ اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مختلف صورتون شکلون کی موجین یا اُن کی کثرت سمندر کو متکثر نہین کر سکتین۔ تعدد اسما مسمی کو متعدد نہین کر سکتے دریا کی نفسی حالت بخار کہلائی تراکم ہوا ابر کہلایا۔ برسا پانی نام ہوا۔ بہنے لگا۔ سیل مشہور ہوا۔ وغیر ذالک۔ اے دوست حقیقت اشیاء حقیقت الحقائق کو کہتے ہین کہ فی حد ذاتہ وہ واحد او رعدد سے دور بہت دور ہی۔ ہان باعتبار تجلیات متکثرہ وتعینات متعددہ مراتب کی صورت مین کبھی حقائق جوہریہ متبوعہ ہی اور کبھی حقائق عرضیہ تابعہ۔ پس اے دوست ذات واحد بواسطۂ صفات متعدد۔ جواہر واعراض متکثر نظر آتی ہی ورنہ حقیقۃً ایک ہی ایک ہی کہ مطلق تکثر وتعدد کی گنجایش دوئی کی راہ نہین ہی۔ ع

غیرتش غیر درجہان نگذاشت	لا جرم عین جملہ اشیا شد

کلام ربانی مین ہی کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ط ہالک فرمایا ہی نہ یہلک

تا معلوم وظاہر ہو کہ وجودِ اشیاء بالفعل ہالک و نابود ہی اور نہین موجود مگر ذات واجب الوجود ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ؎

اولی و ہم در اول آخری	باطنی و ہم دران دم ظاہری
تو محیطی بر ہمہ اندر صفات	وز ہمہ پاکی و مستغنی بذات

نذ ۔ م

اے عزیز خود را فراموش کن تا لطف او ترا بخود رساند کہ کار تو ہمین ست دگر ہیچ ۔

ایک مرغ کے تیر لگا یا ۔ مرغ نے تیر سے پوچھا ۔ تو مجھ تک کس طرح پہونچا ۔ تیر نے جواب دیا تیری کشش مجھ مین قائم کر دی گئی ہی ۔ وہی کشش تجھ تک گھسیٹ لائی ۔ پس اے دوست جان اور آگاہ ہو ۔ کہ جب آدمی طلب حق مین کوشش و محنت کرتا ہی ۔ حق تعالٰی بھی اپنے تک پہونچا دیتا ہی شرط اصلی اپنا مٹانا خودی سے دور ہونا ہی ۔ دگر ہیچ ۔

سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ نے حضرت سری سقطی

؎ مشاہدے کے لیے مجاہدہ لازمی نہین ہو یا نہو مگر سنت اللہ یون ہی جاری ہی کہ جو بوتا ہی وہی کاٹتا ہی ۔ اور حقیقت یون تھی ؎ داد او را قابلیت شرط نیست * بلکہ شرط قابلیت داد اوست ۱۲ منہ

قدس سرہ کی دہلیز پر تیس برس عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی۔
تیس برس دل کی پاسبانی کی کہ بجز ذاتِ حق کسی اور کا دل مین گذر نہ تھا۔
ایک شب ہاتفِ غیب نے آواز دی " اے جنید وقت آنست کہ گوشۂ
زنار بتو باز نمایم۔ فریاد بر آورد کہ الٰھی ماذنبی۔ جواب آمد کہ وجودک ذنب
لا یقاس بھا ذنب ؎

بت پرستم من گم گشتہ تو زاہد خوانی
این کہ تسبیح بدستم نگری زنار است

اے دوست یہ سب عشق کا کھیل ہے۔ عشق ہی عشق ہے عشق
کا غائب ہونا عالم کا فنا ہونا ہے کہ یہی قیامت کبریٰ ہے ؎

بخود سے باز دار خود عشقبازی　　خیال آب و گل در رہ بہانہ

من اراد منکو ان یصل الی فعلیہ الخروج من کل شئ سوای۔
کلام مجید مین ہے قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ۔ اے برادر چون از تو توئی برخیزد
کہ ہمین را فنائے وجودی می گویند این ہمہ ذوق گردد ؎

تو مباش اصلا کمال این ست و بس
تو در و گم شو وصال این ست و بس ؎

تا در تو ز پندار تو ہستی باقی ست　　میدان بیقین کہ بت پرستی باقی ست
گوئی بتِ پندار شکستم رستم　　این بت کہ تو پندار شکستی باقی ست

یہان سلطانِ عارفان فرماتے ہین۔ دو جب تک اُسے ڈھونڈھا کیے اپنے کو پاتے رہے۔ اب تیس سال ہوے اپنے کو ڈھونڈھتے ہین اُسے پاتے ہین ؎

جمال دوست چندان سایہ انداخت	کہ سعدی ناپدید ست از حقیری

حیث کان اللہ ولم یکن معہ شئ ؎

حق را شمر جدا از عالم	عالم ہمہ در حق ست و حق در عالم

لہ الملک ولہ الحمد والیہ ترجعون + قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون

صورت بے صورتی آمد برون
باز شد انا الیہ راجعون

فقط



بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ھوالکل



نمبر (۲)

میان سنتے ہو ہمارا تو یہ حال ہی ؎

لب خشک در تشنگی مردگان کا		زیارت کدہ ہون دل آزردگان کا
ہمہ نا امیدی ہمہ بدگمانی		مین دل ہون فریب وفا خوردگان کا

اے عزیز کیا سنا نہین ع

افسردہ دل افسردہ کند انجمنی را

ہمارے ملنے مین ملال صحبت مین کلفت ہوگی۔ جانِ برادر۔ لطف صحبت جاتا رہا۔ زبان بند سی ہوگئی ہی۔ بات چیت کی حالت نہین۔ گویائی کی قوت نہین۔ ہان اب یہی حالت ہی اور اس حالت پر خدا گواہ ہی وکفیٰ

یاللہ شہیدا ہ شب مین صورت اچھی نظر آئی کچھ پیار کی باتین ہوگئین جب وہ پیکر نوری آنکھ سے اوجھل ہوا۔ وہی ہم تھے اور ٹوٹا پھوٹا دل خواب وخیال مین یون حکایت شکایت تھی ے

گفت اے شیدا دلِ محزون من	وائے بلا ش عاشق مفتون من
کیف حال القلب فی نار الفراق	گفتمش واللہ حال لایطاق
یاد کن یار قدیمت بودہ ام	پیش یک سالے ندیمت بودہ ام
این زبان از من چرا بیگانۂ	مست نازی یا چو من دیوانۂ
عاشقم من بر فن دیوانگی	سیرم از فرہنگی و فرزانگی
من نخواہم عشوۂ دانش شنود	آزمودم چند خواہم آزمود

مختصر قصہ نہین ہے عشق کا
پھر کبھی کہدین گے جب موقع ملا

اے عزیز کہتے ہین کہ لسان الحال انطق من لسان المقال یہان نہ حال نہ قال۔ بے زبانی کے قربان کہ گویائی کا نام نہین۔ نہ سکوت نہ کلام۔ این طرفہ ماجراست کہ از واحد واثنین کارے ندارم۔ کارم ہمہ بیکاری واے بے [illegible] و ناداری ے

نہ شگوفۂ نہ برگے نہ ثمرنہ شاخ دارم	ہمہ حیرتم کہ دہقان بچہ کار کشت ما را

جسم زار۔ روح ناتوان ے

مخفیا کے رسی بمنزل دوست	راہ تاریک و مرکب لنگ ست

اے عزیز علاوہ اشعار عنوان این شعر غالب دہلوی گویا تکیہ کلام ست ؎

دم واپسین برسر راہ ہی	عزیزو بس اسد ہی اللہ ہی

وقت آخر اسد اللہ تلقین می کنند۔ عارف می داند ہر دم دم واپسین ست کلام آخر ہمین ست کہ این را شغل وجودی می گویند و بعض قلندران ذکر ارہ می نامند و شاید ہمین ذکر حدادی باشد۔ یا ابن آدم انفاسك انبیائی فمن یخرج بغیر ذکری فقتلت انبیائی ہان میان کتابت اچھی چیز ہے بات جیت ہو جایا کرے گی۔ حضوری مین تو بلاؤ دوری سے دل بہلاؤ۔ فقیر بے بضاعت خدمتگذاری سے باہر نہین۔ جو ہونا ہے ہو کر رہے گا۔ سکون قلبی COLLECTION OR PEACE OF MIND خوب نہایت خوب ہے۔ ترک محسوسات سکون مین آپ ہی آپ ہی۔ ہان آپ ہی آپ ہی۔ پھر ترک کیا اور محسوس کیا۔ بات دور پہونچی۔ اے دوست مجبورم معذور دارید۔ انشاء اللہ زود ملاقی خواہم شد۔ از دعائے خیر دریغ مدارید کہ کارم سخت افتادہ است۔ خوش گفتہ است ؎

اجل لگائے ہوئے گھات ہر کسی پہ ہی	بہوش باش کہ عالم رواروی پہ ہی

اسد بس باقی ہوس

صورت از بے صورتے آمد برون	باز شد کانا الیہ راجعون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھوالکل

نجات السکوت

نمبر (۳)

فَسُبۡحٰنَ الَّذِیۡ بِیَدِہٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ وَّاِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ۝

دم واپسین بر سر راہ ہی
این آمد و رفت نفسم بے جہتے نیست

عزیز وبس اسی اسی ہے
مضطر بہ تلاش و بہ تگاپوئے تو باشد

دوستو عزیزو۔ سنو اور کان کھول کر سنو۔ یاد رکھوگے تو یاد کروگے۔ دنیا کی بے ثباتی ایک امر بدیہی ہی جسمین نہ دلیل سے کام نہ قیل وقال کا نام نہ بحث ومباحثے کی حاجت نہ چنین چنان کی ضرورت۔ کتم عدم سے وجود مین آئے۔ اوّل قطرۂ آب۔ پھر اُس آب مین آب وتاب۔ یعنے قوت مغیرہ کا ظہور۔ قوت مصورہ کی صورت آرائی۔ بعدہ خون سے تغذیہ وتنمیہ کا دور

بالآخر مشیمہ کو توڑ تاڑ نوچ پوچ باہر آئے یعنے آدمی کہلائے فَتَبَارَكَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ۝ بچپن تھا لڑکپن آیا۔ بڑے ہوئے جوانی نے منہ دکھایا۔ اب آگے کیا منظر نظر آیا۔ پشت خم ہے آنکھون مین نور نہین۔ قوت سامعہ ہوا ہوئی۔ قوت مدرکہ سے جدائی۔ اُٹھنے بیٹھنے سے مجبوری چلنے پھرنے سے عاری۔ ہاتھ پانؤن بیکار۔ پنجۂ موت مین گرفتار۔ قوت گویائی مفقود مگر ایک بڑ مجذوبانہ ہے کہ دم کے ساتھ ہے۔ کسی کی سُنین گے کیا خاک مگر اپنی کہے جائین گے۔ پاس کون پھٹکے سب دور دور سے ہوا باتے ہین سچ تو یہ ہے کہ زق بق سے گھبراتے ہین۔ آہ! سچ کہا ہے۔ پیری وصد عیب۔ نہ صد عیب بلکہ ہمہ عیب۔ اول فنا آخر فنا۔ کل شئ یرجع الی اصلہ۝

جسم بیجان ایک مشت خاک ہے	جان جب نکلی تو قصہ پاک ہے

دوستو۔ کچھ سمجھے کیا نتیجہ نکلا۔ ہان یہ عالم مع عالمیان تغیرات سے ہم آغوش اور فنا کی بین دلیل ہے۔ صحیفۂ عالم کے جس ورق جس صفحہ کو اُلٹ پلٹ کر دیکھو ایک لفظ کیا ایک حرف بھی ایسا نظر نہ آئے گا جسمین دائمی مسرت لازوال عیش ونشاط کا مادہ موجود ہو۔ یہ کیون۔ اسلیے کہ جو شئ متغیر ہو وہ یقینی فانی نیست وارا ور ہست نما ہی۔ دنیا اک خواب وخیال ہی۔ خواب مین کیا کیا نہ دیکھا۔ خیال نے کس حد تک بلند پروازی سے کام نہ لیا۔ جب

آنکھ کھلی یک سوئی ہوئی یہ تھا نہ وہ تھا ؎

تھا خواب مین خیال کو تجھ سے معاملہ — جب آنکھ کھل گئی نہ زیان تھا نہ سود تھا

انقلاب زمانہ اس پیکر خاکی وجود فانی سے وہی نسبت رکھتا ہی جو الفاظ مترادفہ مین پائی جاتی ہی۔ تغیرات عالم اور جسم عنصری کے ایک ہی خواص ایک ہی نسبت اور نتیجۂ آخر صاف اور نہایت صاف ؎

آ عندلیب مل کے کرین آہ و زاریان — تو ہاے گل پکار مین چلاؤن ہاے دل

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ؎

کب رہا قائم نہ ہو جسکو قیام — ہی وہی قیوم ہو جسکو دوام
ہی وہی موجود جو فانی نہین — رہتا ہی معدوم بھی باقی کہین
نیست کو نسبت کہان ہی ہست سے — فائدہ کیا ایسے بند و بست سے
رات دن کے ہین یہ سارے انقلاب — دیکھیے کب تک نظر آئین یہ خواب
خواب کی گویا حکایت زندگی — آنکھ کے کھلتے ہی ہو شرمندگی
جب کہ ہم نابود کو سمجھے ہین بود — پھر کہان آئے نظر واجب وجود

دوستو۔ فانی اور موہوم امیدون مین اُلجھنا خیالی ایذا سے بغلگیر ہونا اور حسرت سے دم توڑ توڑ کے جان دینا کیا یہی انسانی حیات و ممات کا مقصد اصلی ہی؟ کیا ہم اِس عالم دنیا مین بیکار آئے بیکار رہے اور بیکار جائین گے؟ حاشا وکلا اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ انسانی حیات

وممات کا دارومدار صرف حصول عرفان پر موقوف ہی وبس ؎

کام ہو عرفان سے ایقان سے		یعنے اپنی جان کی پہچان سے	

من عرف نفسہ فقد عرف ربہٗ - دوستو - عزیزو - دنیا اور حصول دنیا سے مراد کیا ہی؟ دنیا مین اُلجھنا کیا اور ترک دنیا کیا ہی؟ جہان کہین دنیا کی مذمت پاؤ گے - دنیاے مذموم مراد ہو گی - کہا گیا ہی مطلق اور مراد لیگئی مقید کلام عرب مین اسکی مثالین بہت ہین - ہان تو کہنا یہ ہی کہ ترک دنیا سے مراد خیالی ایذا سے دل کو خالی کرنا اور دل بیار و دست بکار سے واسطہ رکھنا ہی[1] حصول دنیا مذموم نہین محمود ہی - مگر نیت صافی اصل مقصود ہی - اگر ایک طرف سجن المؤمن کہو تو دوسری طرف مزرعۃ الآخرۃ سے تشبیہ دو - اور اگر حقیقت شناسی سے واسطہ ہو تو دوئی کا نام نہین - این وآن سے کام نہین مصرع

	در میکدۂ وحدت جز فرد نمی گنجد	

قیل وقال پر آؤ تو (زیادہ برین نیست کہ) جزو وکل کی سی منطقی مغائرت ہی گویا کثرت مین وحدت بو وگل کی سی نسبت ہی - یاد رہے کہ دنیا دار العمل اور حصول عرفان کی یونیورسٹی[2] (UNİVERSİTY) ہی جسمین جسمانی

[1] والیہ الاشارۃ فی قولہ عز من قائل رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللّٰہِ یعنے مرد وہی ہین جنھین تجارت اور خرید وفروخت ذکر اللہ سے غافل نہ کرے ۱۲

[2] دار العلوم ۱۲

قیل وقال اور روحانی جذب وحال کے امتحانات ہوتے۔ نزول کی کراس لسٹ[1] (CROSS LIST) اور عروج کے سرٹفکیٹ CERTI FICATE دیے جاتے ہین۔ ایک طرف خود فراموش نیک چلن پاس ہوتے اسکالرشپ[2] (SCHOLAR SHIP) ڈبل پروموشن[3] (DOUBLE PROMOTION) پاتے اور مدارج ترقی طے کرتے چلے جاتے ہین۔ دوسری طرف برعکس انانیت کے سبق آموز بدچلن نہ صرف فیل (FAIL) بلکہ ڈگریڈ[4] (DEGRADE) کیے جاتے اور اکزامینیشن روم[5] (EXAMINTON ROOM) سے نکالے بھی جاتے ہین۔ ایک ہی یونیورسٹی کالج کے تعلیم یافتہ ماسٹر ایک اکزامنر[6] ایک (EXAMINER) کورس ایک[7] (COURSE) گارڈ ایک (GUARD) غرض یہ کہ مصرع

الف بشکل ہزار است ودر شمار یکی ست

---

[1] وہ فہرست جس سے کامیابی ناکامیابی کا پتہ چلتا ہے ۱۲

[2] وظیفہ ۱۲

[3] ترقی پر ترقی ۱۲

[4] نیچے کے درجے مین اُتارا جانا ۱۲

[5] امتحان کا کمرہ ۱۲

[6] ممتحن ۱۲

[7] نصاب ۱۲

اگر جو رزلٹ آوٹ (RESULT OUT) ہُوا اسپر بے اختیار یہی کہنا پڑا اور جو سُنے گا یہی کہے گا ؎

علم نبود غیر علم عاشقی	مابقی تلبیس ابلیسِ شقی
ایّھا القوم الذی فی المدرسہ	کلما حصّلتموہ وھوسہ
فکرکم ان کان من غیرالحبیب	مالکم من نشأۃ الاُخری نصیب
فاغسلوا یا قوم عن لوح الفؤاد	کل علم لیس ینجی فی المعاد
رو بتاب از جسم و جان اشاد کن	موطنِ اصلیِ خود را یاد کن
تو مکانی اصل تو در لامکان	این دکان بربند و بکشاآن دکان

اے یارانِ سفری- خوب یاد رہے کہ تم دنیا سے نہین دنیا تم سے ہے دنیا بیچاری مفت بدنام ہے- سچ تو یہ ہے کہ یہ اپنا ہی کام ہے- ہان اگر نام سے کام نہو- تو پھر کام مین ناکام نہو- وللہ درّ قائل ؎

ہست راہ و رسم این شہر و دیار	برخلافِ راہ و رسم روزگار
کام اینجا محض ناکامی بود	شہرتِ اینجا زگمنامی بود
دارد اینجا زخم برمرہم شرف	سوِ تیر اینجا بود سعی ہدف
تا بکے اے ہُد ہُد شہر سبا	در غریبے ماندہ باشی بستہ پا
تا بکے در چاہ طبعی سرنگون	یوسفی یوسف بیا از چہ برون

لہ نتیجہ نکلنا ۱۲

تا عزیز مصر ربانی شوی	وا رہی از جسم و روحانی شوی

دنیا سے بدیع تر کوئی عالم نہین۔ اسکی دلفریبیان اور فانی لذتین شغف و انہماک کا باعث ہوجاتی ہین اور اسکی فسون سازیان کرشمہ بازیان بڑے بڑے مرتاض کے دلون کو مٹھی مین لے لیتی ہین کہ روحانیت کمزور بلکہ مردہ ہوجاتی اور جسمانیت مادیت کا دَور دَورہ ہوجاتا ہے۔ انسان اپنے فرض منصبی (عرفان مقصد آفرینش (عبدیت روحانیت) سے دور ہوکر بہائمی خصلتون کا خوگر۔ انسانیت سے کوسون دور کھُلم کھُلا حیوان بشکل انسان نظر آتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ط اس ہلاکت سے بچنے کی صورت صرف اہل دل کی صحبت ہے کہ حصول عرفان کی یہی ایک سبیل ہے۔ باقی مفت کا شور و غل لایعنی قال و قیل ہے ؎

ہیچ نکشد نفس را جز ظلّ پیر از بہاران کے شود سر سبز سنگ	دامن آن نفس کُش را سخت گیر خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ

اُسکی صحبت سے آدمی آدمی بنے گا آدمیت آئے گی۔ اخلاق رزیلہ سے

ا؎ جسطرح جسمانی غذا جسمانی قوت بڑھاتی ہے یون ہی روحانی غذا سے روحانی قوت بڑھتی ہے۔ اصل غذائے روحانی ضبط طبیعت یعنے مخالفت نفس ہے۔ یاد رکھو کہ ضابطہ ہی کو روحانی سرور میسّر ہوسکتا ہے آپ اپنے مالک ہو جاؤ پھر سب تمھاری ملک ہے۔ کنفیوشس نے کیا خوب کہا ہے کہ انسان کو لازم ہے کہ پہلے اپنے پر حکومت کرنا سیکھے پھر دوسرون پر حکومت ہوجائیگی۔ ہان تو ضبط حس و ضبط طبیعت ہی اصل کام ہے۔ جب یہ ضابطے عملی صورت دکھائین گے جو ہونا ہے ہوکر رہجائیگا ؎ من نمی گویم سمندر باش یا پروانہ باش + گر بہ فکر سوختن باشی برو مردانہ باش۔ ۱۲

کنارہ کشی۔ اخلاق حسنہ سے ربط ضبط ہوگا۔ مشاہدۂ عینی کی کیفیت نظر آئے گی۔ محویت اپنا رنگ جمائے گی۔ آگے کیا ہوگا یہ آپ کھل جائیگا ؎

پرسید یکے کہ عاشقی چیست	گفتم کہ چو من شوی بدانی

القط ہی قلم کی دستاری ؎

کیا کہیں کس کی کہیں کس سے کہیں	گونگے بہرے ہوگئے چپ ہورہیں

صورت از بے صورتے آمد برون
باز شد کانا الیہ راجعون

فقط



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھوالموجود



جسمین

مسئلہ وحدت وجود کی تحقیق انیق۔ حقیقت محمدیہ کا اظہار۔ عشق و عاشقی کے مدارج علیا۔ انسان کامل کی جامعیت و قربت۔ بعض شطحیات واقوال صوفیۂ کرام کی وضاحت۔ شیخ کامل کی متابعت کی تحریص و ترغیب کہ وہی انسان معنوی شیخ وقت ہے۔ بعض صوفیۂ کرام کا شیخ کی نسبت بہ صدق ارادت و فور محبت کلمات نبی و خدا کہنا بہت سے امور نافعہ کی تصریح کی گئی اور دکھایا گیا ہے کہ شریعت

عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہی ہے

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق

ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی القرآن المبین مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰی[۱] فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا ہے

ہر کہ این جا ندید محروم ست		روز محشر ز لذت دیدار	

اھل الجنۃ مشغولون بالجنۃ واھل النار مشغولون بالنار واھل اللہ مشغولون باللہ[۱]

در عشق تو از ملامتم ننگے نیست		با بیخبران درین سخن جنگے نیست	

[۱] جو تفسیر اس آیت کی حقایق پناہ معارف دستگاہ حضرت مولانا شیخ رکن الدین ابن قطب العالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہم نے بیان فرمائی مناسب موقع ہونے کے باعث تحریر میں آئی۔ اعمیٰ را چہار مرتبہ است یکے اعمیٰ کافر ست کہ مطلق نابینا ست فردا روز جزا مطلق نابینا باشد و محجوب از حق تعالیٰ باشد قولہ تعالیٰ کَلَّاۤ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ؕ دوم اعمیٰ مومن مقلد ست کہ نابینا از استدلال است کہ ایمان خود را محکم باستدلال نکرد۔ ایمان ضعیف دارد۔ فردا روز جزا برحسب آن نابینا و محجوب از مراتب اہل استدلال باشد۔ سوم اعمیٰ مومن مستدلال ست کہ اومز نابینا از کشف مشاہدہ است ایمان وے بتحقیق اہل کشف نہ رسیدہ است۔ فردا روز جزا برحسب آن نابینا و محجوب از مراتب اہل کشف مشاہدہ باشد چہارم اعمیٰ دو بینان اند کہ قایل بکثرت وجود اند بایمان اہل وحدت نہ رسیدہ اند۔ فردا روز جزا ہر چند در جنت بوند از مراتب اہل وحدت نابینا و محجوب باشند ۱۲

از بادۂ عشق تو ہمہ مردان مست	نامردان را ازین قدح رنگی نیست

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ [ط] باقی وہی جو فانی تھو۔ موجودیت مین مرتبۂ اعلی بجز ہستی مطلق اور کس کو ہی کہ خود بخود ہی۔ اور غیر ہستی مطلق عدم محض۔ وغیرہ لاشئ شیخ رکن الدین شیرازی قدس سرہ در نصوص الخصوص فی شرح الفصوص وشیخ ابراہیم شطاری قدس سرہ در آئینہ حقایق نما شرح جام جہان نمامی فرمایند۔ الوجود عدم العدم والعدم عدم الوجود [ع]

وجود حقیقی ست عدم العدم	عدم چیست عدم الوجود اے حکم
نماندہ درین بحث الا وجود	کہ غیر وجود ست بیشک عدم

ہر ممکن ہالک ومعدوم فی ذاتہ ہی اور نہین موجود مگر ذات مطلق لہ وہی وجود مطلق ہی اور یہ ممکنات شیونات۔ پس ان شیونات مین بجز وجود مطلق کسی کا وجود نہین۔ کہ اُسی سے موجود ہین۔ اور یہ معدومیت ممکنات وانحصار وجود

[ط] اول و آخر تو ئی لیست حدوث وقدم ✣ ظاہر و باطن تو ئی چیست وجود و عدم ✣ اول بے انتقال آخر بے ارتحال ✣ ظاہر بے چند و چون باطن بے کیف وکم ✣ صاحب بحر الحقایق فرمایند کہ اول ست در عین آخریت و آخر ست در عین اولیت و برہمین منوال ظاہر ست در عین باطنیت و باطن ست در عین ظاہریت حضرت شیخ ابو سعید فراز قدس سرہ را پرسیدند کہ خدائے تعالی را بہ چہ شناختی فرمودند بآنکہ میان اضداد جمع کردہ پس این آیہ خواندند و فرمودند کہ متصور نیست جمع اضداد الا از حیثیت واحدہ و اعتبار واحد در ان احد [ع]

اولے وہم در اول آخری	باطنی وہم در ان دم ظاہری
تو محیطی بر ہمہ اند رصفات	وز ہمہ پاکی و مستغنی بذات۔ ۱۲

بوجود حق تعالی کہ نفس ذات ہی۔ حق ہی کما قال اللہ تعالی كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ہر چیز ہالک و نابود ہی مگر ذات مطلق نہ یہ کہ جیسا اہل ظاہر نے خیال کیا کہ ہر شی بروز قیامت ہلاک ہو جائے گی۔ و ہستی مطلق را ثانی نیست

له عالم راسہ موطن ست۔ یکی تعین اول و درین موطن نام جز لے عالم شیون می گویند۔ دوم تعین ثانی ست و درین محل نام آن اعیان ثابتہ میدارند۔ سوم خارج ست و درین محل باعیان خارجیہ می نامند۔ و عالم را خیال ازان جہت گویند کہ باموجودات خیالی شریک ست درین کہ وجود حقیقی ندارد و او را جز در علم و ادراک ظہور و نمود نیست (جواہر غیبی) حضرت شیخ محب اللہ قدس سرہ می فرمایند کہ وجود اضافی کہ وجود عالم ست موہوم محض ست و وجود حقیقی و موجود حقیقی حضرت حق تعالی ست و بس۔ پس درمیان نماند مگر وجود واحد حقیقی پس کجا گنجایش اینکہ واجب تعالی کلی باشد چہ جا کلی طبعی کہ ممتنع الوجود ست در خارج (جب وجود واحد مطلق نے مراتب تنزلات میں جلوہ فرمایا متعین بہ تعین و مقید ہوا۔ یہی مقید جزئی اور مطلق کلی کہلایا۔ مطلق شامل مقید۔ کلی شامل جزئی ہی۔ اور مقید جزئی بجہت تقید کلی سے محجوب۔ رہی نسبت اشیائے موجودہ متعینہ بہ وجود مطلق کہ حق اُسی سے عبارت ہی نسبت جزئی یا کلی ہی۔ وجود موجودات بہ حیثیت نسب و اسما کثیر ہے و بہ حیثیت ذات کہ وجود ہی واحد ہی۔ کیونکہ غیر وجود عدم محض ذات واحد باعتبار تکثر نسب و صفات متکثر نہیں ہوتی۔ اور نمود کثرت اسما میں ہی نہ ذات میں) حضرت مولانا نور الدین عبد الرحمن جامی قدس سرہ لوائح میں فرماتے ہیں۔ موجود حقیقی یکے بیش نیست و آن عین وجود حق و ہستی مطلق ست اما او را مراتب بسیار ست۔ آگے مراتب کی تشریح فرمائی مرتبہ سادسہ کی تفصیل میں فرماتے ہیں۔ و مرتبہ سادسہ تفصیل مرتبہ کونیہ است کہ مرتبۂ عالم است و عروض این دو مرتبہ باعتبار ظاہر علم ست کہ امکان از لوازم اوست و آن تجلی اوست بر خود بصور حقایق و اعیان ممکنات پس فی الحقیقت وجود بیش از یکے نیست کہ در جمیع این مراتبہ و حقایق کہ تفصیل مرتبہ احدیت اند ساریست و وے درین مراتب و حقایق عین این مراتب و حقایق ست چنانکہ این مراتب و حقایق در وے عین وے بودند حیث کان اللہ ولم یکن معہ شیء ۵

	حق را مشمر جدا از عالم عالم ہمہ در حق ست و حق در عالم ۔۱۲	

وباقی وقایم ہمین یک ذات ست دگر ہیچ - یہی ذات مطلق عشق - کہ اول و آخر ظاہر و باطن اسی کا کرشمہ اسی کا ظہور ہے - ابتدا مین کنتُ کنزاً کی گمنامی تھی عاشقی معشوقی سے نام نامی ہوا - انتہا وہی لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ ہے و بس[۱] عشق آیا انیس العاشقین سے واسطہ ہو پھر دیکھو کس سے کس کا رابطہ ہو - نہ عاشق ہو - نہ معشوق - نہ طالب ہو نہ مطلوب بس عشق عشق عشق - خلقت عالم برائے عشق بود و بہ عشق قایم ست - چون عشق برخیزد عالم فنا پذیرد کہ آن را قیامت کبریٰ گویند - وعشق از بہر اظہار کمال ذات ست ازان روے کہ ہمین ذات خودست - فیض ضروری دارد - وصفات خود را در آئینۂ عاشقی و معشوقی پیدا کردہ

عاشق حسن خودست آن بے نظیر	حُسن خود با خود تماشا می کند
اے برادر چون نظر در حقیقت کنی - عاشق و معشوق خودست و بر آب و گل بہانہ[۲]	

[۱] حضرت خواجہ حسین منصور حلاج نے کیا خوب فرمایا - اللہ مصدر الموجودات ای مظہر الموجودات والیہ المصیر منہ بدأ والیہ یعود - کل شیٔ یرجع الی اصلہ بھی اسی پر دال ہے - کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ ظاہر ایک چیز اپنی ذات مین معرض ہلاک اور عدم محض ہے مگر اُسکی ذات لہ الملک ولہ الحمد والیہ ترجعون ۱۲

[۲] حضرت عین القضاۃ ہمدانی قدس اللہ سرہ می فرمایند - اے عزیز کارے کہ با غیر منسوب بینی بجز از خدائے تعالیٰ آن مجازی میدان - نہ حقیقی - فاعل مطلق حقیقی خدا را دان - آنجا کہ گفت قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ مجازی میدان حقیقتش آن باشد کہ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا (بقیہ بر صفحہ ۲۴۷)

بیش نیست۔ اینجا جز دانستن و دم در کشیدن چارہ نیست ؎

بخودمی باز داز خود عشقبازی	خیال آب و گل در رہ بہانہ

ظاہر را باطن نمود آواز عاشقی پیدا کردہ باطن را بظاہر بیار است نام معشوقی نہاد یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ ج وَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ج کس نبود و کس نکرد۔ خود بود و خود بہانہ بر عالم نہاد۔ مسئلہ وحدت مسئلہ غامض کہ اکثر بے تحقیق ملحد ہوئے اور اکثر اس تحقیق کی بدولت مومن حقیقی۔ صاحب گلشن راز قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

ہر آنکس را کہ اندر دل شکی نیست	یقین داند کہ ہستی جز یکی نیست
دو چشم فلسفی چون بود احول	ز وحدت دیدن حق شد معطل

وجود ممکن کو غیر واجب اعتقاد کیا ایک حقیقت کو دو تصور کیا۔ اور نہ سمجھا کہ نور وجود اعیان ممکنہ پر چمکا وہی نور وجود واجب ہے۔ اور غیر وجود مطلق کوئی موجود نہیں۔ لاجرم وحدت حقیقی حق نہ دیکھا اور ذوق شہود توحید سے محروم رہا ؎

نظر بر ہر چہ افگندیم واللہ	نیامد در نظر ما را جز اللہ

(بقیہ از صفحہ ۲۴۶) راہ نمودن محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجازی میدان و گمراہ کردن ابلیس مجازی میدان یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ حقیقت میدان۔ گیرم کہ خلق را ضلال ابلیس می کند۔ ابلیس را بدین صفت کہ آفرید مگر موسی علیہ السلام از بہر این می گفت اِنْ ھِیَ اِلَّا فِتْنَتُکَ ط ؎

کہ ما را ہم ہمی باید کشیدن
ولیکن کس نمی آرد خجیدن
بدین خوبی بتالیست آفریدن

کند بلغاریان را نیز ہم نیست
ہمی آرند ترکان را از بلغار
(نفحات الانس) ۱۲

بگویم گر تو بتوانی شنیدن
ز بہر پردہ مردم دریدن

ہمہ جور من از بلغاریان است
خدایا این بلا و فتنہ از تست
لب و دندان آن خوبان چین را

حضرت مولانا نورالدین جامی قدس سرہ در شرح رباعیات فرمودند ؎

در مذہب اہل کشف و ارباب خرد	ساریست احد در ہمہ افراد عدد
زیراکہ عدد گرچہ برونست زحد	ہم صورت و ہم مادہ اش ہست احد

متصوفہ ملاحدہ نے اتحاد و وحدت مین فرق نہ کیا متحد کا اتحاد سمجھ مین نہ آیا۔
توجہ اتحادی[۱] کے مراتب پر بھی لحاظ نہ کیا۔ تحقیق[۲] باطل ہوئی ؎

اتصالِ بے تکیف بے قیاس	ہست رب الناس را با نوع ناس

موحد کے نزدیک قایم بہ جملہ اشیا[۳] خواہ اجسام ہون یا ارواح وجود مطلق ہے اور
وہی قیوم عالم۔ ذکر روح محض عبارت سے زیادہ نہین۔ وفی الحقیقۃ لیس الا
الحق الحی القیوم یہان نکتہ یہ کہ ہستی مطلق سے ہر مرتبے مین جملہ قیود کے ساتھ

۱؎ حضرت باقی باللہ قدس سرہ کے وقت مین ایک نانبائی تھا۔ واردین و صادرین خانقاہ کی خدمت مین رہتا دل و جان سے خدمت کرتا۔ ایک دن ناوقت چند مہمان آگئے نانبائی کو اطلاع ہوئی سب کے لیے کھانے پینے کا بخوبی انتظام کر دیا۔ مہمانون کے آرام ہو پہنچنے سے حضور باقی باللہ روح اللہ روحہ بہت خوش ہوئے، دریاے رحمت جوش مین آیا فرمایا۔ جو حاجت ہو بیان کر۔ اُسنے کہا بس اور کچھ نہین اپنا ایسا کر دیجیے۔ آپ کچھ دیر خاموش رہ کر اُسے حجرے مین لیگئے۔ تھوڑی دیر بعد باہر آئے یہ نہین معلوم ہوتا تھا کہ اسمین نانبائی کون ہے اور حضور باقی باللہ قدس سرہ کون ہین۔ یہی توجہ اتحادی ہے ؎ تاکس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری۔ ۱۲

۲؎ من تصوف ولم یتفقہ فقد تزندق ومن یتفقہ ولم یتصوف فقد تفسق ومن جمع بینہما فقد تحقق جسنے تصوف حاصل کیا اور فقہ نہ جانی وہ بیدین ہوا اور جسنے فقہ جانی اور تصوف نہ حاصل کیا تو محض مُلّا سر گھٹا ہوا اور جسنے دونون کو جانا وہی محقق ہے ۱۲ ۳؎ بدانکہ ذات حضرت حق تعالی باعتبار تجلی و ظہور او سجا۔ (بقیہ صفحہ ۲۴۹)

اُس مرتبے کے مناسب^ا فیض و تجلی کا اظہار نہین ہوتا۔ کبھی ارواح لطیف کا ظہور۔ کبھی کسوتِ اجسام کثیف کا جلوہ۔ وموحد ذاته منزہ عن الکل اور نادان اسی روح کو ذات حق کہتا بندے کو خدا جانتا ہو والعیاذ باللہ من ذلک معنے توحید کے یہ ہین یکے دانستن^۲ ویکے گفتن قال اللہ تعالی لاتجعل مع اللہ الھا اٰخر الاٰیۃ ومعنے اتحاد یکے شدن ست۔ اور یکی شدن سے یہ غرض نہین جیسا کہ قاصر نظرون نے حلول کا توہم کیا۔ تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ مولانا عطار قدس سرہ فرماتے ہین ؎

اینجا حلول کفر بود واتحاد ہم		این حدتے ست لیک بتکرار آمدہ	

(بقیہ از صفحہ ۲۴۸) درہمہ مظاہر ہمہ اشیاست وتمامت اشیا بہ حق تعالی موجود اند وبدون وسبحانہ معدوم وازان کہ ذات حق تعالی تجلی وظہور بصورت اشیا نمودہ است اضافت وجود بر ایشان کردہ می شود وہرگاہ اسقاط این اضافت نمایند ہر آئینہ اشیا فی حد ذاتہا معدوم باشند وغیر حق تعالی ہیچ نباشد۔ اینست معنی التوحید اسقاط الاضافات یعنے توحید اینست کہ اسقاط اضافت صفت وجود وہستی بہ غیر نمائید ۱۲ (جواہر غیبی)

[۱] تجلی از ذات حق تعالی بر صورت بندہ بہ حسب استعداد بندہ است از بہر آنکہ ذات حق تعالی منزہ است از انکہ اورا صورتے معینہ بود تا چون تجلی فرماید بآن صورت فرمائید۔ وبندہ در حالت تجلی حق تعالی بروی بجز صورت خود در آئینہ حق نہ بیند وحضرت سید عالم ازین معنی فرمودند المؤمن مرأۃ المؤمن مومن اول اسم حق تعالی ست ومومن ثانی اسم بندہ چون حق تعالی از ذات خود بہ بندہ تجلی فرمائید بہ مشابہ آئینہ برابر شخصے تا چنانچہ صورت آن شخص بود از خوبی وزشتی در آئینہ نمودہ شود یعنے چون انسان کامل شد آن حصہ کہ ویرا است از وجود مطلق بروے متجلی گردد وآن حصہ عین ثابت ویست پس صورت عین ثابت خود دیدہ باشد نہ حق را کہ حق از صورت معینہ محدودہ محصورہ متعالی ست وبندہ مقید بصورت معینہ۔ چگونہ حق را تواند دید۔ ۱۲ (جواہر غیبی)۔

[۲] یہ دانستن وگفتن ابتدائی مراتب ہین ورنہ توحید صرف دیدن ہی ہے نہ دانستن وگفتن۔ بلکہ دیدن بھی اصل توحید نہین۔ کیا خوب فرمایا۔ حضرت پیر ہرات اور اُن کے پیرو مرشد نے ارشاد ہوتا ہے (بقیہ بر صفحہ ۲۵۰)

حضرت مولانائے روم قدس سرہ کا ارشاد ہی۔ مقصود از اتحاد آن ست کہ
چون سالک بر جمیع مقامات عبور کردہ باشد و بہ قوت مجاہدات و ریاضات
مِس نفس خود را اکسیر اعظم ساختہ و باز تمامت اعمال خود را نا کردہ انکاشتہ و
قابل صفات احدیت شدہ بعد از ان از سر جمیع ارادات روحانی و جسمانی صوری
و معنوی برخیزد و بہ ارادت او متصل گردد تا بہ صفت او موصوف شود چنانکہ شیخ
ربانی اوحد الدین کرمانی رحمہ اللہ می فرمایند ؎

چندان برو این رہ کہ دوئی برخیزد	ور ہست دوئی برہ روی برخیزد
تو او نشوی ولیک اگر جہد کنی	جائے برسی کز تو توئی برخیزد

(بقیہ از صفحہ ۲۴۹) توحید یہ نہین کہ حق کو یگانہ جان لے بلکہ یہ ہی کہ تو اسی کا یگانہ ہو جائے ان کے پیر و مرشد کا ارشاد ہے۔ اے بیٹے جہان مین ایک کہنے والے تو بہت ہین مگر ایک کو جاننے والے کم اور ایک جاننے والے بہت۔ ایک کو دیکھنے والے کم ایک کو دیکھنے والے بھی بہت۔ مگر ایک ہی ہو جانے والے کم بہت کم ہین ؎
معشوق و عشق و عاشق ہر سہ یک ست اینجا چون وصل در نگنجد ہجران چہ کار دارد۔ ۱۲

۱ کلام قدسی مین ہی۔ قال لی یا غوث الاعظم الاتحاد حال لا یعبر بلسان المقال فمن اٰمن بہ قبل و من ردہ الاتحاد رد الحال و من رد الحال فقد کفر اتحاد حال ہی جسکا بیان بطور عقل صاحب عقل پر راست نہین آتا۔ اسلیے کہ شریعت اقوال ہی۔ طریقت افعال۔ حقیقت حال۔ قال کو حال مین یا برعکس لانا ممکن نہین۔ یہان اتحاد سے صوری و ظاہری مراد نہین تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ بلکہ یہ وہ اتحاد ہی جو اہل قبول کا سرمایہ پیوستگی باطنی و معنوی ہی۔ حضرت عین القضاۃ ہمدانی قدس سرہ فرماتے ہین۔ کہ علمائے ظاہر جسے اتحاد گمان کرکے برائی سے یاد کرتے ہین مین اُسپر اپنی جان قربان کرون۔ یہ اتحاد تو وہ ہی جسکے انبیا و اولیا خواہان ہو کر فائز بالمراد ہوے۔ اور وہ اور مین اُسکی مثال بیان کرتا ہون۔ خیال کرو۔ سورج اور چاند کی شکل آئینے مین کسطرح سے نظر آتی ہی۔ حالانکہ وہ اپنے مقام پر ہین اور بعینہ اُن کی صورت یہان آئینے مین نظر آتی ہی۔ آئینے مین ایک نسبت اُنکی پیدا ہوتی ہی۔ جس سے وہ دونون اُسمین اپنا چہرہ دکھاتے ہین (بقیہ بر صفحہ ۲۵۱)

(رسالہ سپہ سالار) اس طائفہ علیا کی اصطلاح مین حقیقت محمدی[1] باعتبار تعین
اول ذات احدیت سے عبارت ہی۔ و مظہر حقیقی احدیت حقیقت محمدی و باقی
مراتب موجودات مظہر حقیقت محمدی ہین۔ و حقیقت محمدی عقل اول کہ یہی
روح اعظم ہی اول ما خلق اللہ العقل و اول ما خلق اللہ نوری و اول ما
خلق اللہ روحی صورت محمدی وہ صورت کہ روح اعظم تمامی اسما و صفات
کے ساتھ اُسمین ظاہر ہوئی۔ اور جس طرح نبوت ذاتی کہ اخبار ذات و صفات
حضرت الٰہی سے اولاً و بالذات روح اعظم کو ہی کہ حقیقت آن حضرت ہی آخر
مین بھی ختم نبوت آپ ہی کی صورت پر عرض ہوئی۔ باقی انبیا بعض کمالات
آنحضرت کے ایک مظہر ہین۔ نبوت آنحضرت کی ازلی و ابدی ہی قال
رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم حاکیاً عن اللہ تعالی۔ انا اقرب

(بقیہ از صفحہ ۲۵۰) ایسا ہی جب عارف عاشق کا دل مثل آئینہ صاف ہو جائے اُسمین بھی جمال معنوی اپنا جلوہ دکھا کر محو اور مست بنادے۔ اب اس سے یہ کہان لازم آیا کہ ذات حق تعالی دل مین اُتر آئی یا وہ حلول ہو گیا تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا جو اس اتحاد کا منکر ہو کافر ہو جاسے کیونکہ یہ خاصہ انبیا و اولیا کا ہی اور ان کے حال سے انکار کرنا صاف کفر ہی والعیاذ باللہ من ذلک ۱۲

[1] حضرت قدوۃ المحققین نجم الملۃ والدین محمد عز الدین المغربی قدس سرہ در جام جہان نمامی فرمایند کہ کہ وحدت تش منشاے احدیت و واحدیت شد و مراتب ازلیت و ابدیت گشت و رابطہ ظاہریت و باطنیت و واسطہ اولیت و اخریت آمد کہ حد فاصل اشارت بدوست و برزخ جامع عبارت ازوست و حقیقت محمدی خود اوست۔ صاحب عین المعانی می فرمایند کہ اول تعین اولتعین علم ست کہ خود بر خود بہ نفس خود تجلی فرمود بے توہم تقدم جہل و استتار فقدان و غیبت و او را اسامی مختلفہ است یعنے تعین اول و حقیقت محمدی و وحدت صرف و کنز الکنوز وغیرہا۔ ۱۲

بک منک پس مصطفےٰ علیہ السلام چون پیش وجود حق خود را ندید وانچہ دید ہمہ حق دید لاجرم گفت من رانی فقد رای الحق حریق آتش عشق ومحبت غریق بحر توحید ومعرفت حضرت شیخ فرید الدین عطار بسیر نامہ مین فرماتے ہین رحمہ اللہ ؎

مصطفےٰ آمد درین رہ ذات حق — این کسے داند کہ خواند آیاتِ حق
مصطفےٰ را حق بدان و حق بہ بین — تا رسی در قرب رب العالمین
احمد ست اینجا احد ای مرد کار — سر حق را با تو گفتم آشکار
میم را بردار احمد شد احد — فہم کن معنے اللہ الصمد
ہست این اسرار جائے دگر — سرّ این را کے شناسد کور و کر

دوہرہ

محمد محمد جگ سکھے پیخنھے ناہین کوئے
احمد میم گنوائیا کہ کیون دوجا ہوئے

لہ مثلاً یَدُ اللہِ فَوقَ اَیدِیھِم ج وَمَا رَمَیتَ اِذ رَمَیتَ وَلٰکِنَّ اللہَ رَمٰی ج ۱۲
سے کلام قدسی مین ہے ثم سالت یارب من ای شیء خلقت الملائیک قال خلقت الملائکۃ من نور الانسان وخلقت الانسان من نور ذاتی۔ نور الانسان سے مراد نور آنحضرت صلعم ہے جیسا کہ خود فرمایا اول ماخلق اللہ نوری وروحی وعقلی وخلقی۔ انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری اب اس اظہار مین شان تنزلی آئی احمد بلامیم سے تعبیر ہوئی جسمین مرتبہ حقیقت کی طرف اشارہ ہے والکنایۃ ابلغ من الصراحۃ ۱۲
سے حدیث قدسی ہے یا محمد انت انا وانا انت کلھم یطلب رضائی وانا اطلب رضائک یا محمد خود حضور نے فرمایا۔ یا ابا بکر لو یعرفنی حقیقۃ غیر ربی
(بقیہ بر صفحہ ۲۵۳)

نے گنجد در انجا میم احمد	احد شد در زبان احمد محمد
کجا ماند کسے آن جائے گاہی	محمد محو شد ماند الٰہی
(چو آن بیچون دریں چون کرد آرام	محمد شد پئے روپوشیش نام)

اب جامعیت انسان کامل کا ظہور ہے۔ قرب کا اظہار نور علی نور ہے وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي۔ روح انسانی کی اضافت اپنی طرف کرنا صرف تخصیص کا صاف قرینہ کہ خصوصیت کامل شامل ہے

نفس ز نفحہ حق ست جسم تو لاشیٔ	نگر کہ چیستی ۳ اے گم شدہ نکو بشناس
عوام کے بتواند شنید نکتہ من	نسیم مشک تحمل کجا کند کناس

(بقیہ از صفحہ ۲۵۲) ترا چنانکہ توئی دیدۂ کجا بیند — بقدر بینش خود ہر کسے کند ادراک۔ ۱۲

ف ۱ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل شان نزول این حدیث آن ست کہ وقتے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا در رسیدند حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمودند من انت فرمودند انا عائشۃ باز فرمودند من عائشۃ فرمودند بنت ابی بکر باز فرمودند من ابوبکر فرمودند صدیق محمد باز فرمودند من محمد۔ حضرت عائشہ صدیقہ دانستند کہ حضرت علیہ السلام در عالم دیگراند و چون حضرت علیہ السلام بہوش آمدند حضرت عائشہ ماجرا اظہار نمودند آنحضرت علیہ السلام فرمودند لی مع اللہ وقت الخ بدانی جائیکہ محمد از محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خبر ندارد از عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) چہ خبر دارد (محبوب السالکین) ۱۲

ف ۲ اسیطرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کے اس ارشاد مین المسجد بیت اللہ والمسجد بیت کل تقی تخصیص واضافت کرامت مکان کے لیے ہے ورنہ اللہ تعالی مکان سے منزہ و پاک ہے۔ ۱۲

ف ۳ حضرت شیخ فانی فی اللہ و باقی باللہ شاہ کلیم اللہ قدس سرہ در کشکول می فرمایند۔ کہ آن وجود مطلق قبل ازین کہ متعینے بوجود ظلی کونی پیدا نماید مخفی بود و ازان بے نشان نشانے نبود و بمقتضاے محبت خود بخود ازان حضرت تنزل بمراتب الٰہی و کیانی فرمود و در ہر متعینے باعتبار تقید بذلک التعین باسم عاشق بر آمد (بقیہ بر صفحہ ۲۵۴)

قال اللہ تبارک وتعالیٰ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ج حضرت ذوالجلال ترا خود خلیفۂ خود خوانده۔ وپیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم می فرمایند اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ متضمن این معنی بزرگے می فرماید ؎

چو آدم را فرستادیم بیرون	جمال خویش بر صحرا نهادیم
جمال ما بہ بین زین راز پنهان	کہ بر چشم تو آن پیدا نهادیم
اگر حیثیت نباشد آنچنان دان	کہ گوهر پیش نابینا نهادیم

ترا شاید کہ در خود نظر کنی کہ کیستی وچیستی واز کجائی۔ از غیر شناختن خلافت تو یکے را داغ لعنت بر جبین شد قال اللہ تعالیٰ اِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ

(بقیہ از صفحہ ۲۵۳) وباعتبار رفع خلاف التعین باسم معشوق جلوہ گر آمد پس کمال ہر تعین آن ست کہ رجوع بآن اطلاق کند واز بیرنگی کہ برآمده بازبآن رسد گفتگوئے ما در تعین خاص حضرت انسان ست کہ مظہر جامع ذات وصفات آمده واز سائر تعینات بصفت حمل امانت ممتاز گردیده پس کمال آن ست کہ بسرحد فنا فی اللہ رسیده باقی بہ بقا باللہ باشد۔ سیر اول سیر الی اللہ ست وسیر ثانی سیر فی اللہ۔ نہایت در اول ست نہ در دوم۔ ۱۲

؎ کلام قدسی میں ہے قال اللہ لی جعلت الانسان مطیعتی وجعلت سائر الاکوان مطیعة الانسان حق تعالیٰ نے فرمایا اے غوث بزرگ میں نے انسان کو اپنا فرمان بردار اور باقی چیزوں کو انسان کا فرمان بردار کردیا ہے یعنی انسان آمر سب چیزیں مامور انسان حاکم باقی محکوم لسان الامین لسان اللہ والانسان ظل اللہ فی الارض (شارح فرماتے ہیں) انسان زمین میں خدا کا سایہ ہے اور اُسکا خلیفہ۔ اے عزیز عالم کبریٰ میں حق تعالیٰ کی ذات شخص کی مثال پر ہے اور انسان مثل سایہ کے۔ جیسے کہ جنبش اور قرار قیام وقعود سایہ کے لیے اپنا کچھ بھی نہیں ایسا ہی انسان کی حرکت اور قرار قیام وقعود وغیرہ حق تعالیٰ کے سوا نہیں ہے ھو الحی القیوم۔ لا تتحرک شیء الا باذن اللہ کے یہی معنے ہیں ؎ جبکہ تو سمجھے کہ سایہ کس کا ہے ✻ مل گیا تجھکو وہ طالب جسکا ہے ✻ اے عزیز یہ خطاب محب محبوب سے ہے۔ کہ تو کامل انسان ہے قیام اور قعود وحرکت سکون وغیرہ جو تیری ذات سے سرزد ہوں وہ سب کے سب میری طرف سے ہیں (بقیہ صفحہ ۲۵۵)

عطار کی روح گلاب روح اللہ روحہ ۵

آدم معنی ندیدی ای لعین　　روح پاکش رحمۃ للعالمین
او من ست و من اویم تو بیخبر　　لاجرم در راہِ ما ہی کور و کر
گر ترا دیدہ بُدے در راہِ ما　　آدم ما را تو دیدی ہیچو ما
آدم معنی جمال دوست دان　　ہرچہ غیر آدم ست آن پوست دان

وبایددانست کہ خلیفہ قائم مقام مخلف شود۔ مادام کہ اوصاف مخلف در خلیفہ متجلی نمی فرماید خلیفہ نباشد قولہ تعالی وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا یعنی بیاموخت وبمشاہدہ نمود آدم علیہ السلام را جملہ اسماے خود را۔ وجملہ صفات کمالات خود را

(بقیہ از صفحہ ۲۵۴) تیرا حکم عین میرا حکم ہے اور تیرا کیا ہوا خاص میرا کیا ہوا ہے۔ سب جہان تیرا فرمان بردار ہے یا غوث الاعظم نعم الطالب انا ونعم المطلوب الانسان ونعم الراکب الانسان ونعم المرکوب لہ سائر الاکوان۔ قال لی یا غوث الاعظم الانسان سری وانا سرہ لو عرف الانسان منزلتہ عندی لیقول فی کل نفس من الانفاس انا الملک لا الملک الا لی۔ قال لی یا غوث الاعظم خمیر الانسان ونفسہ وروحہ وسمعہ وبصرہ ولسانہ ورجلہ کل ذلک اظہرت النفس بنفسی لا ھو الا انا ولا انا غیرہ اے عزیز یہ اس محبوب کے ساتھ راز ہے جو انسان کامل واکمل ور نور ہی نور ہے اگر محب کو ڈھونڈھیں محبوب کو پائیں محبوب کو ڈھونڈھیں تو محب کو پائیں۔ یہ خودی اور ہستی کا فنا ہو جانا ہے جسکی طرف اذا تم الفقر فھو اللہ مشعر ہے۔ جب دوئی اور خودی کا حجاب نہ رہا تو یگانگی اور قرب حقیقی نے منھ دکھایا لا حجاب بینی وبینہ میرے اور بندے کے درمیان کوئی حجاب نہ رہا۔ یہی انتہاے فقر اور مقصود اصلی ہے۔ یہ وہی سمجھے گا جو اسکا اہل اور مذاق رکھتا ہو۔ یہی عرفان حقیقی ہے مقصود آفرینش بھی یہی ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۰ صوفیہ فرماتے ہیں لیعبدون ای لیعرفون اسی سے عنوان تحریر میں آیت قرآنی لکھدی گئی۔ مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۰

تو مباش اصلا کمال اینست وبس　　تو درو گم شو وصال اینست وبس۔ ۱۲

درو تعبیہ کرد اِلّا القدم والوجوب پس گشت آدم خلیفہ حق تعالیٰ۔ صاحب فصوص الحکم قدس سرہ فرماتے ہین ومن شرط الخلیفة ان یکون علی صورة المستخلف مولوی معنوی قدس سرہ کا ارشاد ہے

نے غلط گفتم کہ نائب با منوب	گر دو پنداری قبیح آید نہ خوب
نے دو باشد تا توئی صورت پرست	پیش او یک گشت کز صورت برست
چون بصورت بنگری چشمت دو است	تو بنورش درنگر کان یکتو است
لاجرم چون بر یکے افتد بصر	آن یکے باشد دو ناید در نظر
نور ہر دو چشم نتوان فرق کرد	چونکہ بر نورش نظر انداخت مرد

مکتوبات جوابی حضرت مخدوم الملک شرف الحق والدین یحییٰ منیری قدس سرہ مین ہے۔ معلوم ست کہ یک عالم جوہر فرشتہ مقدس و مطہر خاک تیرہ را چون سجدہ کند[1]

[1] چون نبودی ذات حق اندر وجود٭ آب و گل را کے ملک کردے سجود٭ مولانا شاہ امجد علی قدس سرہ فرماتے ہین سے حرمت سے ملائک نے اُسے سجدہ کیا ہے٭ جس وقت کہ وہ صورت انسان مین آیا٭ جواہر غیبی مین ہے۔ چون حضرت حق سبحانہ تعالیٰ از مقام احدیت بواسطہ ظہور و اظہار تنزل نمود بصورت حقیقت انسانی کہ روح اعظم و عقل کل ست تجلی فرمود انسان عبارت از مجموع روح و جسد و ہیئت اجتماعی ست و اصل و حقیقت او روح اعظم و عقل ل ست کہ مخلوق اول و در مرتبہ دوم از مراتب وجود واقع ست پس تمامی حقائق عالم مظہر حقیقت انسانی ست کہ حقیقت انسانی بصورت ہمہ عالم ظاہر شدہ و حقیقت انسانی آئینہ مجلاے جناب حق سبحانہ تعالیٰ ست۔ و عالم مرآت انسان کامل ست ازین جہت مجموع عالم مفصل مسمی بانسان کبیر ست و بسبب این جامعیت مستحق خلافت گشتہ زیرا کہ خلیفہ باید کہ بصورت مستجمع اوصاف مستخلف بود (جیسا کہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے ارشاد فرمایا) والانسان مظہر جامعیت ذات ست اجمالاً و تفصیلاً بخلاف افلاک و عناصر و غیرہا کہ ہر کدام ازانہا مظہر صفتے و اسمی ست ازان جمعیت لہذا از حمل امانت (بقیہ بر صفحہ ۲۵۷)

وخاک ملوث و مظہر خلیفہ چون بود ان اللہ خلق آدم علی صورتہ چون کشف شود۔ این ہمہ ذوق گردد۔ انوار الرحمن میں ہے

آل موسی کو دریغا تاکنون	عابدان عجل را ریزند خون		

مولانا عبد العلی محمد قدس سرہ در شرح خود نوشتند رد آن ست کہ زوجہ شیخ گفتہ بود کہ شیخ مثل عجل ست و معتقدان او مثل عابدان عجل اند۔ وحاصل آن کہ شیخ مظہر جامع حق ست و چنین نور دارد کہ اگر این نور در عجل بودے عجل قبلۂ کرم بودے واگر قبلہ کہ کعبہ شریفہ است خالی ازان نور بودے قبلہ نبودے بلکہ مثل صنم بودے۔ خلاصہ آنکہ قبلہ مظہر الہ است والہ با جمیع اسما و صفات خود دران مشہود می شود۔ برای ہمین قبلۂ عبادت گردیدہ واگرنہ این چنین بودے پس حق در ہمہ جہات ست وعبادت سوے ہمہ جہات مشروع نیست مگر بسوی کعبہ شریفہ۔ وانسان کامل کہ شیخ ابوالحسن قدس سرہ باشد فردیست از افراد او

(بقیہ از صفحہ ۲۵۶) مظہریت آن جمیعت ابا آوردند۔ وانسان قبول آن نمود پس بفضل جناب الٰہی کرم نامتناہی روح را خلعت جمیع اسما و صفات جمالی وجلالی پوشانیدہ در مسند آفرینش مکرم وموقر فرمود۔ وصورت روح در آئینۂ وجود آدم منعکس شد۔ جملہ اسما و صفات جناب الٰہی درو متجلی گشت وخطاب انی جاعل فی الارض خلیفہ در رسید وبر منشور خلافت او این توقیع آمد ان اللہ خلق آدم علی صورتہ وبر لواے کرامت او این آیہ ظاہر شد وعلم آدم الاسماء کلھا وملائکہ را بسجدہ او فرمود کیونکہ ملائکہ میں یہ کمال وجمعیت نہ تھی بعض مظہر صفت جمال بعض مظہر صفت جلال۔ اور آدم جامع صفت جمال وجلال۔ خلقتہ بیدی اسی سے عبارت ہے خلاصہ اینکہ ؎ گرچہ اُس نور کا ہے یون تو سبھی جا پہ ظہور + پر کھلا خوب طرح صورت انسان مین آ ؎ من خدا را آشکارا دیدہ ام + صورت انسان خدا را دیدہ ام + ۱۲

ومظہر الٰہیہ ہم ماہیت باجامعیت ست۔ مرخلائق عالم را واسماے انفعالیہ را
وجامعیت او کامل ست لہذا خلیفہ گردید۔ اگرچہ بصورت عنصریہ خود مظہر ہم
ہادی ست لیکن بنظر حقیقت وباطن خود مظہر ہمہ اسماست۔ پس در انسان
کامل مرتبہ اُلوہیت ست وظاہر انسان کامل عابد باطن خود ست الانسان
سرّی وانا سرّہٗ انسان میرا سر ہی یعنے مین ظاہر ہون اور وہ میرا باطن اور
مین انسان کا سر ہون کہ وہ میرا ظاہر اور مین اُسکا باطن۔ عارف[1] کو دونون
مشاہدے میسر ہین۔ کبھی حق سبحانہ تعالیٰ کو باطن پاتا ہی اپنے کو ظاہر کبھی
اپنے کو باطن اُسکو ظاہر۔ ہر کہ حق را دوست دارد حق وی را نیز دوست دارد
کما جاء فی الکلمات القدسیۃ اذا احبّ العبد لقائی احببت لقاءہٗ و
قال النبی صلعم حاکیاً عن اللہ تعالیٰ یا عبدی کن لی اکن لک وما کان
لی یکون لک۔ من رای محبا اللہ[2] فقد رای اللہ حقیقت انسانی
مظہر وآئینہ سر حقیقت والوہیت ہی۔ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ سے

---

[1] از جعفر خلدی رح پرسید ندکہ عارف کیانند گفت ہم ماہم ولو کانوا ہم لما کانوا ہم ؎ ایشان کہ بوند ایشان ایشا نبوند ایشان ٭ ایشان کہ نہ ایشانند ایشان ہمہ ایشانند ۱۲

[2] قال قطب الاقطاب وفرد الاحباب الشیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ من رای محبًّا اللہ فقد رای اللہ۔ حضرت غوثیت مآب کا ارشاد ہی کہ جو اللہ کے دوستون مین سے کسی کو دیکھے اُسنے بیشک اللہ کو دیکھا (رسالہ نوریہ) حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کی حکایت مین فرماتے ہین ؎ چون مرا دیدی خدا دیدۂ ٭ گرد کعبہ صدق برگردیدۂ ٭ خدمت من طاعت وحمد خداست ٭ تا نہ پنداری کہ حق از من جداست۔ ۱۲

یہ معیت[1] ظاہر۔ پھر بھی روح وجسم کی سی مغایرت ہی من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ـــ

ہم بصورت عالم صغری توئی	ہم بمعنی عالم کبری توئی

ملک بالتست۔ وملکوت بالتست۔ وجبروت بالتست وخداوند جل وعلی بالتست توئی جامع اسمائے الٰہیہ وحقیقت کونیہ۔ خواجہ عطار قدس سرہ فرماتے ہین ـــ

ہمین آدم بود معبود عالم	ہمین آدم بود مقصود عالم
ہمین آدم توئی گر بازدانی	ہمہ عالم توئی گر رازدانی
بلکہ[2] منا ترا تشریف دادہ	ازان معنی دری برتو کشادہ
ازین در اندر آتا شاہ باشی	بمعنی گر رسی اللہ باشی

طالب ومطلوب۔ مرید۔ وپیر۔ نائب ومنوب کا بہانہ ہی حقیقۃً عشق ہی عشق ہی

[1] حضرت مخدوم بہاری المنیری قدس سرہ مکتوبات مین فرماتے ہین۔ این معیت را ایع می گویند جز آن سہ معیت کہ معلوم ومفہوم متکلمان ست وی را بر حقیقت می رانند و می گویند کہ حق تعالی با ہمہ ذرہاے موجودات بذات خود موجود ست اما معیت او نہ چون معیت اجسام ست با اجسام کہ او جسم نیست و نہ چون معیت عرض ست بہ عرض کہ او عرض نیست و نہ چون معیت جوہر ست با جواہر کہ او جوہر نیست۔ آرے اے برادر معیت روح با جسد مثال معیت حق ست با کل کائنات زیرا کہ روح نہ بیرون قالب نہ درون قالب است نہ متصل بہ قالب و نہ منفصل از قالب بلکہ روح از عالم دیگرست وقالب از عالم دیگر۔ بر روح عوارض اجسام واجزا را از دخول وخروج واتصال وانفصال وجز آن ہیچ نیست وبا این ہمہ ہیچ ذرہ از ذرات قالب نیست کہ روح بہ او بہ حقیقت موجود نیست معیت حق سبحانہ تعالی با ذرات عالم ہمین مثال ست من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اشارت برین سر است ۱۲

اور سب فسانہ ہی۔ عشق وہی جو مقید سے آزاد۔ اطلاق سے دور مطلق ہی مطلق ہی۔ باقی زق رق بق بق ہی۔ جامعیت انسانی تعلقات روحانی کی نہایت کہان۔ اس ابتدا کی انتہا کیسی اسکی حدو غایت کہان۔ سچ تو ہی اول و آخر کی تحدید کا یہی بانی مبانی ہی ہر تحدید مین آپ ہی آپ۔ آپ اپنا ثانی ہی الانسان بنیان الرب متضمن اینمعنے بزرگے می فرماید ؎

خدا را من خدا کردم تو بنگر	وگرنہ کو خدا کو بندہ ابتر

ایک اور بزرگ کا ارشاد ہی انا اصغر من ربی بسنتین خواجہ عطار قدس سرہٗ فرماتے ہین ؎

تا نیامد جان عالم آشکار	رہ ندانستند سوی کردگار
رہ پدید آمد چو آدم شد پدید	زو کلید ہر دو عالم شد پدید

حضرت امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ انسان کی جامعیت سے خبر دیتے ہین ؎

داءک فیک وما تشعر	دواءک منک ولا تبصر
وتزعم انک جرم صغیر	وفیہ انطوی العالم الاکبر
وانت الکتاب المبین الذی	باحرفہ یظہر المضمر
وانت الوجود ونفس الوجود	وما فیک الموجود لا یحصر
فلا حاجۃ لک فی خارج	فیخرج عنک ما یسطر

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ فرماتے ہین ؎

انا القرآن والسبع المثانی	وروح الروح لا روح الاوانی
فوادی عند مشهودی مقیم	یشاهده وعندکم لسانی
شد بہ نقش موج ما دریا عیان	انچہ در عالم تو جویائی منم
چون ظہور جملہ اشیاء بماست	مظہر اوصاف رحمانی منم
ہر دو عالم شد بنور ما عیان	اصل ہر پیدا و پنہانی منم
نیست عالم در حقیقت جز طلسم	گنج بے پایان اگردانی منم

غرض یہ کہ جو کچھ تحت کُن ہی ظہور حق ہی۔ خواہ جمیل[۱] ہو خواہ قبیح اور کمال ظہور انسان معنوی[۲] مین ہی۔ نہ ظاہری مین۔ محل ظہور انوار کلمۂ طیب کہ مراد شجرۂ طیبہ ہی

[۱] روے مہ رویان بہ مناسبت نور و لطف و رحمت با تجلی جمالی شباہت داشتہ باشد و زلف بتان شوخ دلربا را بمناسبت ہر طلسمات و پریشانی و حجاب با تجلی جلالی نسبت تام بودہ باشد۔ و روے و زلف محبوبان تمثال و نمودار تجلی جمالی و جلالی باشد (شرح گلشن راز) چشم گر این ست و ابرو این و ناز و شیوہ این ٭ الفراق اے زہد و تقوی الوداع اے عقل و دین ٭ ۔۱۲

[۲] الناس علی ثلاثۃ اقسام قسم یشبہون البہائم اولٰئک کالانعام بل ہم اضل ج وقسم یشبہون الملائکۃ۔ وقسم یشبہون الانبیاء۔ اسی آخر قسم مین سے انسان معنوی یا انسان کامل ہی اور یہ کمال اجسام و نفوس انسانی روح و دل سے خارج ہوجاتا ہی۔ اول تزکیۂ نفس (زہد) دوسرے تصفیۂ قلب (عرفان) تیسرے روح کی صفائی (عشق) یعنے روح کو غیر کی محبت سے پاک و صاف رکھنا چوتھے سر کا روشن کرنا (ذات) ذات حق تعالی کی معنی ہی اور اُسکی صفتین صورت۔ صفتین معنے۔ اسما صورت اسما معنے۔ افعال صورت۔ یعنے لاہوت معنی۔ جبروت صورت۔ جبروت معنی۔ ملکوت صورت۔ ملکوت معنی اور ناسوت صورت ہی۔ معنے کے لیے آنکھین بھی معنوی چاہیین۔ کلام قدسی مین ہی۔ (بقیہ بر صفحہ ۲۶۲)

(اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرۡعُهَا فِی السَّمَآءِ) یہی انسان ہی جسکی شان یحیی ویمیت ہی۔ (الا ان اولیاء اللّٰہ لایموتون ولکن ینقلون من دارٍ الی دارٍ) اسی کی نسبت فرمایا۔ الانسان سری وصفتی لاینفک عن ذاتی۔ انسان کامل ہی جامع صورت خوب ومعنی پاکیزہ ہی۔ اسی انسان اکمل کو ہادی کہو یا راہبر اور راہبر راہنما نہین ہو سکتا جب تک جملہ صفات

(بقیہ از صفحہ ۲۶۱) قال لی یا غوث الاعظم قل لاصحابک من اراد منکم ان یصل الی فعلیہ الخروج من کل شیٔ سوائی کلام مجید مین ہی قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرۡهُمۡ انھین معنون مین ہی۔ من انس باللّٰہ استوحش عن غیر اللّٰہ۔ اُن کا سراسرار کا محل ہو جاتا ہی۔ جسکا کشف جائز نہین نہ اُسکا بیان ممکن ہی جب ذات فنا ہو صفتین بھی اُٹھ جاتی ہین ایسا ہی ظہور احدیت کا وحدت سے ہی جب یہ اُٹھ جائے تو واحد واحد اور احدیت احدیت رہجائے ؎ ہست این اسرار از جائے دگر * سرّ این را کی شناسد کور وکر * ؎ دید لیلی کے لیے دیدۂ مجنون ہی ضرور * میری آنکھون سے کوئی دیکھے تماشا تیرا۔ ۱۲

؎ صاحب توحید اہل باطن یا انسان معنوی کو از راہ وحدانیت ممتاز جانتا سمجھتا ہی کہ بظاہر اہل حال وقال ایک ہی صورت رکھتے ہین۔ ۱۲

ل قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین شیخ اکبر حضرت محی الدین عربی قدس سرہ نے فتوحات مکیہ مین عجب جار علامتین انسان کامل کی تحریر فرمائین اور جو مشہور عام ہین اسکی پابندی کیجائے تو ریا و سالوس والے بالخصوص وہ ملّا نے جو دستار فضیلت لپیٹ کر ڈاڑھی بڑھا گھٹنا اُٹھا جُبہ قبہ سنبھال (العلم مجنوع فی طی لسانہ لا فی طیلسانہ مرد زبان مین پوشیدہ ہی نہ چادر مین) بلاے ناگہانی یا حشرات الارض کی طرح کہ برسات مین زمین سے اُبل پڑتے ہین ادھر اُدھر شہرون گانون مین دورہ کرتے سادہ لوحون کو پھانستے پھرتے ہین ممکن کہ پہچان نہ لیے جائین۔ لطف یہ کہ مدعی فقر و فنا پیری مریدی کا لیکا۔ اور تبحر علمی کے دعوے سب پر مستزاد وہی مثل مار ون گھٹنا پھوٹے آنکھ فرخ آباد مشغلہ یہ کہ رات دن بندگان صالح کنج خمولی کے بیٹھنے والون کی غیبت برائی بوجہ کا حسد مکر و تلبیس غرض سراسر نفسانی شیطانی وساوس مین مبتلا ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ واللّٰہ لصوص الدین اور قطاع الطریق ہین۔ گدھے بوجھ لادے یا یہ کہو کہ جبہ قبہ کی گون ڈالے مارے مارے پھرتے ہین (بقیہ بر صفحہ ۲۶۳)

حق کے ساتھ موصوف نہو تخلقوا باخلاق اللہ درین معنی صوفی می فرماید
الانسان ھو اللہ۔ قلبُ المؤمن عرش اللہ تعالیٰ ولا یسعنی ارضی
ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبد المؤمن یہان بھی قلب انسان کامل
کی طرف اشارہ ہے جیساکہ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے
تصریح فرمائی قال النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حاکیاً عن اللہ تعالیٰ
قلب المؤمن اکبر من العرش واوسع من الکرسی وایضاً قال
علیہ السلام قلب المؤمن حرم اللہ وحرام ان یلج فیہ غیر اللہ
امام ابو حامد محمد الغزالی الطوسی قدس سرہ کا ارشاد ہے الفقیر من لا قلب لہ

(بقیہ از صفحہ ۲۶۲) مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰاۃَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَاراً ۔ مثال اُن لوگون کی جن لوگون نے اُٹھایا تورات کو اور پھر اُس کی راہ اور احکام پر نہ چلے مانند اُس گدھے کے ہے جو اینٹین اُٹھاتا ہے نعوذ باللہ من علم لا ینفع نفسی حقوق سے واسطہ نہ رہا ایسے گمراہ ہوئے دوسرون کو سمجھاتے سمجھاتے خود بہک گئے بے راہ ہوئے۔ وعظ گوئی کے لیے عجب کیون نہو۔ وہ نفوس قدسیہ اور ہین خودی کا ستیاناس ہو کہین کا نہ رکھا۔ اسی نے شیطان کو راندۂ درگاہ کیا۔ کسی علم نے کام نہ دیا۔ اور کوئی ان ملاجی صوفی جی سے یہ تو پوچھیے کہ یہ انانیت ابھی تم کو کہان زیبا ہے۔ شیطانی علم کی تکمیل نہ ہوئی میراث کے دعویدار ہو گئے چہ خوش میراث پدر خواہی علم پدر آموز۔ پناہ مانگو پناہ۔ اعمال ہی اعمال ساتھ جائین گے۔ ایمان کامل کی فکر ہو تو سب کچھ نہین تو مٹی پلید ہے۔ اعتقاد صحیح کرو۔ جبہ قبہ پر نجاوے بسا امام ربانی و پیشوائے بزرگ کہ روز حشر و جزا رسوا خواہد بود یہ شیخ کا کلام ہے اور حدیث کا ترجمہ اچھا حدیث سنو ان اشد الناس عذاباً یوم القیامۃ عالم لم ینفعہ اللہ بعلمہ عمل پر آؤ تو ایک یہی حدیث کافی ہے۔ دوسرون کو مطلب کے لیے بہکاتے منواتے ہو خود مانو تو سمجھین کہ ملا ہو صوفی ہو نہین مسخرۂ شیطان ہو ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۱۲

ولا ربّ لہ۔

سید الطائفہ حضرت خواجہ جنید رحمہ اللہ نے فرمایا الفقیر لا یحتاج الیٰ نفسہ والی ربّہ۔

بزرگے می فرماید الفقیر لا یحتاج الی اللہ

سید الطائفہ فرماتے ہین (بعض نے یہ قول خواجہ ابی سعید ابو الخیر رحمہ اللہ کا لکھا ہی) لیس فی جبّتی سوی اللہ۔ اذا احبّ اللہ عبدًا عشقہ وعشق علیہ فیقول عبدی انت عشقی ومحبّی وانا عشیق ومحب لک اردت ام لم ترد۔

عین القضاۃ رحمہ اللہ فرماتے ہین الفقیر ھو اللہ الصوفی ھو اللہ الھادی ھو اللہ الشیخ[۱] ھو اللہ

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم می فرمایند قلب المؤمن مرآۃ الربّ یہ مرآت نہین ہی مگر شیخ کامل جیسا کہ بزرگان سلف نے تصریح فرمائی جب انوار حقیقی شیخ مین متجلّی ہون اور انھین مین فنا[۲] ہو جائے پھر بجز حق اور کیا

---

[۱] گفت المعنی ھو اللہ شیخ دین ۔ بحر معنیہا ست رب العالمین ۔ (مصراع ثانی وصف شیخ دین ہست)

[۱]ـہ چونکہ دادی دست خود در دست پیر ۔ پیر حکمت کو حکیم ست وخبیر ۔ کو نبی وقت خویش ست اے مرید ۔ زانکہ او نور نبی آمد پدید۔ ۱۲۔

[۲] بدانکہ چون ما مشاہدہ حق کنیم خود را مشاہدہ کردہ باشیم ۔ وچون حق تعالی ما را مشاہدہ فرماید خود را مشاہدہ کردہ باشد از بہر آنکہ ما آئینہ حقیم وحق آئینہ ماست کہ المومن مرآۃ المؤمن (پہلے مومن سے اسم اللہ تعالی مراد ہی) پس اگر ما او را نگریم خود را ببینیم واگر او ما را ببیند خود را دیدہ باشد کہ نظر کنندہ در آئینہ ہر آئینہ خود را بیند (بقیہ صفحہ ۲۶۵)

باقی رہتی ہے۔ چنانکہ عارفے گفتہ است اذا تم الفقر فھو اللہ ع

فقر ز تو شد تمام خواجہ خدائی مکن

انیس العاشقین میں ہے۔ شیخ در حقیقت ہمین عشق ست کما قال المشایخ
لا شیخ ابلغ من العشق زیراچہ مشایخ عالم ہمہ مرید شیخ عشق اند۔ باید دانست
کہ ہر کہ بشیخ عشق رسید او بحقیقت شیخ شد الشیخ یحیی ویمیت وبدین قوت
مشایخ گفتہ اند لو ارادوا ان یتصرفوا یجری تصرفھم وہر کہ بشیخ عشق نرسید
او بحق نرسید گمراہ شد کقولہ علیہ السلام ان اللہ خلق الخلق فی الھوی
ثم القی علیہم من نورہ فمن اصاب ذلک النور فقد اھتدی ومن
اخطأ ضل وآن را کہ نور عشق رسید او ہدایت یافت وہر کہ از نور عشق باز ماند

(بقیہ از صفحہ ۲۶۴) نہ آئینہ را (جواہر غیبی) ۱۲

سے فنا عبارت از زائل شدن تفرقہ وتمیز ست میان قدم وحدوث زیراکہ چون بصیرت روح منجذب بمشاہدہ جمال الٰہی شد نور عقل کہ فارق بود میان اشیا در غلبہ نور ذات مختفی ومستتر گشت کاختفاء انوار الکواکب عند ظھور الشمس ہستی مجازی سالک وجمیع کثرات در پرتو تجلی ذاتی بالکل محو ونابود گشت واین حالت را جمع نیز نامند زیراکہ جمیع کثرات درین تجلی رنگ وحدت گرفتہ واحد شدہ اند وکثرات واغیار فانی شدہ ولم یبق الا الحی القیوم ودرین حالت ہرچہ از سالک استماع افتد بحقیقت گویندہ آن حق ست چہ ہستی سالک درمیان نیست ودرین مقام ست کہ بایزید قدس سرہ فرمود لا الہ الا انا فاعبدونی وسبحانی ما اعظم شانی این چنین فرمودہ اند قدوۃ المحققین شیخ محمد بن یحیی بن علی الجیلانی قدس سرہ در شرح گلشن راز ۱۲

ل چشم بتو افتادہ وجودم ہمہ خاک شد ÷ ہر چیز کہ در کان نمک رفت شد نمک شد ÷ ع چو نتو بر چیزی نشیند حق بجات ÷ سے تا تو بیداری خدا باشد نہان ÷ تو نہان شو تا کہ حق گردد عیان ÷ ۱۲

اوگمراہ شد۔ چنانکہ درحق موسی (علیہ السلام) فرمود اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّۃً مِّنِّیْ ج کسے کہ بدین دولت مخصوص ست چرا ادنی نہ گوید۔ مرشد کامل یا انسان کامل یا عشق یا بدرجۂ تنزل محبت ہی کیون نہو۔ غرض یہی قطرہ دریا یہی دریا سمندر۔ یہی تجرید یہی تفرید[۱]۔ اسی کے سب ساجد یہی مسجود[۲] ہی اسکی دعا مستجاب یہی مستجاب الدعوات ہی۔ مگر آن نہ شنیدۂ کہ رابعہ بصری (رضی اللہ عنہا) در بادیہ مشغول بود کعبہ را فرمان عزت در رسید کہ برو رابعہ را طواف کن کہ کعبۂ تو رابعہ است۔ چون رابعہ رضی اللہ عنہا کعبہ بود سجدہ پیش وی فرض بنمود از ان کہ رابعہ پیر زمانہ بود۔ قلب المؤمن عرش اللہ تعالیٰ و آن قلب غیر قلب شیخ نتوان گفت۔ مثنوی شریف مین حضرت بایزید بسطامی اور پیر بینا دل کی حکایت مشہور ہی

گفت طوفی کن بگردم ہفت بار	وین نکوتر از طواف حج شمار
چون مراد یدی خدا را دیدۂ	گرد کعبہ صدق برگردیدۂ

۱ ظاہری تعلقات قطع کرنے کو تجرید باطنی علایق قطع کرنے کو تفرید کہتے ہین۔ مونس الفقرا مین ہی التجرید انقطاعك عما سواہ والتفرید غیبتك عن رویۃ ما سواہ ۱۲

۲ در مرصاد العباد است کہ ملائکہ را سجدۂ آدم فرمودند سبب آن بود کہ حق تعالیٰ آدم را بنور ذات متجلی کرد سجدہ بحقیقت آدم را نبود۔ نور ذات وصفات حق تعالیٰ را بود چنانچہ امروز سجدہ قبلہ وکعبہ را نیست ہر رب الکعبہ و قبلہ راست۔ و پیش مشایخ کہ سر بر زمین می نہند بخ نیست آن تعظیم و تکریم نور ذات وصفات معبود حقیقی ست کہ مشایخ و اولیا بدان نور متجلی اند ۱۲

خدمتِ من طاعت و حمد خداست	تا نہ پنداری کہ حق از من جداست

دوسری جگہ شیخ کامل کی صفت مین فرماتے ہین ؎

آن دعاے بیخودان خود دیگرست	گفتۂ او نیست گفت داور است
آن دعا حق می کند چون او فناست	آن دعا و آن اجابت از خداست

حدیث شریف ہی کنتُ سمعہ وبصرہ ویدہ ورجلہ ولسانہ فبی یسمع وبی یبصر وبی یبطش وبی یمشی وبی ینطق سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین۔ لو اعطاك روحانیۃ عیسی ونجوی موسیٰ وخلۃ ابراھیم صلوات اللہ علیہ فاطلب ما وراء ذلك فان فی خزائن عظمتہ ما وراء ذلك کثیرا کثیرًا ان کی کیا بات ان کا کیا کہنا۔ پھر اُسی مصرع کے لکھنے کو جی چاہتا ہی مصرع

فقر زتو شد تمام خواجہ خدائی مکن

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۲ اب مصطلحات صوفیہ

ــلــ یہی فنا معائنہ ہی المعاینۃ رویۃ اللہ بلا حجاب وھو الفناء اصطلاح صوفیہ مین ذات بے کیف کو پردۂ تجلیات اسما وصفات مین دیکھنا مشاہدہ کہلاتا ہی۔ اور رویت حضرت حق سبحانہ وتعالی بے پردۂ تجلیات معاینہ ہی۔ معاینہ کی تعبیر فنا سے اسی باعث ہوئی کہ حق مطلق کو بے قید تعین دیکھنا ممکن نہین پس حق سبحانہ وتعالی کو بے تعین عیان دیکھنا بطریق مجاز ہی نہ حقیقت گویا دیدن اینجا بمعنی نابودن ست ۱۲

ــ۲ــ کلام قدسی مین ہی قال لی یا غوث الاعظم ان لی عبادا سوی الانبیاء والمرسلین لا یطلع علی احوالھم احد من اھل الدنیا ولا احد من اھل الآخرۃ ولا احد من اھل الجنۃ ولا احد من اھل النار وما خلقتہم للجنۃ ولا للثواب ولا للعقاب ولا للحور ولا للقصور فطوبی لمن آمن بھم (بقیہ بر صفحہ ۲۶۸)

صوفیہ کی بھی ایک جھلک دیکھ لو۔ نہین مانتے نہ مانو۔ انکار بھی نہ کرو یہی صراط مستقیم ہے اللھم اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ٥ امین امین یا اللہ العالمین بحرمتہ سید المرسلین وآلہ الطاہرین واصحابہ الراشدین واولیاء امتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین لسان الغیب حافظ شیراز قدس سرہ کے کلام پر بعض ظاہر بین کو کلام تھا دفع وساوس کے لیے

(بقیہ از صفحہ ۲۶۷) وان لم یعرفھم یا غوث انت منہم ومن علامتہم فی الدنیا ان احسامھم محرقۃ من قلۃ الطعام ونفوسہم محرقۃ من الشہوات وقلوبھم محرقۃ من الخطرات وارواحھم محرقۃ عن الخطیئات وھم اصحاب البقاء المحترقون بنور اللقاء قال لی یا غوث الاعظم اھل المعاصی محجوبون بالعصیان واھل الطاعۃ محجوبون بالطاعۃ ولی وراءھم قوم اخرون لیس لھم غم المعصیۃ ولا لھم غم الطاعات وھم العارفون۔ یہ گناہ وعبادت دونون حجابات ظلمانی ونورانی ہین۔ گناہ والے ناامید ہوے۔ طاعت والے عبادت پر بھروسہ کرنے والے ہوئے۔ کوئی دنیا کی جہت سے کوئی قیامت کی جہت سے پردے مین رہا عارف دونون سے بغیر صرف ذات مطلق کو مطلق سمجھا۔ ایک ہی سے واسطہ تعلق رہا مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ جنت دوزخ سے بھی بے پروا۔ تذکرۃ الاولیا مین حضرت رابعہ رحمہا اللہ کے حال مین ہے۔ گفت الٰہی مارا ہرچہ از دنیا قسمت کردۂ بہ دشمنان خود دہ۔ وہرچہ از آخرت قسمت کردۂ بہ دوستان خود دہ کہ مارا تو بسی۔ وگفت خداوندا اگر ترا از ترس دوزخ می پرستم در دوزخم بسوز واگر از امید بہشت می پرستم بر من حرام گردان واگر از برائے تو ترا می پرستم جمال باقی از من دریغ مدار وگفت الٰہی کار من وآرزوے من در دنیا از جملہ دنیا یاد تست ودر آخرت از جملہ آخرت لقاے تو۔ آن من این ست ہرچہ خواہی می کن ؎

	تسبیح ملک را وصفا رضوان را دنیا جم را وقیصر وخاقان را		دوزخ بد را وبہشت مر نیکان را جانان ما را وجان ما جانان را ۔۱۲	

حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ محدث قدس سرہ نے ایک رسالہ کمال الشفی تحریر فرمایا ارشاد ہوتا ہے۔ پس اگر سوختہ جانے برعایت غیرت معشوقے سوز وگداز خود را بطرز دیگر ظاہر ساختہ وبااوپرداختہ ہیچ نقصے وعیبے ندارد۔ دوسری جگہ فرماتے ہین۔ لسان ایشان لسان اللہ ست وقال ایشان قال اللہ ؎

بیشک آن آواز خود از شہ بود بسیرِ قصہ سیمرغ وقصہ ہدہد	گرچہ از حلقوم عبداللہ بود ؎ کسی رسد کہ شناسای منطق الطیرست

عارف کے اس شعر کی شرح ؎

می خور و مصحف بسوز و آتش اندر کعبہ زن

ساکن بت خانہ باش و مردم آزاری بکن

حضرت شاہ غوث علی قلندر قادری پانی پتی قدس سرہ نے بیان فرمائی کہ مقامات کی تصریح ذکر کے اقسام ظاہر ہوتے ہین۔ ایک بزرگ فرماتے ہین۔ انا اللہ لا الہ غیری دوسرے کا ارشاد ہے ؎

چندان کہ آرزوے تو در سینہ جاے کرد	واللہ کہ آرزوے خدا ہم محقرست

؎ یہ کوئی مصطلحات صوفیہ سے نہین۔ صرف ادق ہونے کی وجہ سے ان مقولون کو مصطلاحات صوفیہ مین شمار کیا۔ بالخصوص یہ شعر شیخ کامل کی مدح مین ہے جیسا کہ حضرت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ نے تصریح فرمائی۔ ارشاد ہوتا ہے۔ وبرخے اکابر برآنند کہ فردا حق تعالی ہر کس را تجلی بصورت محبوب او کند کہ در صورت ملائم لذت مشاہدہ زیادہ باشد۔ نقل ست از حضرت شیخ مظفر بلخی کہ می فرمودند اگر فردا حق تعالی بصورت شیخ شرف الدین تجلی نکند ہرگز بسوی او التفات نکنم ؎ اگر فردا نبینم صورت دوست ❊ (بقیہ بر صفحہ ۲۷۰)

تیسرے فرماتے ہین الناس کلھم عبید لعبیدی وقس علی ھذا مکتوبات
جوابی مین ہے۔ اے برادر اصحاب سلوک را چند معنے پیش می آید و آن ہمہ از
عالم ملکوت ست چون خواہند کہ درین عالم در عبارت آرند جز بعبارت کفر و
شرک و زنار و بت درست نیاید۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔ وازین کلمات

(بقیہ از صفحہ ۲۶۹) چہ کار آید مرا گر صورت اوست ٭ و نزدیک بعضے ازین طائفہ مقرر شدہ کہ تجلی بے صورت ممکن نیست۔ و مشاہدہ عروس معنوی بے نقاب صوری صورت نہ بندد۔ پس کدام تجلی عالی تر از صورت شیخ و کامل تر از مشاہدۂ پیر خواہد بود کہ مرید دران صورت لذت مشاہدہ خواہد گرفت۔ پس ہرگاہ کہ طالب صادق صورت شیخ وا با این نوع معتقد باشد چہ عجب اگر گوید خطے کہ در مشاہدہ شیخ و لذتے کہ در معائنہ آئینہ پیر کردہ ام از روے خطے و لذتے کہ از غیر صورت شیخ یافتہ شود اگرچہ بصورت الوہیت بود محقر ست۔ و کمل را در مشاہدہ صورت چندان معنی و یقین می گردد کہ فتح حجاب ہمان خواہد بود۔ کما قال علی رضی اللہ تعالی عنہ۔ لو کُشِفَ الغِطَاءُ ما ازْدَدْتُّ یقیناً۔ ۱۲

ل صاحب گلشن راز قدس سرہ می فرمایند ؎ مجازی نیست احوال حقیقت ٭ نہ ہر کس یابد اسرار طریقت۔ شارح قدس سرہ می فرمایند۔ یعنے احوال حقیقت کہ انبیا و اولیا علیہم السلام ازان اخبار فرمودہ اند مانند لی مع اللہ وقت و مثل قول حضرت امیر المومنین اسد اللہ الغالب (کرم اللہ وجہہ) انا العلم وانا اللوح المحفوظ وانا العرش و انا الکرسی وانا السموات السبع والارض و حکایت درین معنی از اولیا بسیار منقول ست مانند انا الحق و سبحانی ما اعظم شانی وانا الفاعل فی ھذا العالم و غیرہا پس کسی فکر باطل نکند کہ سخنان چند مجازی غیر واقعی ست و حقیقتے نداشتہ است چہ این ہمہ احوال کاملان ست کہ در مراتب کشف و شہود برایشان ظاہر شدہ و ایشان بآن متحقق گشتہ اند و بیان حالات واقعی فرمودہ اند و نہ چنان ست کہ ہر کسے اسرار طریقت می توان یافت چہ این معنی مشروط بشرائط بسیار ست۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ در مرج البحرین می فرمایند کہ انچہ ازین طائفہ در حالت سکر و غلبۂ حال صادر گردد قولاً و فعلاً طریق اسلم در انجا تسلیم است و ترک مبادرت بانکار و اعتراض یا عدم جواز تقلید۔ یہ فیصلہ آخری ہے نہیں مانتے نہ مانو۔ انکار بھی نہ کرو۔ یہ غلبۂ حال یا فقدان ضبط و اختیار اسکا اندازہ اہل حال ہی کرسکتا ہے۔ وہ بھی جب ایسے کلمات و حالات ہوں ورنہ خیریت ہے ؎ تو چہ دانی زبان مرغان را ٭ کہ ندیدی گہے سلیمان را ٭ ۱۲

آمی شنود کہ اے کافر و اے مشرک و اے بت پرست و اے زنار دار و
اے سگ تو ما را نشائی این را در عالم محبت ناز و دلال و کرشمۂ محبوب گویند
با محب۔ و این طائفہ را در شنیدن این کلمات آن ذوق ست کہ در تحریر نیاید

من لم یذق لم یدر

نازو گہ کرشمہ و گہ خشم و گہ عتاب — مسکین دلم چرا نشود زین ہمہ خراب

دوسری جگہ فرمایا۔ و آنکہ نگشتہ بود جز فرائض و سنن ہمہ تاراج شد لاجرم مصرع

آنجا کہ سلطان خیمہ زد غوغا نماند عام را

ہنوز کار بیش ست

عشق را امروز فردا کے بود — کفر و دین اینجا و آنجا کے بود

اے برادر سعادت آن مرادست کہ او را بدو نمایند پس گویند بت[1] خانہ و کفر
و شرک و بدی۔ اکنون چنگ بر دامن فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ زن تا بدولت
وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ رسی و جمال ایمان بینی مصرع

کافر نشوی عشق خریدار تو نیست

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین دو شخص مرید ہونے آئے۔ آپ
نے کہا کہو لا الٰہ الا اللہ شبلی رسول اللہ ایک نے یہ کلمہ پسند
نہ کیا چل دیا۔ دوسرا طالب صادق تھا کہا کہ مین تو آپ کو کچھ اور ہی سمجھ کر

[1] ما شغلك عن الحق فهو طاغوتك ۔ من شغلك عن الله فهو صنمك ۔ ۱۲

آیا تھا آپ تو ایک درجے کم نکلے آپ نے اُسے مرید کیا۔ مرید کی ارادت کا امتحان مدنظر تھا۔ یہ طبیب روحانی ہین انکا کفر بھی عین ایمان۔ ایمان کی جان ہی۔ بیم ورجا سے دور یقین وشک سے الگ فنا وبقا سے واسطہ نہ افراط وتفریط سے کام الایمان بین الفناء والبقاء سے ربط وضبط ہی۔ ان کے ظرف وسیع اِن کا حوصلہ بلندان کی باتون مین درد یہ خود سراپا درد مجسم

سلہ اسرار الاولیا مین ہی۔ چون درویش ازین ہفتاد ہزار مقام می گذرد مقام او در ہیچ فہم و وہم کس نگنجد تا کجاست و درین اشارت غیری درمیان نمی گنجد۔ وآن سرست درمیان بندہ ومولی کشف آن سر کسے نداند مگر خدائے تعالی۔ انگاہ شیخ الاسلام نعرہ بزد واین مثنوی بزبان مبارک راند۔ مثنوی این ست کہ گفتہ می شود مثنوی۔ چو درویش را کار بالا کشید ٭ بیک لحظہ سر برثریا کشید ٭ چنان غرق گردد بدریاے عشق ٭ کہ یکدم سر از عشق بالا کشید ٭ بعد ازان فرمود کہ اے درویش وقتے خواجہ بایزید در عالم شوق واشتیاق بود۔ از چشمہاے خواجہ خون روان شد زمانے چون باز آمد فرمود آن زمان کہ یک قدم زدم بر عرش رسیدم۔ بانگ بر عرش زدم کہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ۝ اے عرش دوست را بہ تو نشان می دہند پس عرش گفت اے بایزید چہ جاے این حدیث ست کہ مرا نیز حق را بہ دل تو نشان می دہند۔ اے بایزید اکثر آسمانیان اند از زمینیان نشان حق می طلبند واکثر زمینیان اند از آسمانیان نشان حق می طلبند۔ بعد ازان فرمود کہ اے درویش مقصود ازین سخن مرتبہ درویشی ست یعنی مرد درویش بدان مرتبہ می رسد کہ بہ یک قدم از عرش بالا تر ازان می گذرد وانگاہ فرمود کہ اے درویش وقتی برادرم شیخ جلال الدین تبریزی پیش قاضی بدایون کہ او را نجم الدین سنامی گفتندے می گذشت پرسید کہ قاضی نجم الدین چہ می کند گفتند در نماز ست شیخ فرمود کہ قاضی نماز کردن می داند باشد کہ سخن بسمع قاضی رسید بر فور بر شیخ آمد وگفت این چہ سخن ست کہ شما گفتند فرمود آرے گفتہ ام زیرا چہ نماز علما دیگر ست ونماز فقرا دیگر قاضی پرسید چہ سبب گفت ازانکہ علما قبلہ را برابر نہ بینند نماز نہ گذارند اما اگر قبلہ غائب شود بدل چیزے کنند ہر طرفے کہ دل جاے دہد ہمان سمت نماز بگذارند اما فقرا تا آن زمان کہ عرش را برابر نہ بینند نماز نہ گزارند۔ الغرض قاضی بازگشت در خانہ آمد شب را قاضی خواب دید کہ شیخ جلال الدین بالاے عرش مصلا انداختہ نماز می گذارد واز ہیبت قاضی بیدار شد (بقیہ صفحہ ۲۷۳)

شوق واشتیاق۔ خود بھی کیسے خود ہی بھی کہان کوئی اور ہی جلوہ گر کسی اور
ہی کے وصل وفراق پھر وہی مصرع یاد آیا مصرع

فقر زتو شد تمام خواجہ خدائی بکن

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کے اس مقولے پر الولایۃ افضل من النبوۃ
ظاہر بین گھبرائے کہ غیر نبی کو نبی کہنا کیسا اُس سے بڑھا دیا۔ مراد عام لیکر
خدا جانے کیا کیا بنایا اور یہ نہ سمجھے کہ ولایۃ النبی افضل من النبوّۃ
کی طرف اشارہ ہی جس سے انکار کی گنجایش ہی نہین۔ شرح مثنوی شریف
مین ہی لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملك مقرب ولا نبی مرسل
مرا با اللہ تعالی وقتی ست کہ نہ وسعت کند مرا دران وقت ہیچ فرشتۂ مقرب ونہ
نبی مرسل یعنے آن سرور علیہ السلام را از جہت ولایت جامع او قربی ست
کہ دران غیر شریک نمی تواند شد بلکہ او ہم بما انہ کہ مرسل ست دران قرب

(بقیہ از صفحہ ۲۷۲) بر شیخ آمد معذرت بسیار کرد وگفت کہ بخشیدہ می باید بود شیخ فرمود اے نجم الدین این کہ دیدی
جلال درویش را بر عرش نماز می گذارد این کمترین درجۂ درویشان ست اما درویشی مقامی ازین بیشتر ست اگر
نمودار کند بر جائے نمانی واز بسیارے نور ہلاک شوی (فوائد الفواد مین بھی یہ حکایت تھوڑے تفاوت کے
ساتھ ہی مگر قاضی کا نام کمال الدین جعفری درج ہی) ۱۲

لہ چو کفر و دین بود قایم بہ ہستی ✤ شود توحید عین بت پرستی ✤ (گلشن راز) شارح می فرماید چون
کفر و دین بہ حسب صورت از امور متضادّہ اند قائم بہ ہستی و وجود اند و ہستی مطلق حق ست پس ہر آئینہ
کہ توحید و یگانہ گردانیدن حق عین بت پرستی باشد چہ اگر کفر و بت را من حیث الحقیقت غیر دانی شرک
باشد و قایل توحید حقیقی نباشد۔ ۱۲

نمے توانند شد و این اشارہ است بآنکہ ولایت آن سرور علیہ السلام افضل است از نبوت او و این ست معنی ان الولایۃ افضل من النبوۃ بعض اکابر فرماتے ہین۔ بدایت[1] الاولیاء نہایت الانبیاء جنھین اس کوچے سے مس نہ تھا کیا کیا غوغا نہ مچا[2] یا یہ مقولے تو شطحیات بھی نہین نہایت صاف ہین۔ بعد خرابی بصرہ سمجھے تو کیا۔ خدا جانے کیا سمجھ بوجھ کر خاموش ہوئے بعض ابتک وہی پرانی گمراہی کی لکیر پیٹ رہے ہین کہ اس اجمال کی ضرورت کیا ایسی گفتگو کی حاجت کیا۔ تفصیل ہوئی جب بھی بھڑک نہ گئی۔ لطائف اشرفی مین ہے۔ حضرت قدوۃ الکبری سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ می فرمودند کہ در ملازمت حضرت شیخ علاء الدولہ سمنانی قدس سرہ المبارک جماعتے نشستہ بودند و بحث بدایۃ اولیاء نہایت الانبیاء می گذشت فرمودند جماعتے گفتہ اند بدایۃ الاولیاء نہایۃ الانبیاء آن را عذرے ہست کہ ایشان

[1] یہ ارشاد شیخ سعد الدین حموی قدس سرہ کا ہے۔ ۱۲

[2] مچا یا۔ اب بھی مچاتے ہین اور ہمیشہ مچائین گے۔ خاندان چشتیہ صابریہ مین معمول ہے کہ افتتاح مکاتیب مین کلمۂ حق حق حق درج ہوتا ہے۔ بس بھڑک گئے کہ خلاف سنت ہے۔ اخبار الاخبار مین حضرت مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ اسی کی نسبت فرماتے ہین لا باس فیہ ابھی انھین یہ نہین معلوم کہ کچھ دن ہوئے یہ طریق عام طور سے جاتا رہا خاص طور سے اب بھی ہے کہ بجائے سلام علیک الحمد للہ یرحمکم اللہ ہر کام کے شروع و آخر مین بعد صلوۃ و تکبیر و فاتحہ غرض کل کامون مین اسی کلمۂ حق حق حق کی تکرار ہوتی ہے جیسا کہ اخبار الاخیار مین تصریح موجود ہے۔ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ط ۱۲

ازین سخن ایں خواستہ اند بدایۃ الاولیاء نہایۃ الانبیاء فی الشریعۃ
ونہایۃ الاولیاء بدایۃ الانبیاء فی الطریقۃ قدوۃ المحققین حضرت شیخ ابراہیم
شطاری قدس اللہ سرہ آئینہ حقایق نما شرح جام جہان نما مین ارشاد فرماتے
ہین - ولایت باطن نبوت ست ونبوت ظاہر ولایت - پس ولایت لازم نبوت
است یعنے بے ولایت نبوت ظاہر نمے شود - چراکہ ولایت قرب حق تعالیٰ ست

لے یہ باتین اہل درد اہل محبت جانتے بلکہ سمجھتے ہین - جب ہی پتے کی کہتے موقع کی سناتے ہین حضرت
شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ کا ایک شعر لکھتے ہین اور جو کچھ اسکی شرح حضرت مخدوم کچھوچھوی قدس سرہ
نے فرمائی وہ بھی دیکھو اور اقوال صوفیہ کسی انداز کے ہون منکر نہو - اپنی عقل کی کوتاہی سمجھو جس
کوچے مین تم نے قدم نہ رکھا ہو اُسمین عقلی تکّے کیون چلاؤ - نہین مانتے نہ مانو - منکر بھی نہو - کہین
ایسا نہو کہ انکار فصوص آخر بہ انکار نصوص آرد کا معاملہ ہو - اللھم احفظنا ۵ لے روے
درکشیدہ بہ بازار آمدہ ٭ خلقے بدین طلسم گرفتار آمدہ ٭ یعنے آنکہ روے خود راکہ پرتو ظاہر وجود
است بروے پوش تعینات وصورت کشیدہ وپوشیدہ بہ بازار ظہور آمدہ خلقے طلسم صور کہ بر روے
گنج مخفی کشیدہ بہ واسطہ کثرت تعینات متباینہ وآثار مختلفہ گرفتار بعد وہجران وغفلت وپندار غیریت
گشتہ با خود بواسطہ سرایت پرتو جمال آن روے در روے پوش مظاہر وصورت جمیلہ گرفتار بلاے عشق
ومحبت گشتہ بعضے عاشق معنے وبعضے عاشق صورت - صاحب گلشن راز قدس سرہ می فرمایند ۵
دران موضع کہ نور حق دلیل ست ٭ چہ جاے گفتگوے جبرئیل ست ٭ شارح قدس سرہ فرماتے ہین ہرگاہ
کہ نور تجلی الٰہی رہبری نماید سالک اللہ الہ را بمقام محو اثنینیت وکمالی برساند وسالک واصل بے وسیلہ واکہ حق را
بنور حق مشاہدہ می نماید وجبرئیل کہ صورت متمثلہ عقل ومظہر علم ست در مقام فنا راہ ندارد زیراکہ در مرتبہ فنائی
علم وعقل وادراک وشعور وسائر صفات محو می گردد وفناے حرف را با علم وشعور منع جمع ست پس ہر آئینہ
جبرئیل را درآن مقام کہ نور الٰہی دلیل می شود راہ نباشد وگفتگوے وپیغام او دران مرتبہ راہ نمائی
نتواند کرد ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ۵

[redacted]	کراماً کاتبین راہم خبر نیست - ۱۲		میان عاشق ومعشوق رمزیست

تا نبی را قرب نباشد۔ معجزہ کہ اثر قدرت مطلق ست از وے ظاہر نگردد و فیض مطلق را بخلق رسانیدن نتواند۔ وخلق مقید بحق مطلق نرسد۔ چرا کہ میان حق وخلق واسطہ نبی ست در ہر عصرے ودر ہر دورے اگر آن واسطہ درمیان نباشد مقید بمطلق ہرگز نرسد۔ جواہر علیمی مین ہی نبوت واسطہ و برزخ میان ولایت ورسالت ست۔ چہ نبوت مشتق از انبا است۔ و انبا اخبار ست از حقایق الٰہیہ۔ یعنے معرفت ذات وصفات واسماء وافعال واحکام الٰہی۔ واین اخبار دو قسم ست یکے اخبار ست از معرفت ذات و صفات واسماء۔ واین مخصوص ولایت مطلق ست خواہ از نبی بظہور آید خواہ از ولی غیر نبی۔ ودوم جمیع آن اخبارات ست کہ با تبلیغ احکام شرعیہ وتادیب اخلاق وتعلیم حکمت وقیام بسیاست واین مخصوص برسالت ست۔ واین را نبوت تشریعی می نامند۔ واول را نبوت تعریفی۔ ونبوت تشریعی مختتم برسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گشت فاما تعریفی کہ لازم ولایت مطلق ست۔ تادر خاتمۂ ولایت کہ آن امام مہدی ست علیہ السلام

حدیث علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل بھی نہایت مشہور ہی (یہان علماء سے مراد علماے ربانی یعنے اولیاء اللہ ہین) نہ یہ جنگ وجدال والے کور باطن دنیا پرست۔ ع چارپائے بروکتابے چند * اللہم احفظنا منہم آمین

لہ حال اپنی گذری ہوئی باتون کو کہتے ہین اور قال دوسرے کے واقعہ گذری باتون کو (بقیہ بر صفحہ ۲۷۷)

معرفت ذات باعتبار صفات یہی کہ عالم صفات حق ہی۔ ظہور کنندہ ذات مطلق ہی۔ حقیقت واحد کا طور۔ نہ کچھ فکر نہ کچھ غور۔ تجلی ذات وصول الے الذات (واصل باللہ) کا یہی مقصد کہ جو جب تھا اب بھی ہی الآن کما کان نہ کہ معرفت کنہہ کہ ممتنعات سے ہی۔ رہی توحید احسانی اُسکا یہی منشا کہ باقی اب بھی موجود۔ ہمیشہ سے ہی ہمیشہ رہیگا لا موجود الا اللہ ظاہر ساجد باطن مسجود۔ اللہ۔ اللہ۔ اللہ۔ ؎

کجا غیر و کو غیر و کو نقش غیر
سوی اللہ واللہ ما فے الوجود

ما رأیت شیئا الا و رأیت اللہ فیہ۔ بقا باللہ کہ کاملون کو حسب حال حاصل ہی۔ اسی کا نام کہ سالک تجلی ذاتی مین فنا بہ بقاے حق باقی۔ اپنے کو مطلق بے تعین جسمانی و روحانی دیکھتا اسکا علم کہ علم کُل ہوا۔

(بقیہ از صفحہ ۲۷۶) حال کی باتون مین اثر۔ قال کی باتون مین صرف ٹین ٹین ہی۔ خاک اثر نہین۔ اسوقت کے چارہ پایہ بر و کتابے چند والے اسی مین مبتلا ہین۔ یہ پڑھے لکھے جاہل ہین۔ ان کی صحبت سم قاتل کا اثر رکھتی ہی۔ ان کے علم کی بیل ان کے ناپاک ناصاف دلون سے بڑھتے بڑھتے ہمنشینون ہمجلیسون کے لیے خاردار جھاڑیون سے کم نہین۔ افسوس علم کی مٹی پلید ہوئی نعوذ الجاھل کروضۃ فی مزبلۃ جاہل یعنے انھین ملا صاحب کی نعمتین اُس سبزہ کے مانند مین جو نجاست پر اوگا ہو ۱۲

ؔلہ سر اگر شش و فاست خود می آید
بیہودہ چرا در پے او می گردی
ور آمد نش روا ست خود مے آید
بنشین اگر او خدا ست خود مے آید ؎

مالا جپون نہ کر جپون اور مکھ سے کہون نہ رام
مورا رام ہم کو جپے تو مین پاؤن بسرام۔ ۱۲

ؔلہ معشوق و عشق و عاشق ہر سہ یکیست اینجا
چون وصل در نگنجد ہجران چہ کار دارد۔ ۱۲

تمام ذرۂ کائنات پر محیط سب کا مشاہدہ کرتا۔ جمیع صفات الٰہیہ سے ساتھ متصف قیوم و مدبر عالم ہوتا اور کوئی چیز سوا اپنے نہین دیکھتا ہی یہی کمال توحید عیانی ہی ؎

آنکه سبحانی همین گفت آن زمان	این معانی گشته بود او را عیان
هم ازین رو گفت آن بحر صفا	نیست اندر جبه ام غیر خدا
آن انا الحق کشف این معنی نمود	گر بصورت پیش تو دعوے نمود
لیس فی الدارین هر کو گفته است	در سرّ این معنی چه نیکو سفته است
چو نماند از توئی با تو اثر	بے گمان یابے ازین معنی خبر

مکتوبات جوابی مین ہی۔ آنکه نوشته بود حال غلبه کرده همچنین گمان بردم که گوئی این سخن کسے می گوید که سبحانی ما اعظم شانی۔ بحروف و صوت نمی شنوم اینجا اے برادر حروف و صوت چه کند جواب این مسئله تمام از خواجه عطار شنو که گفته است اگر شاید درختی بجر اسود انی انا الله را چرا نشاید که منصور حلاج بجر اسود انا الحق را۔ رسالۂ مکیه مین۔ و روی الغزالی رحمه الله فی الاحیاء حاکیا

؎ تا در تو ز پندار تو هستی باقی ست	میدان بیقین که بت پرستی باقی ست
گفتی بت پندار شکستم رستم	این بت که ز پندار شکستی باقی ست

سوال صاحب گلشن راز قدس سره می فرمایند ؎

انا الحق کشف اسرار ست مطلق	بجز حق کیست تا گوید انا الحق

یعنے انا الحق کشف اظهار اسرار ست مطلق یعنے بے شائبه شک و شبه وحاشا که هرزه و بے معنی باشد (بقیه ۲۷۹)

عن النبی علیہ السلام قال الشیخ فی قومہ کالنبیؐ فی امتہ لطائف
اشرفی میں ہی۔ حضرت قدوۃ الکبری می فرمودند کہ منقول است کہ اکابر
فرمودہ اند کہ پیر بشابہ نبی ست در حق تربیت الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ ؎

اے کہ گفتی فرق نبی از ولی گفتم کہ پیمبر سے تو یا پیر	ہر دو یکی ان و رہا کن دوئی ؎ گفتا کہ دوئی زراہ برگیر قطعہ
بدان کہ پیر سراسر صفات[لہ] حق باشد بہ پیش تو چو کف ست و بوصف چون دریا	اگرچہ پیر نماید بصورت بشری بہ پیش خلق مقیمست و ہر دمش سفری

حضرت مولانا جامی قدس سرہ فرماتے ہین ؎

مثنوی طور ست و موسی مولوی مثنوی مولوی معنوی من چہ گویم وصف آن عالیجناب	موسی بے لن ترانی مثنوی ہست قرآن در زبان پہلوی نیست پیغمبر ولے دارد کتاب

(بقیہ از صفحہ ۲۷۸) وغیر حق کیست وموجود دیگر کجاست تا انا الحق گوید ؎

چو کردی خویشتن را پنبہ کاری　　　تو ہم منصور وار این دم بر آری۔ ۱۲

لہ اتصفوا باوصاف اللہ صفات بشریت سے دور ہو کر اللہ کی صفتون سے متصف ہونا اور یہ چار حجابات کے اُٹھنے پر موقوف ہی۔ اول حجابات دنیا اور اُسکی لذتین۔ دوسرے دین اور اُسکی لذتین تیسرے حجاب اُخروی اور اُسکی کرامتین۔ چوتھے شعور۔ جب فقر کی آگ نے یہ چارون حجاب جلادیے پھر نور ہی نور باقی رہا اور یہی نور ہدایت ذات پر ہی۔ انھین حجاب کا اُٹھنا جمعیت نصیب ہونا تفرقے کا مٹنا اور گویا فقر کا تمام ہونا ہی۔ یہی معنی ہین اذا تم الفقر فھو اللہ کے ؎ فانی خود شو کہ تا یابی نجات
چون تو برخیزی نشیند حق بجات + رزقنا اللہ وایاکم۔ ۱۲

حضرت مولانا عبدالرحمن صوفی رحمہ اللہ کے ملفوظات انوار الرحمن لتنویر الجنان مین ہی۔ بعد استماع این اشعار (حضرت مولانا ے جامی) فرمودند من میگویم مصرع

ہست پیغمبر بہ بین دارد کتاب	

یلے از حضار محفل مقدس عرض کرد کہ در اطلاق قرآن بر مثنوی معنوی جاے تامل ست۔ فرمودند۔ بدہ وجوہ ثابت شدن می تواند کہ در قرآن مجید و مثنوی شریف بجز زبان عربی و پہلوی فرقے دیگر نیست۔ آگے وجوہ بیان فرمائے ہین۔ پہلی وجہ مین ارشاد فرماتے ہین۔ بس مضامین مثنوی معنوی از حق بر قلب مولانا کہ پیغمبر وقت خود بودند۔ از قسم ثانی ست۔ نہ از قسم اول دوسری جگہ ہی۔ میان محمد غوث ناقل اند کہ یک بار بخاطر مرزا صاحب موصوف (مرزا کلن مرید خاص حضرت مولانا) گذشت کہ بممالک دیگر سیاحت کرده با بزرگان ہر یک جا ملاقات باید کرد۔ آن حضرت بر خطرهٔ شان مشرف گشتہ فرمودند کہ در چہ خیال افتادهٔ کسے پیغمبر وقت خود را گذاشتہ بجای دیگر میرود ۔ بہ توحید خدا اگر کثرت و وحدت نہ شد فرقے

بچشم خویشتن او را خدا دیدم خدا دیدم

ارشاد شد کہ حضرت سلطان المشایخ قدس سرہ با پیر خود آن تا رتعشق داشتند کہ روزے با خواص خلفاے خویش گفتند کہ ہرگاہ حق سبحانہ تعالی لقائے خود

خواہد نمود اگر بصورت شیخ فرید گنج شکر متجلی خواہد شد خواہم دید والا نخواہم دید۔ لطائف اشرفی میں ہی۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ می فرمودند۔ مرید[1] را باید کہ مراد وے جز شیخ[2] نبود

[1] صاحب مصباح الہدایہ قدس سرہ می فرمایند۔ کہ مرید و مراد را بر دو معنی اطلاق کنند یکے بمعنی مقتدی و مقتدا۔ و دیگرے بمعنی محب و محبوب۔ اما مرید بمعنی مقتدی آنست کہ بصیرتش بنور ہدایت بینا گردد و بہ نقصان خود نگرد و آتش طلب بکمال در نہادش برافروزد و آرام نگیرد الا بحصول مراد۔ و مراد بمعنی مقتدا آن ست کہ قوت ولایت او در تصرف بمرتبہ تکمیل ناقصان رسیدہ باشد۔ ۱۲

[2] بالخصوص اویسی کہ وہ بجز اویس اویس کچھ اور شغل ہی نہ رکھیں۔ چونکہ اویسیوں کا ذکر ہوا ضرورت معلوم ہوئی کہ اس فرقے کا تھوڑا بہت تذکرہ کر دیں۔ نفحات الانس میں حضرت مولانا جامی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ شیخ الطریقۃ شیخ فرید الدین عطار قدس اللہ تعالیٰ سرہ گفتہ اند قومے از اولیاء اللہ عزوجل باشند کہ ایشان را مشائخ طریقت و کبرائے حقیقت اویسیان نامند و ایشان را در ظاہر بہ پیرے احتیاج نبود زیرا کہ ایشان را حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم در حجرۂ عنایت خود پرورش میدہند بے واسطہ غیرے چنانکہ اویس را داد رضی اللہ عنہ و این عظیم مقامے بود و بس عالی تا کرا اینجا رسانند و این دولت روے بکہ نمایند ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وہم چنین بعضے از اولیاء اللہ کہ متابعان آنحضرت اند صلی اللہ علیہ وسلم بعضے از طالبان را بحسب روحانیت تربیت کردہ اند بے آنکہ او را در ظاہر پیرے باشد و این جماعت نیز داخل اویسیانند۔ و بسیارے از مشائخ طریقت را در اول سلوک توجہ باین مقام بودہ است چنانکہ شیخ بزرگوار شیخ ابو القاسم گرگانی طوسی را کہ از سلسلہ مشائخ حضرت ابو الجناب نجم الدین الکبریٰ بایشان می پیوندد و از طبقہ شیخ ابو سعید ابو الخیر و شیخ ابو الحسن خرقانی قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم۔ در ابتدا ذکر این بودہ کہ علی الدوام گفتی اویس اویس۔ مکتوبات حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ میں ہے۔ در متقدمین محمد معشوق ترک قبا بستہ و حضرت خواجہ نظام الدین گنجوی (قدس سرہم) اویسی بودند چنانکہ خود باین معنی اشارہ می کنند

چو از ران خود خورد باید کباب ✤ چہ گردم بدریوزہ چون آفتاب ✤ اگر بہ زخود گلبنے دیدمی ✤ گل سرخ یا زرد زو چیدمی ✤

سر حلقۂ اویسیان زمین و مقدمہ مجذوبان بسیار یمین وے بودہ است۔ در متاخرین حضرت شیخ بدیع الدین الملقب بہ شاہ مدار و حضرت خواجہ حافظ کہ نسبت بہ پیر ظاہر نکردہ اند

ہر کرا خورشید چرخ اقتدار ✤ داد براو زنگ قربت خویش جائے ✤ نیست حاجت باو زیرو میرہم ✤ گر عنایت میرود بر سر زپائے ✤

صاحب مفتاح الانوار قدس سرہ می فرمایند۔ بعضے (بقیہ بر صفحہ ۲۸۲)

ومقصودی ز سے وے جز وجود شیخ چیز دیگر نے۔ حق تعالیٰ متجلی بصورت شیخ ست
زیراچہ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ وَیُضِلُّ مَنْ یَّشَاءُ وصف حق تعالیٰ ست شیخ

(بقیہ از صفحہ ۲۸۱) نفوس قدسیہ اندکہ احتیاج ندارند بہ کسے حضرت حق تعالیٰ مرشد ایشان ست ذلک فضل
اللہ فاما با این ہمہ بیکے از روح بزرگے تعلق می بخشد کہ بہ ترتیب روحی بکمال می سازد ایشان را فیضیہ و اویسیہ
گویند۔ لمعات می ہے وذلک امر مقرر عند اھل الکشف والکمال منھم ولا شک فی ذلک
عندھم حتی کثیرا منھم حصل لھم الفیوض من الارواح وتسمی ھذہ الطائفۃ اولیسیۃ فی الاصطلاح ۱۲
لہ فوائد الفواد مین ہے۔ بندہ عرضداشت کرد کہ این شکستہ از ین ملیح کہ یار من ست و قتے سخنے شنیدہ است
وآن در دل من کار کردہ است وآن سخن اینست کہ او گفتہ است کہ حج کسے رود کہ اورا پیر نباشد خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر
چون این سخن بشنید چشم پُر آب کرد واین مصراع برزبان مبارک راند۔ ع آن رہ بسوئے کعبہ برد واین بسوئے
دوست ٭ بعد ازان فرمود کہ بعد از نقل شیخ الاسلام فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز مرا اشتیاق حج عظیم غالب
شد۔ گفتم بارے در اجودھن بروم بزیارت شیخ۔ القصہ چون بزیارت شیخ الاسلام رسیدم آن مقصود من حاصل ۱۲
شد۔ لطایف اشرفی مین ہے حضرت قدوۃ الکبرای فرمودند ارتباط قلب بحضرت شیخ از اہم مہمات ست تا مرید صادق
را ارتباط قلب نباشد ہیچ کار از پیش او نرود۔ بہ تخصیص در حالت ذکر بر مرید لازم ست کہ روحانیۂ شیخ را
برخود حاضر دارد چہ روحانیۂ شیخ غیر متحیز ست بمکانے پس ہر گاہ کہ متحیز نباشد روحانیۂ شیخ را برابر بود اورا
در جملہ اماکن ومواضع ؎ ہر جا کہ باشی خدا یار تست ٭ بہر رہ خرامے پے کار تست ٭ مرید مفارق
نبود از روحانیۂ شیخ اگرچہ مفارق بود شخصیت۔ وبُعد متعلق ست بمرید۔ چون یاد کند شیخ را مرید دل
نزدیک شود شیخ بدو۔ پس متعلق شود بر دل شیخ۔ پس فائدہ گیرد از شیخ۔ چون محتاج شود برائے
حل واقعہ وقائع خود حاضر گرداند شیخ را بہ دل خود وسوال از شیخ چیزے کہ معاینہ کند آن را بلسان ظاہر
بلسان باطن الہام کند روحانیۂ شیخ معنے واقعہ عقب ؎ دل دانائے من دارد زبانے ٭ کہ گوید
سرّ عرفان ترجمانے ٭ کسے راگر کشادہ گوش باطن ٭ بود او بشنود از حق بیانے ٭ و سیر نشود این
مگر بواسطہ ربط دل شیخ خود قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المؤمن مرآۃ المؤمن چون مرید ارتباط دل
بر شیخ کند فیض کہ در آئینہ دل شیخ فایض فائض گردد اثر آن در آئینہ دل مرید ظاہر باشد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ما صب اللہ شیئا فی صدری الا وقد صببتہ فی صدر ابی بکر ؎ از ین دل تا بآن دل راہ باشد
کسے داند کز ین آگاہ باشد ٭ چو تو در راہ دل نادر زدی گام ٭ چہ دانی حاصل منزل سرانجام ٭ ۱۲

ص گشت مع شئ زاید۔ بار دیگر ہم چنین ہوس باعث آمد باز بزیارت شیخ رفتم آن غرض حاصل

درمیان جز سبب بیش نیست حضرت قدوة الکبری بارہا حضرت شیخ مظفر بلخی را یاد می کردند و بہ عالی ہمتی وی را می ستودند۔ و می فرمودند کہ صد ہزار آفرین بدین مقولہ وی باد کہ گفتہ است۔ حق تعالی در جلوہ گاہ فردوس چون بصورت شرف الدین جلوہ نہ کند ہرگز نہ بینیم مصرع

فردوس چہ کار آید گر یار نباشد

تا کہ وجود شیخ را بہ تفرد[۱] مقصود معتقد نہ بود کار سے ازین بیش نرود و کمال اخلاص مرید نسبت شیخ آنست کہ جز وے[۲] ہمہ نقصان ست اگر این چنین کند نہ نقص آن ست سہ

۱ فوایدالفواد میں ہے۔ فرمودند کہ من وقتے در سفر بودم روزے در منزلے دراز سے رنج دیدم اگرچہ سوار بودم تشنگی اثر کرد بر لب آب گیری رسیدم از اسپ فرود آمدم خواستم تا قدرے آب بر گیرم و بخورم دلم تشنگی آورد و صفرا غالب شد دران حال کہ بیخودی شدم ہمین بر زبان من آمد کہ شیخ شیخ بعد ازان ساعتے بہوش آمدم الغرض بعد ازان مرا وثوقے تمام شد بر عاقبت کار خود کہ در خاتمت ہم امید آن باشد کہ این کسی بریاد ایشان برود انشاء اللہ تعالی ۱۲

۲ خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلی قدس سرہ کے ایک مرید کو محبت پیر کا غلبہ ہوا شیخ کے نعلین مبارک گٹھوانے کو لے گیا تھا کہنے لگا خدا کی جوتی گانٹھ دو۔ رفتہ رفتہ قاضی صاحب کو معلوم ہوا۔ محاسبہ پر آمادہ ہوے۔ سامنے بلایا دریافت کیا وہی جواب پایا۔ ستون میں بندھوا یا دُرّے لگوائے۔ جسم کی کھال نکل گئی۔ جب تک ہوش رہا وہی رٹ رہی حضور چراغ دہلی قدس سرہ کو علم ہوا۔ بذات خاص تشریف لے گئے۔ قاضی سے کہا کہ قاضی ہوئے محتسب ہوئے تفسیر حدیث فقہ سب پڑھی مگر افسوس کہ قرآن کی آیت کے معنے بھی نہ سمجھے۔ ارشاد خداوندی ہے لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ط اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمان و زمین میں ہے۔ پھر جوتی کیا اللہ کی نہ ہوئی۔ قاضی صاحب ساکت ہوئے۔ حضور نے دست مبارک سے مرید کے ہاتھ پاؤں کھولے اور اپنے ہمراہ خانقاہ شریف میں لائے

کل شیء من ظریف ھو ظریف اچھوں سے سب باتیں اچھی ہی ہوتی ہیں۔ ۱۲

کسیکہ در رہ اخلاص این چنین نرود	بہ کوے وصل دلارام نازنین نرود

خوب فرمایا من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ ہے

صحبت شیخ بہ ز ذکر خداست	ذکر با شیخ بہ ز ذکر خداست
زانکہ او نیست آن صفات خداست	وصف او نیست وصف ذات خداست

حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین۔ جز بدرقہ حضرت شیخ ازین وادیہ وحشت خیز بادیہ محنت انگیز بسر بردن ممکن نیست ہے

کیست غیر این حضرت مولا	راہ نماید بخدا جز خدا ے

حضرت موید الدین جندی قدس سرہ حضرت مولانا ے روم قدس سرہ کی مدح مین فرماتے ہین ہے

لو کان فینا للالوھیۃ صورۃ	ھی انت لا اکنی ولا اتردد

ملفوظات حضرت مخدوم کچھوچھوی مین ہے۔ از بزرگے منقول ست (غالبا یہ مقولہ عین القضاۃ ہمدانی قدس سرہ کا ہے) کہ می گوید چیزے کہ شما او را خدای می خوانند ما او را محمد می خوانیم و چیزے را کہ شما او را محمد می خوانید ما او را خدا می خوانیم ہے

با دوست پیام در نہ گنجد	خود بود کہ خود پیمبری کرد

رحمۃ للعالمین شیخ ہے

زان بیاورد اولیا را بر زمین	تا کند شان رحمۃ للعالمین

وقس علی هذا ؎

اے اولیاے حق را از حق جدا شمردہ	گر ظن نیک داری بر اولیا چہ باشد

حضرت شمس تبریز قدس سرہ کی مدح مین حضرت مولانا ے روم قدس سرہٗ فرماتے ہین ؎

پیر من و مرید من درد من و دواے من	راست بگفتم این سخن شمس من و خداے من

اما این معنی در کارخانۂ عقل نیست۔ عقل ازین معنی مفلس مادرزاد است این از عالم عشق ست اینجا نشان ازین معنی یابند العشق جنون الٰہی کار دیوانگان دیگرست و کار عاقلان دیگر۔ اچھا مجبور سمجھ کر معذور رکھو اللہ بھی مواخذہ[1] نکرے گا ؎

این چنین گر عاقلے گوید خطاست	لیکن از دیوانۂ[2] عاشق رواست

سمجھو سمجھو سمجھو ؎

دست را مسپار جز در دست پیر	حق شدست آن دست او را سخت گیر

[1] ان اللہ لا یؤاخذ العشاق بما یصدر منھم ۱۲

[2] دردہ اے ساقی یکے رطل گران * خواجہ را از ریش و سبلت وا رہان * ہین روش بگزین و ترک ریش کن * ترک این ما و من و تشویش کن * من اگر قلاش و گر دیوانہ ام * مست آن ساقی و آن پیمانہ ام * عاشقم من بر فن دیوانگی * سیرم از فرہنگی و فرزانگی * من نخواہم عشوہ دانش شنود * آزمودم چند خواہم آزمود * ہر چہ غیر شورش و دیوانگی ست * اندرین رہ دوری و بیگانگی ست * اوست دیوانہ کہ دیوانہ نشد * این عسس را دید و در خانہ نشد * ہست بر پاے دلم از عشق بند * سود کے دارد مرا این وعظ و پند * عشق و ناموس اے برادر (بقیہ بر صفحہ ۲۸۶)

نگہ۔ اتیں عقل جزئی مین نہ آئین گی۔ یہ کوچہ عشق کی راہین مجنونون دیوانون[ف۱] کی صدائین ہین سہ

کعبہ خوانم یا پیمبر مصحف ست این یا خدا | اصطلاح[ف۳] شوق بسیارست و من وا ماندہ ام[ف۲]

(بقیہ از صفحہ ۲۸۵) راست نیست + بردہ ناموس اے عاشق ما نیست + رخت خود دامن زدہ بر دوشتم + غیر حق را من عدم پنداشتم۔ ۱۲

ف۱ قال النبی صلعم لا یکمل ایمان المرء حتے یقال انہ مجنون - ۱۲

ف۲ کعبہ عام صوری ہے اور کعبہ خاص حقیقی۔ کعبہ عام ظاہر ہے اور کعبہ خاص باطن۔ کعبہ و قبلہ مقام خدمت۔ روح و دل محل محبت و معرفت۔ کعبہ ظاہر احجار۔ کعبہ باطن پُر اسرار۔ آن مقام خلیل ست و اینجا رب جلیل سہ بیا و کعبہ چہ سری زنی خدا اینجاست + بطوف مروہ کجا میروی صفا اینجاست سہ ابلہان تعظیم مسجد می کنند + در صفائے اہل دل جد می کنند + آن مجازست این حقیقت اے خران + نیست مسجد جز درون کاملان + مسجدی کان اندرون اولیاست + سجدہ گاہ جملہ است اینجا خداست۔ ۱۲

ف۳ جن صاحبون کو یہ طرز گفتگو پسند نہین۔ نہو۔ یہ اپنی اپنی اصطلاح ہے ولا مناقشۃ فی الاصطلاح صوفیہ مین متعدد فرق ہین۔ کوئی وجودی ہے۔ کوئی شہودی۔ کوئی ظلی ہے کوئی عینی۔ کوئی ہمہ اوست کا معتقد کوئی ہمہ از وست کا قائل۔ پھر بھی ایک دوسرے پر جرح و قدح کرنے کا حق نہین رکھتے۔ حضرت شیخ محی الدین عربی قدس سرہ کے ماننے والون مین دو فریق ہین۔ ایک اُن کی ہر بات کو ما نتا دل سے معتقد۔ دوسرا بعض کو مانتا بعض سے انکاری ہے۔ وہ فرعون کے ایمان کو ایمان یاس نہین قرار دیتے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا آنا جنت برزخیہ سے فرماتے اور دوزخ کے عذاب دائمی کے ویسے معتقد نہین (امام اکبر قدس سرہ فنائے نار و انقطاع عذاب کفار کے معتقد ہین) جیسا کہ عام اہل اسلام ہین اتباع سواد اعظم ہی کی مقبول ہے یہان یہ مسائل صرف اختلافات کی بنا پر دکھائے گئے۔ اور یہ منشا ظاہر کیا گیا کہ ان مسائل کے پیرو یا خود امام اکبر قدس سرہ اپنے انھین اعتقادات کی بنا پر یہی محققین صوفیہ کرام کے نزدیک (ان مسائل مین نہ سہی) قابل اتباع سمجھے جاتے ہین علما سے ربانی خواہ خود ان مسائل کو نہ مانین مگر انھین بھی مورد الزام نہین سمجھتے۔ رہا اپنے اپنے معتقدات کی پیروی کا واجب ہونا جیسا کہ آگے کہا گیا اور جسکی تصریح بھی کر دیگئی یہ صرف اشاعرہ و ماتریدی یا وجودی و شہودی کے لیے ہے کہ با وجود اختلافات بھی جسکی بنا لفظاً ہے نہ معنیاً (بقیہ صفحہ ۲۸۷)

یا علاء الدین روح اللہ روحہ خذ بیدی ٥

مرحبا یا مجتبیٰ یا مرتضیٰ ان تغب جاء القضا ضاق الفضا

انت مولی القوم ان لا یشتہی قد ردی کلا لئن لم ینتہ ٥

اے مرا تو مصطفیٰ من چون عمر وز برائے خدمتت بندم کمر

ہان اے قوم بشنوید بشنوید ٥

دست او را حق چو دست خویش خواند پس یَدُ اللہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ براند

دست پیر از غائبان کوتاہ نیست دست او جز قبضۂ اللہ نیست

ہر کہ خواند ہمنشینی با خدا گو نشیند در حضور اولیا

(بقیہ از صفحہ ۲۸۶) مجازاً ہے نہ حقیقۃً اور جس کا نتیجہ واحد ہے مستحق اجر و ثواب ہیں - ایک کی پسند دوسرے کی ناپسند سے جرح و قدح لازم نہیں آتی - نہ یہ حق حاصل کہ ایک اپنے اعتقادات کو دوسرے سے خواہ مخواہ منوائے یا اسکو حق نہ سمجھے) پھر بھی ان عقائد کے ماننے والے اور امام اکبر رحمہ اللہ کے معتقد سلف سے اس وقت تک بہ کثرت پائے جاتے قابل اتباع سمجھے جاتے ہیں - عقاید میں حنفی علماء امام ابو المنصور ماتریدی رحمہ اللہ کے تابع ہیں اور وجہ اتباع یہ کہ امام موصوف تین واسطے سے امام اعظم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں - اشاعرہ صفات فعلیہ اللہ جل شانہ کو حادث کہتے اور ماتریدی قدیم مانتے ہیں اور بھی بہت سے اختلافی مسائل ہیں - پھر کیا اشاعرہ زجر و توبیخ کے مستحق ٹھہرے - یا ماتریدی قابل اتباع نہ رہے نعوذ باللہ منشا یہ کہ اپنے اپنے معتقدات کی پیروی سب پر واجب ہے - آپ نہیں مانتے نہ مانیے - دوسرے کے نہ ماننے کی کیا وجہ - اسمیں ماتریدی ہوں یا اشاعرہ - وجودی ہوں یا شہودی - کسی کی پسند ناپسند نہ حجت شرعی ہے نہ عقلی فیصلہ - انصاف یہ ہے - انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال اور صاف تو یہ ہے کہ کسی کے بندۂ بے دام نہ ہوئے کہ کچھ نہ کہتے - یہاں تو یہ جانتے سمجھتے ہیں ٥

غلام حضرت عشقم کرم بہائے من ست
ہر آنکہ بندہ بخواندم اخدائے من ست - ۱۲

چون شوی دور از حضور اولیا
در حقیقت گشتهٔ دور از خدا

تا توانی ز اولیا رو بر متاب
جهد کن واللہ اعلم بالصواب

دور دور از خانقاه و مدرسہ

الوداع۔ الوداع هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ ط

در دین شما دل نکشاید ما را
این علم شما کار نیاید ما را

ایمانِ حقیقی چو بما روی نمود
ایمان شما کفر نماید ما را

بیزارم ازان کهنه خدائے که تو داری
هر لحظه ترا تازه خدائے دگرست

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ○

بک گیا ہون جنون مین کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

ل حضرت مخدوم سید اشرف سمنانی قدس سرہ اسکی تصریح اس طرح فرماتے ہین۔ اشارت بہ زاهدان حشویه و عابدان شرعیه که اصلاً از شراب بزم توحید و قطعاً از کباب رندان تفرید جرعه و تکه نخورده اند و در عقیدهٔ وے همان اقرار باللسان و تصدیق بالقلب حرفے متمکن شده و از زلال تجلیات الٰهی و نوال واردات نامتناهی که دمبدم این طایفه را از دریائے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ط و از خضرائے فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط سیراب می گردد لنشده۔ چون به شراب وصول عرفان و به آب حصول وجدان سرخوش نشده هر آئینه در خمار شرک خفی مانده۔ و از نشار وحدت اثرے پیدا نکرده ۔

کسے کو ماند در صحرائے طامات
چه داند ذوق مستان خرابات

نعوذ بالله منها ضرور شد مست شراب توحید را که به آنکس این نوع سخنان طعنه آمیز و عربده انگیز گوید که بیان محرومان دولت شهود و مهجوران شوکت وجود از سرزنش اصحاب وصول و تحریص ارباب حصول بحریم عرفان و حدیقهٔ وجدان رسیده اند وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ ۔ ۱۲

اللھم اجعل لی نورًا فی قلبی ونورًا فی قبری ونورا فی سمعی ونورًا فی بصری ونورًا فی شعری ونورا فی بشری ونورا فی لحمی ونورًا فی دمی ونورًا فی فمی ونورًا فی عظامی ونورًا فی بین یدی ونورًا من خلفی ونورًا عن یمینی ونورًا عن شمالی ونورًا من فوقی ونورًا من تحتی وسلم حقا ھو۔

انا اللہ ثم انا اللہ

صورت از بے صورتے آمد برون
باز شد انا الیہ راجعون



اُن کتابون کے نام جن کا نورعشق مین حوالہ دیا گیا۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱	لوائح	حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمن جامی قدس سرہ۔
۲	جواہر غیبی	ملفوظات مولانا مظفر علی شاہ قدس سرہ۔
۳	نصوص الخصوص فی شرح الفصوص	حضرت شیخ رکن الدین شیرازی قدس سرہ۔
۴	آئینۂ حقائق نما شرح جام جہان نما	حضرت شیخ ابراہیم شطاری قدس سرہ۔
۵	مکتوبات جوابی	حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ بہاری المنیری قدس سرہ۔
۶	بحرالحقائق	
۷	انیس العاشقین	حضرت مولانا شاہ حسام الحق مانکپوری قدس سرہ۔
۸	گلشن راز	شیخ محمود جستری قدس سرہ
۹	تذکرۂ غوثیہ	حالات حضرت شاہ غوث علی قلندر پانی پتی قدس سرہ۔
۱۰	نفحات الانس	حضرت مولانا جامی قدس سرہ۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱۱	رسالۂ سپہ سالار	حالات حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ۔
۱۲	بیسر نامہ	حضرت مولانا فریدالدین عطار نیشاپوری قدس سرہ۔
۱۳	کلام قدسی	حضرت غوث الاعظم پیران پیر سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز۔
۱۴	جام جہان نما	حضرت قدوۃ المحققین نجم الملۃ والدین محمد عزالدین المغربی قدس سرہ
۱۵	محبوب السالکین	
۱۶	رشد نامہ	حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ۔
۱۷	فصوص الحکم	حضرت امام اکبر شیخ محی الدین علی عربی قدس سرہ۔
۱۸	کشکول	حضرت شاہ کلیم اللہ جہان آبادی قدس سرہ۔
۱۹	انوار الرحمن	حالات حضرت مولانا عبدالرحمن صوفی لکھنوی قدس سرہ۔
۲۰	رسالۂ نوریہ	حضرت غوث الاعظم پیر دستگیر میران شیخ عبدالقادر گیلانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ
۲۱	فتوحات مکیہ	حضرت شیخ اکبر قدس سرہ۔
۲۲	ارشاد الطالبین	حضرت شیخ جلال الدین تھانیسری قدس سرہ۔
۲۳	خلاصۃ التصانیف	حضرت امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ۔
۲۴	شرح گلشن راز	قدوۃ المحققین حضرت شیخ محمد بن یحییٰ بن علی الجیلانی قدس سرہ۔
۲۵	تحفۃ المرسلہ الی النبی صلعم	حضرت شیخ ابو سعید قدس سرہ۔

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف
۲۶	مرصاد العباد	حضرت شیخ نجم الدین رازی قدس سرہ۔
۲۷	کمال کشفی	حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ محدث قدس سرہ۔
۲۸	شرح مثنوی معنوی	حضرت مولانا بحرالعلوم عبد العلی لکھنوی قدس سرہ۔
۲۹	لطائف اشرفی	حالات حضرت سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ
۳۰	اخبار الاخیار	حضرت مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ۔
۳۱	مکتوبات	حضرت مخدوم کچھوچھوی قدس سرہ۔
۳۲	مفتاح الانوار	
۳۳	لمعات	حضرت مولانا عراقی قدس سرہ۔
۳۴	رسالۂ مکیہ	حضرت قطب الدین دمشقی قدس سرہ۔
۳۵	عین المعانی	
۳۶	مصباح الہدایہ	حضرت شیخ محمود کاشی قدس سرہ۔
۳۷	مثنوی معنوی	حضرت مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ۔
۳۸	تذکرۃ الاولیا	حضرت مولانا فرید الدین عطار قدس سرہ۔
۳۹	مونس الفقرا	
۴۰	مرج البحرین	حضرت مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ۔
۴۱	اسرار الاولیا	حضرت بدر الحق قدس سرہ۔

نام مصنف	نام کتاب	نمبر شمار
حضرت حسن علا سنجری المعروف بہ حسن دہلوی قدس سرہ۔	فواید الفواد	۴۲

اقوال

حضرت شاہ رکن الدین ابن حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی۔ سید الطائفہ حضرت خواجہ جنید بغدادی۔ حضرت شیخ ابو سعید فراز۔ حضرت شیخ محب اللہ۔ حضرت عین القضاۃ ہمدانی۔ حضرت خواجہ حسین منصور حلاج۔ پیر ہرات۔ پیر پیر ہرات۔ شارح کلام قدسی۔ مولانا شاہ امجد علی۔ حضرت مولا علی۔ حضرت بایزید بسطامی۔ حضرت شبلی۔ حضرت شیخ سعد الدین حموی۔ حضرت مؤید الدین جندی حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی۔ حضرت مسعود دیوانہ رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین۔ علاوہ ان کے اور اقوال ہین۔



تمام شد



ان من الشعر لحکمۃ وان من البیان لسحرا

مولفہ حضرت مولانا شاہ سید محمد نذیر الحسن صاحب فتح اللٰہی ایرایانی فتحپوری

مسمیٰ بہ

العرفان

حصہ نظم

حسب ارشاد حضرت مصنف علام باہتمام عاجز گمنام اذل انام خاکسار حکیم برہم

در مطبع حکیم برہم واقع گورکھپور مطبوع گردید

نقشہ تصحیح اغلاط کتاب العرفان حصہ نظم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
		درد دل	
۷	۱۸ (نوٹ)	کرمات	کرامات
۱۱	۱	کردتیجیۓ	کردتیجے
"	۶	حملہ	جملہ
		رنگ بیرنگی مع عشق اللہ	
۱۵	۴	سایہ کہاں	سایہ نہاں
"	۱۶ (نوٹ)	سابہ	سایہ
۲۳	۱۷ (")	رخود	زخود
۲۵	۳	مابہ کے	تابہ کے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۰	۱۰	زندون کہین	زندون کوکہین
"	۱۳	ارجعی	ارجعی
"	۱۴	گندی	کندی
		شور محبت	
۴۷	۱۰	اژدحام	ازدحام
۵۰	۶	بھاتی	بھاتے
۵۱	۱۳	ہوبےکیف	جوبےکیف
۵۳	۱۱	رنگ بیرنگ	رنگ بیرنگ
		الفراق	
۵۸	۱۶	آزردوجان	آزردہ جان





یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما ۵

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد سابق نورہ و آخر ظھورہ رحمۃ للعالمین وجودہ امان من اللہ یا سید الکریم انصرنی بالحق برحمتك یا ارحم الراحمین ۵

یا رسول اللہ انظر حالنا	یا نبی اللہ اسمع قالنا
انني فی بحر غم مغرق	خذ یدی سھل لنا اشکالنا

یا رسول اللہ ترحم کی نظر	مجھ گدائے بینوا کے حال پر
دل کی اُلجھن بڑھ گئی حد سے فزون	سوز ہجران نے کیا پیدا جنون

جسم مین جانِ حزین ہی بیقرار — ہو رؤف[۱] اور رحیمی آشکار

شانِ محبوبی کا جلوہ ہو عیان — تاکہ مٹجاے یہ شورِ این وآن

آپ کا مین ہون تو مجھکو غم ہی کیا — آپ میرے ہین جو مین ہون آپ کا

کیون نہ اس نسبت پہ مجھکو ناز ہو — بیخودی کا کیون نہ ہر انداز ہو

کیون نہ اس نسبت سے بڑھ جائے نیاز — کیون نہ اس نسبت سے ہو سوز وگداز

کیون نہ اس نسبت سے پیدا درد ہو — کیون نہ ہر دم دل سے آہِ سرد ہو

کیون نہ عشق وعاشقی سے کام ہو — کیون نہ بدنامی مین اپنا نام ہو

مے پرستی کیون نہ ہو اپنا شعار — کیون نہ آنکھون مین جگہ دین بادہ خوار

کیون نہ ذوق وشوق وبیتابی بڑھے — کیون نہ سوز ودرد وبیخوابی بڑھے

کب رہے اس [illegible]ب روحانی مین یاد — یاد آیا کون بھولے کس کی یاد

اس سے مٹجائین صفاتی نسبتین — دور سب ہو جائین جسمی آفتین

اس قوی نسبت سے جب نسبت ہوئی — وصل روحانی ہوا قربت ہوئی

قربِ روحی مین کہان تفریق ہو — روح کو کیون جسم کی سی ضیق ہو

روح مین کب ہو تغیر[۲] کا نشان — غیر محسوسہ ہو محسوس کہان

---

۱ قال اللہ تبارک وتعالی مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ الرَّحِيمٌ ۱۲

۲ روح مین تغیر وتبدل کو دخل نہین۔ جسم محسوس روح غیر محسوس ہی ۱۲

روح اک جنسی[1] حقیقت کا ہے نام — امر ربی[2] سے اسی کا احترام
اس کو نوعی ماہیت کہنا غلط — خود غلط املا غلط انشا غلط
بوعلی سینا کو خود ہی ضیق ہے — خود ارسطو کی غلط تحقیق ہے
بوعلی سینا ہیں یاں زار و علیل — اور ارسطو کی عبث ہے قال و قیل
روح میں کیا قیل و قال مدرسہ — عقل جزئی کا ہے یہ سب وسوسہ
شان ہو جس کی وما[3] لا تبصرون — ہو وہاں کیا حس ظاہر رہنمون
سمجھے ہیں روحانیاں اسرار روح — جا نہیں کیا جسمانیاں اطوار روح
سر روحی کا ہے عارف رازداں — جسم خاکی جس کا ہے مانند جان[4]
جسم عارف رکھتا ہے روحی خواص — غیریت میں عینیت سے اختصاص
جسم و جان میں جب نہیں حائل نقاب — پھر کہاں پردہ رہے کیسا حجاب
رازداں پھر کون کس کا راز ہو — رازداری کس کی کس سے ساز ہو
ما و تو کا پھر کہاں رہ جائے نام — واحد و اثنین سے ہو کس کو کام
فانی و باقی کا پھر ہو ذکر کیا — جسم و جان کا پھر کہاں ہو ماجرا

---

۱ روح حقیقت جنسیہ ہے نہ بوعلی سینا و ارسطو کی تحقیق کے موافق ماہیت نوعیہ ۱۲

۲ قال اللہ تبارک وتعالی فی القرآن المجید والفرقان الحمید ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ۵

۳ قرآن مجید میں ہے فلا اقسم بما تبصرون ۵ وما لا تبصرون ۵ ۱۲

۴ اولیاء اللہ فرماتے ہیں ارواحنا اجسادنا اجسادنا ارواحنا ۱۲

نیست گشتم من ز ہستیہاے تو
من برون رفتم درون شد جاسے تو

اپنی ہستی کا اگر ہی کچھ خیال
جسم و جان پھر ایک ہون یہ ہی محال

جسم و جان کی ایک سی حالت نہو
جوہر قائم سے نسبت عرض کو

روح مین کب جسم کی سی حالتین
روح مین کب جسم کی سی نسبتین

بے اشارت یا اشارت ہونا ایک
فانی و باقی کی حالت ہونا ایک

روح مین کیا لوث جسمانی کا نام
متصل اور منفصل سے کب ہی کام

صرف تدبیرات کا جاری ہی دَور
اور تصرف کا فقط ہی ایک طور

منحصر اِس دَور پر جسمی نظام
ٹوٹ جانا اس کا مر جانے کا نام

جانے والی چیز رہتی ہی کہین
اور رہنے والی جاتی ہی نہین

جانے والی چیز مین ہیم زوال
رہنے والی چیز کا ہی ایک حال

جانے والی چیز کا پھر غم عبث
رنج ہی بیکار اور ماتم عبث

ہو کہان اشیاے فانی کو قیام
کیون نہ بدلین عارضی اشیاء دام

فانی و باقی سے نسبت ہی کہین
جمع ہون اضداد یہ ممکن نہین

ہین غرضمندانہ جسمی رابطے
جسم ہی تک جسم کے ہین واسطے

دَم کی دَم مین چھوٹ جائین دَم کے ساتھ
دَم جو ٹوٹے ٹوٹ جائین دَم کے ساتھ

لہ روح بنفسہ جوہر قائم ہی نہ جسم سے متصل نہ منفصل۔ تصرفات و تدبیرات کا دَور جاری ہی
جسم اشارات روح غیر اشارات ہی۔ ۱۲

چھوٹنے والون سے پھر کیون ہو تپاک — ہی شغف بیکار - بیجا انہماک
کیون نہو روحی تعلق کا خیال — ٹوٹنا اور چھوٹنا جس مین محال
یا رسول اللہ قربانت شوم — بندۂ الطاف و احسانت شوم
کردۂ احسان و لطف بیشمار — لطف بیرون ست از حدّ شمار
مین کہان اور نسبتِ روحی کہان — آپ ہی کا ہی یہ لطفِ بیکران
صابری جلوہ دکھایا آپ نے — بندۂ صابرؒ بنایا آپ نے
اپنے پیارے کا پیارا کر دیا — آپ نے کیا کیا نہ بے مانگے دیا
جب کبھی دنیائے دُون نے دُکھ دیئے — آئی رحمت دستگیری کے لیے
جب کبھی مشکل مین پایا آپ نے — اے مِرے آقا چھڑایا آپ نے
کشمکش مین اب پڑا ہون یا نبی — اور بے چینی سے ہی حالت ردی
فوج غم کی ہی چڑھائی یک طرف — درد دُکھ کی ہی دوہائی یک طرف
آسمان کی شعبدہ بازی الگ — اور زمین کی فتنہ پردازی الگ
فکر مستقبل سے ماضی مین خلل — سوچ سے خالی نہین ہی ایک پل
انقلاب دہر سے ہی غیر حال — بڑھتا ہی جاتا ہی یہ حزن و ملال
ضیق سے فرصت نہین ہی اک نفس — رحم کی جا ہی مرے فریاد رس
یا نبی اللہ الطاف و کرم — دور ہو جائے یہ سب رنج و الم
یا رسول اللہ یا شاہِ حجاز — مین ہون عاجز آپ ہین عاجز نواز

میرے مولا آسرا ہی آپ کا　　میرے آقا یہ گدا ہی آپ کا
درد و غم کی داستان کس سے کہون　　مین ہون زار و ناتوان کس سے کہون
بیکسون کے ملجا و ماوا ہین آپ　　عاجزون کے حامی و مولا ہین آپ
بیکسان را ملجا و ماوا توئی　　عاجزان را حامی و مولا توئی
آپ ہین اے پیشوا مسکین نواز　　بیدلون کے دردمند اور چارہ ساز
مین فقیر بینوا داتا ہین آپ　　بندۂ خاطی ہون مین آقا ہین آپ
آپ ربّ[1] ہین آپ ہین والی مرے　　آپ مالک۔ آپ ہین ہادی مرے
عبد مذنب مین ہون اور شافع ہین آپ　　مین ہون حاجتمند اور رافع ہین آپ
مین ہون محتاج۔ آپ ہین حاجت روا[2]　　مین ہون سائل آپ ہین مشکلکشا
مین ہون مجبور آپ ہین مختار کار　　خود انا القاسم[3] سے ہی یہ آشکار

[1] رب پالنے والے کو کہتے ہین ربوبیت سے مستحق معبودیت ہی مراد لینا ٹھیک نہین۔ سورۂ یوسف مین یہ لفظ غیر خدا پر کئی جگہ آیا ہی۔ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ۔ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْرًا۔

[2] حضور ہی محسن و منعم عالم ہین۔ حضور کے احسانات عام ہین خواہ دینیہ یا دنیویہ۔ دینی احسان ظاہر ہی کہ سب سے حضور پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا۔ دنیوی صاف صاف اُس سے زیادہ ظاہر و روشن۔ قرآن مجید مین ہی اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ انھین اللہ و رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ اسنادات حقیقت و تجوز و عطا نسبت مین فرق بین حقیقت ذاتیہ اور ہی عطائیہ اور۔ حدیث مین ہی۔ فلیناد اغیثونی یا عباد اللّٰہ۔ پکارنے والا اسطرح پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ پھر انکا پکارنا کیسا جنکی شان اقدس ہی۔ ولقد خلقت الدنیا واھلھا لاعرفھم کرمتک ومنزلتک عندی ولولاک ما خلقت الدنیا۔ بہر خویش آن پاکجان را آفرید۔ بہر او خلق جہان را آفرید۔ آفرینش اجرا و مقصود نیست۔ پاکدامن تر ازو موجود نیست۔ اللھم صل علی محمد و آلہ بقدر حسنہ وجمالہ ۱۲

[3] انما انا قاسم واللّٰہ المعطی حدیث ہی۔ ۱۲

آپ سلطان السلاطین۔ مین فقیر ناتوان مین آپ میرے دستگیر
راہبر ہین آپ۔ مین گم کردہ راہ منزلِ مقصود سے ہون دور آہ
آپ کی جانب ہی چشمِ انتظار ہون نگاہِ لطف کا امیدوار
لطف ہو یا رحمۃ للعالمین رحم فرما یا انیس العاشقین
ایکسو ہو جاؤن ایسا کیجیے میرے آقا یہ مری سُن لیجیے
اِس دو سے عملے مین ہوا جینا وبال رہ نہ جاؤن ہند مین ہی یہ خیال
اِس خیالِ خام کو دیجے مٹا روے اقدس کی دکھا تاب و ضیا
ہو شرف حاصل حضوری کا مجھے اور نہ کچھ کھٹکا ہو دوری کا مجھے
مجھپہ وہ الطاف پنہانی رہے بُعد مین بھی قرب روحانی رہے
اپنا دیوانہ بنا لیجے مجھے سب سے بیگانہ اُٹھا لیجے مجھے
یا رسول اللہ اپنا کیجیے سارے عالم سے نرالا کیجیے
بھول جاؤن سب کو رہجائے نہ یاد رنج و غم عیش و طرب فریاد و داد
ما و تو سے ہو کنارہ یا رسول بھول کی بھی یاد جاے دل سے بھول
مست و بیخود والہ و شیدا رہون ہو نہ رہنے کی خبر ایسا رہون
دور ہو غیریت و ہستی تمام بےخودی مین بھول جاؤن اپنا نام
کچھ نہو نام و نشان سے واسطہ ہو اضافت[1] دور ٹوٹے ضابطہ

[1] التوحید اسقاط الاضافات ۱۲

نسبتین یہ عارضی جاتی رہین   آپ ہی اپنی کہین اپنی سُنین
کہنے سننے سے بھی ملجاے نجات   دور ہو جائین اگر جسمی صفات
فانی و باقی کا قصہ ہو تمام   رہ نہ جاسے ہستی وہمی کا نام
صرف ہستی سے ہی یہ سب شور و شر   صرف ہستی سے ہی یہ نفع و ضرر
صرف ہستی سے ہی فوج غم کی دھوم   صرف ہستی سے ہی یہ سارا ہجوم
اپنی ہستی اپنے حق مین شہد و قند   اپنی ہستی اپنے حق مین قید و بند
اپنی ہستی سے ہی آزادی تمام   اپنی ہستی خانہ بربادی کا نام
اپنی ہستی عیش و عشرت کی کفیل   اپنی ہستی درد و دُکھ کی خود دلیل
اپنی ہستی سے ہی یہ کبر و غرور   اپنی ہستی سے ہی یہ حزن و سرور
خود یہ ہستی تاج نخوت ہو گئی   خود یہ ہستی جاہ و ثروت ہو گئی
ہی امارت مین کہین یہ جلوہ گر   ہی کہین افلاس مین اِسکا گزر
تہنیت کی محفلون مین اسکی دھوم   تعزیت کی مجلسون مین بھی ہجوم
انقلابِ دہر ہی ہستی کا نام   ورنہ کیسی رات و دن کیا صبح و شام
اپنی ہستی سے ہی یہ شور و فغان   اپنی ہستی سے ہی یہ سود و زیان
اپنی ہستی سے ہی یہ لیل و نہار   شکل گل ہی گاہ گاہے شکل خار
اپنی ہستی سے ہی یہ رنج و ملال   اپنی ہستی مٹ گئی پھر کیا وبال
جب نہو ہستی تو کس کا ہوش ہو   کیا ہو پھر محسوس کیسا جوش ہو

پھر کہاں رنج وا عیش وطرب پھر کہاں آہ و بکا شور و شغب
پھر کہاں آزردگی فرخندگی پھر کہاں یہ خندگی افسردگی
پھر کہاں یہ درد دُکھ کی داستان پھر کہاں یہ عیش و عشرت کا بیان
تہنیت کی پھر کہاں یہ دھوم دھام تعزیت کا پھر کہاں ہو اژدہام
مرنے جینے کا کہاں پھر ذکر ہو اپنے بیگانے کی کس کو فکر ہو
کون اپنا کون بیگانہ رہے کون جان دے کون جانا نہ رہے
دلبری کی ہو حکایت پھر کہاں دلربائی کی شکایت پھر کہاں
کیون ہو ایذائے خیالی سے عذاب امر وہمی سے عبث ہو پیچ و تاب
ہستی موہوم خود ہی بے ثبات وہم سے خالی کہاں ہو اسکی بات
امر مفروضہ مین پھر کیون ہو یقین کب ہو ظنیات دل مین جاگزین
اپنی ہستی خود فنا کی ہی دلیل پھر وہ کیا دے گا جو ہو خود علیل[1]
فانی و موہوم کا کیا اعتبار عارضی و عرض کو کب ہی قرار
نیستی کہیے نہ ہستی جانیے اور ہستی نیستی پہچانیے
اپنی ہستی کا مٹانا جاننا بھول جانا آپ کا پہچاننا
جاننا پہچاننا عرفان ہی خود نہ رہ جانا یہ ارفع شان ہی
ہو نگاہِ لطف مجھ پر یارسول آپ اپنے سے ہون مین تنگ اور ملول

[1] رائے العلیل علیل ۱۲

آب وگل سے دور کر دیجئے مجھے	جلوہ فرمائی ہو اے آقا مرے
آپ کا جلوہ ہو رہ جاؤن نہ مین	اپنے کو ڈھونڈون مگر پاؤن نہ مین
گم مری ہستی ہو رہ جائین حضور	نور نور و نور نور و نور نور
نور مین ظلمت کا رہ جائے نہ نام	صبح کو باقی رہے کیا شب سے کام
صادق آئے معنوی کا یہ کلام	اور اسی پر درد دل کا اختتام

حملہ معشوق ست و عاشق پردۂ
زندہ معشوق ست و عاشق مردۂ

انا للہ ثم انا اللہ

صورت از بے صورتی آمد بردن
باز شد انا الیہ راجعون



الله هو

قال الله تعالیٰ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝

لیعبدون ای لیعرفون ومن عرف نفسه فقد عرف ربه ؎

هم بصورت عالم صغرا ے توئی — هم بمعنے عالم کبرا ے توئی

انچه مطلوب جهان شد در جهان — هم توئی و باز جو از خود نشان



مثنوی

رنا بیزنگی

مع

شق الله

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اے برادر غیر حق خود نیست کس — اهل معنی راهمین یک حرف بس

؎ گر بصورت می نمائید غیر دوست * چون نظر کردی بمعنی جمله اوست + ۱۲

مرحبا اے عشق کیا کہنا ترا — شکر تیرا ہو بھلا کس سے ادا
خرمنِ ہستی جلانا تیرا کام — اور چمن مین گُل کھلانا تیرا کام
آگ تیری ہے دلِ عشاق مین — غُل ہے تیرا ہر طرف آفاق مین
نازمین بھی بے نیازی ہے تری — اے خدا بندہ نوازی ہے تری
تھا وبالِ جان یہ جسم بے وفا — تھا اسی کا دردِ سر صبح و مسا
ہستیِ موہوم پر تھا اسکو ناز — تھا یہی راہِ وفا مین حیلہ ساز
خاک کا تھا ڈھیر لیکن پُر شرر — اِنکسار و عاجزی سے دور تر
کیا نہ تھا عُجب و ریا کا یہ شکار — کیا دل آزاری نہ تھا اسکا شعار
کیا نہ تھا اس سے جہان مین شور و شر — کیا نہ تھا اِسکو غمِ نفع و ضرر
کیا نہ تھا بُخل و حسد کذب و غرور — کیا نہ نامُومن کا تھا اِس سے ظہور
کیا نہ بوئے خود پسندی اسمین تھی — کیا نہ خوئے سربلندی اسمین تھی
کیا نہ نخوت کا تھا اسکے سر پہ تاج — کیا نہ تھا یہ شعلہ خو آتش مزاج
کب نہ تھی اسمین انانیت کی بو — کب نہ تھی مکر و دغا کی جستجو
کب نہ غمازی پہ یہ مائل ہوا — کب سُنی کس کی کہان قائل ہوا
اپنی معقولی مین نامعقول تھا — اسم فرضی بن گیا مجہول تھا
تھا یہ اسم بے مسمیٰ بہر نام — نامِ اِنسان کام حیوانی تمام
تھے عناصر اسکے سب بے اعتدال — اور ادھر اخلاط مین بھی اختلال

جب تری اے عشق اک ہمت ہوئی — دور سب بیماری و کلفت ہوئی
شاد باش اے عشق خوش سودائے ما — اے طبیب جملہ علتہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما — اے تو افلاطون و جالینوس ما
اک تعین اعتباری کے سوا — پردہ پوشی پردہ داری کے سوا
کچھ عزیز جان نہ یہ نادان تھا — ہان متاع دُنیوی کی جان تھا
جان جانان کے لیئے خود تھا حجاب — تھا خودی و خود نمائی کا نقاب
تو جو آیا بے حجابی ہوگئی — جسم کی خانہ خرابی ہوگئی
تو نے جس دل کو بنایا اپنا گھر — پھر کہان باقی رہا یہ خشک و تر
ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شد — او ز حرص و عیب کلی پاک شد
عقل جزئی کی خرابی ہیں یہ سب — ہین حواس ظاہری کے کل سبب
حسِّ دنیا نردبان این جہان — حسِّ عقبےٰ نردبانِ آسمان
صحتِ این حسّ بجوید از طبیب — صحتِ آن حسّ بجوید از حبیب
صحتِ این حسّ ز معموریِ تن — صحت آن حسّ ز تخریبِ بدن
شاہ جان مر جسم را ویران کند — بعد ویرانیش آبادان کند
اے خنک جانے کہ بہر عشق و حال — بذل کردہ خان و مان و ملک و مال
کاملان کز سرِّ تحقیق آگہ اند — بیخود و حیران و مست و والہ اند
توہی لایا بے خودی دیوانگی — رخصت اے ہوش و خرد فرزانگی

تیرا آنا سب کا جانا ہوگیا — سب کا کھونا تیرا پانا ہوگیا
تیری غیریت دوئی سے دور ہی — تیری یکتائی سراپا نور ہی
از ہمہ اوہام و تصویرات دور — نور نور و نور نور و نور نور
نور[۱] مین تاریکیِ شب پھر کہان — آفتاب آیا ہوا سایہ کہان
تو ہی خالق ہی تو ہی مخلوق ہی — تو ہی عاشق ہی تو ہی معشوق ہی
جس[۲] طرف کو دیکھیے آنکھین اُٹھا — کچھ نظر آتا نہین تیرے سوا
مِہر مین ذرّے مین تابندہ ہی تو — سب ہین مُردے اور فقط زندہ ہی تو
جملہ معشوق ست و عاشق پردۂ — زندہ معشوق ست و عاشق مردۂ
دردِ دل بنتا ہی تو عشاق مین — کرتا ہی رسوا اُنھین آفاق مین
آرزو ہوکر اور اُن کی جستجو — کو بکو اُن کو لیے پھرتا ہی تو
رشتہ ات در گردن شان ہست چسپت — می بری ہر جا کہ خاطر خواہ تست
ہی کبھی تو ذوق و شوق عاشقان — اور کہین دلمین تڑپ لب پر فغان
آہ و نالے کا بھی ہی ہمراز تو — گریۂ و زاری کا بھی دمساز تو
ہی کسی جا تو دلِ سوزان کا داغ — اور کہین گورِ غریبان کا چراغ
ہی کہین سوزِ دلِ بیچارگان — اور کہین تسکین بخش بیدلان

[۱] خورشید ز سایہ کرد پرہیز + گفتہ چو من آمدم تو برخیز + ۱۲
[۲] غیر نادیدہ چشم محرم دوست + عالم آئینہ دار جلوۂ اوست + ۱۲

ناز معشوقی مین جلوہ ہی ترا
ہی کسی قد مین ترا فتنہ نہان
ہی کہین آنکھون مین تو شرم و حیا
دلستانی کا کہین انداز ہی
ہی کہین رند خراباتی کی چال
ہی کہین ساغر بدست و مست تو
ہی کہین شور عنادل خو تری
تجھ سے ہی طوقِ گلوے قمریان
تو ہی ہی خود لیلی محمل نشین
تو ہی ہی فرہاد کا شور و بکا
ہی کہین یوسف کی رعنائی مین تو
ہی کہین تو شیخ صنعان کا خیال
تو ازین بسیار کردی و کنی
وامق و عذرا مین تھا تو جلوہ گر
تو ہی خود محمود تھا اور خود ایاز
نار نمرودی مین تھا شعلہ ترا
تو ہی تو ہی جان جان جوش خلیل

غازۂ رخ سرخیِ لب تو ہوا
ہی کسی گیسو مین توجیاے جان
اور کہین رخسار مین تاب و ضیا
دلربایانہ کسی جا ناز ہی
اور کسی جا مثل سبزہ پایمال
اور کہین میخانے کی ہی آبرو
اور کہین خوشبوے گل ہی بو تری
تجھ سے ہی ذوقِ چکاوک بیگمان
تو ہی ہی خود قیس مغموم و حزین
تو ہی ہی شیرین کی چشم فتنہ زا
ہی کہین رسوا زلیخائی مین تو
اور کہین اُسکے مریدون کی مثال
سبحہ را زنار کردی و کنی
نل دمن مین تھا ترا ہی شور و شر
ہین غرض تیرے یہ سب ناز و نیاز
لحن داؤدی مین تھا نغمہ ترا
تو ہی تو ہی روح قدس اور جبرئیل

تو ہی تھا گلزار پنہان نا رمین	عقل گم ہی تیرے کاروبار مین
کیا نہ تھا تو حضرتِ ایوب مین	کیا نہ تھا تو حضرتِ یعقوب مین
یوسف مصری مین تھا کسکا ظہور	کس کے جلوے نے جلایا کوہ طور
کس کا اسمعیل مین تھا جذب شوق	ذبح ہونے کے لیے آئے بہ ذوق
ربِّ ارنی کس سے موسی نے کہا	لن ترانی تھی مگر کس کی صدا
شوق کس کا موسی عمران مین تھا	تھی انا اللہ انتی کس کی ندا
عیسی مریم مین تھی کس کی جھلک	شاد و فرحان آئے پائے دار تک
حضرت یحیی مین کس کا شور تھا	دم نہ مارا اور سر کٹوا دیا
احمد مرسل مین کس کی آن ہی	لیلۃ المعراج کس کی شان ہی
کس کا تھا سبطین مین جوش و خروش	جان بھی دینے پر تھے ساکت اور خموش
حضرت صابر مین کس کا جلوہ تھا	شہر کلیر کس کے پرتو سے جلا
رومی و عطار مین تھا کس کا شور	شبلی و حلاج مین تھا کس کا نور
کس کی تبریزی مین تھی شوریدگی	کس کی دیوانون مین ہی ژولیدگی
چشتیون مین کس کا ہی یہ سوز و درد	قادریون مین ہی کس کی آہ سرد
نقشبندیون مین کس کا ہوش ہی	سہروردیون مین کس کا جوش ہی

لہ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ ۚ قَالَ لَن تَرَانِي ج ۱۲

ٰٰکہ إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ ۔ ۱۲

کس کا جلوہ تھا لہ بہر فتح باب | ہی ید اللہ فوق ایدیھم خطاب
چون محمدؐ پاک بود از نا رود ود | ہر کجا رو کردہ وجہ اللہ بود
من رانی مین ہی کیا ناز و نیاز | لی مع اللہ کون سا ہی سوز و ساز
ہی نیاز و ناز مین تیرا ہی ساز | ہی تماشاگاہ عالم تیرا راز
دل مین طالب کے طلب ہوتا ہی تو | پھرتے ہین حیران و رسوا چار سو
پھر کبھی مطلوب کے دل مین تو آ | آگ دیتا ہی محبت کی لگا
جب ہوا دونون مین اک تیرا ظہور | واحد و اثنین کا جھگڑا ہی دور
خود نیاز و ناز مین یکتا ہی تو | چار سو ہی پھر بھی سب سے ایکسو
ہین یہ اسماے صفاتی جلوہ گر | فاعلی و انفعالی شور و شر
جب ہو بیرنگی و شان اتصال | پھر کہان یہ ما و تو یہ قیل و قال
ہو فراموشی کی بھی جب یاد گم | درمیان مین ہم نہون رہجا و تم
تم ہی تم ہو ہم نہون کچھ بھی نہو | خود ہی تم اپنی کہو اپنی سنو
خود مکین اور خود مکان خود میزبان | اور خود خوان کرم خود میہمان
خود ہی طالب[۱] اور خود مطلوب بھی | خود ہی عاشق اور خود محبوب بھی
اور حسین ایسے کہ آپ اپنی نظیر | لیک اپنے گیسوؤن مین خود اسیر
کیا تماشا خود تماشائی ہوے | اپنے اوپر آپ شیدائی ہوے

۱ معشوق خودست و عاشق خویش * در عشق سخن زفت ازین بیش ۱۲

کیا کہین کس کی شکایت کیا کرین — اور شکایت کی حکایت کیا کرین
کس سے کہیے اور کیا ناگفتہ بہ — خار و خس از کوے الفت رفتہ بہ
اور کہین تو سننے والا چاہیے — سارے عالم سے نرالا چاہیے
سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق — تا بگویم شرح درد اشتیاق
این حقیقت را شنوا از گوش دل — تا برون آئی بکلی ز آب و گل
کنت کنزاً مخفیاً تھی ایک ذات — حسن اسمائی تھا ستّارِ صفات
یہ تبدل یہ تغیر تھا کہان — یہ تلون یہ تحیر تھا کہان
تھے کہان یہ آسمان اور یہ زمین — تھے کہان یہ ہنود و مسلم ہود و چین
شیخ تھا کس جا کہان تھا برہمن — گبر و ترسا کی کہان تھی انجمن
یہ کلیسا ے نصاریٰ تھا کہان — تھا کہان ناقوس کس جا تھی اذان
تھے کہان دیر و حرم کس جا کنشت — تھے کہان یہ دوزخ و حور و بہشت
کون ناری اسمین تھا نوری تھا کون — دیو خصلت کون تھا حوری تھا کون
تھے کہان یہ آب و آتش خاک و باد — تھے کہان یہ عیش و ریش و ظلم و داد
مذہب و ملت کے تھے جھگڑے کہان — کفر کے جاری سے تھے یہ فتوے کہان
مرتد و زندیق تھا کس کا لقب — مومن و صدیق تھا کس کا لقب
کس کو فاسق کس کو فاجر کہتے تھے — کس کو مسلم کس کو کافر کہتے تھے
تھا منافق کون کس کا تھا نفاق — تھا کہان یہ اتحاد و افتراق

کفر تھا کس جا کہان تھی کافری
دین تھا کس جا کہان تھی پیغمبری

منبسط بودیم ویک گوہر ہمہ
بے سر و بے پا بدیم آن سر ہمہ

یک گہر بودیم ہمچون آفتاب
بے گرہ بودیم وصافی ہمچو آب

چون بصورت آمد آن نور سرہ
شد عدد چون سایہاے کنگرہ

زاہدون کو تھا کہان حورون کا ہوش
عاشقون مین تھا کہان جوش و خروش

عابدون مین کب تھی جنت کی طلب
کب تھا دیوانون مین یہ شور و شغب

کب تھی مستون مین صداے ہاے و ہو
طالبون مین تھی کہان یہ جستجو

خانقاہون مین کہان یہ حال تھا
مدرسون مین کب یہ قیل و قال تھا

عابد و معبود دونون ایک تھے
ساجد و مسجود دونون ایک تھے

او نماید ہم بدلہا خویش را
او بدوزد خرقۂ درویش را

یہ حسینون کے کہان تھے جمگھٹے
شعلہ رو کس جا تھے کس جا دل جلے

یہ کہان غنج و دلال و ناز تھا
یہ کہان راز و نیاز و ساز تھا

تیر اندازی یہ مژگان مین نہ تھی
خانہ بربادی یہ پیکان مین نہ تھی

زلف پیچان مین نہ تھا یہ پیچ و تاب
کاکلون مین کب تھے اُلجھے شیخ و شاب

چشم جادو مین نہ تھی جادوگری
نازکی تھی یہ نہ یہ چابکتری

دلربائی کے نہ یہ انداز تھے
شوخیان ایسی نہ ایسے ناز تھے

ناز تھا ہرگز کسی سے نے نیاز
بے نیازی تھی نہ تھا یہ سوز و ساز

متحد بودیم باشاہ وجود — حکم غیریت بکلی محو بود
عاشقی و عشق کے جھگڑے نہ تھے — حسنِ عالم سوز کے چرچے نہ تھے
دردِ الفت کی حکایت تھی کہان — سوزِ فرقت کی شکایت تھی کہان
تھا کہان عشاق مین یہ سوز و درد — بیدلون کی تھی کہان یہ آہ سرد
نالۂ و افغان سے کس کو کام تھا — کون بےجان کس کا بیدل نام تھا
دورِ ساغر تھا کہان میخانہ تھا — شورِ قلقل تھا کہان پیمانہ تھا
یہ کہان تھا روز و شب کا انقلاب — یہ کہان تھا دل کا ہر دم اضطراب
شورِ بلبل خندۂ گل کچھ نہ تھا — عشق و الفت کا نہ تھا چرچا ذرا
ناگہان درجنبش آمد بحرِ جود — جملہ را در خود زخود پیدا نمود
بیقراری سے نہ اصلا کام تھا — لب پہ ہر دم کب کسی کا نام تھا
سینہ بریان چشم گریان تھی کہان — وحشتِ دل آہ سوزان تھی کہان
نامہ و پیغام سب سے دور تھے — یہ ہوا کیا سب کے سب ہونے لگے
اٹھ گیا کیا حسن اسما کا حجاب — یا رخِ انور کا خود الٹا نقاب
دھوم کیا وحدت کی کثرت مین ہوئی — یا کہ بیرنگی کی رنگت مین ہوئی
کیا تعین کی طلبگاری ہوئی — کیا تلون کی نمودا رہی ہوئی
عشق نے کیا بدگمانی چھوڑ دی — سرد مہری کی کہانی چھوڑ دی
نورِ دل پردے سے کیون باہر ہوا — کس کا جذبِ شوق لایا کھینچتا

تشنگان گر آب جویند در جہان ۔۔۔ آب ہم جوید بعالم تشنگان

پردہ پوشی کی ہوئی پردہ دری ۔۔۔ کس لیے ہونے لگی جلوہ گری

دلبران بر بیدلان فتنہ بجان ۔۔۔ جملہ معشوقان شکار عاشقان

ہر کہ عاشق دیدیش معشوق دان ۔۔۔ کو بہ نسبت ہست ہم این وہم آن

خود پسندی خود نمائی آگئی ۔۔۔ آئینہ دیکھا لڑائی آگئی

کس سے یہ شکوہ شکایت کس سے ہے ۔۔۔ دلربائی کی حکایت کس سے ہے

عاشقم بر رنج خویش و درد خویش ۔۔۔ بہرِ خوشنودیِ شاہِ فردِ خویش

جب تعین کی ہوئین راہین پدید ۔۔۔ جو مقام دید تھا ٹھہرا شنید

جب ہو نیرنگی کا عالم مین ظہور ۔۔۔ پھر نہ کیون برپا ہو یہ شورِ نشور

جلوہ نیرنگی کا جب رنگت مین ہو ۔۔۔ فتنہ برپا کیون نہ ہر صورت مین ہو

آئینے مین حسن ہو جب جلوہ گر ۔۔۔ خود نمائی کیون نہ ہو مدِ نظر

عاشق کل ہست و خود کل است او ۔۔۔ عاشقِ خویش ست و عشقِ خویش جو

آپ اپنے کو جو دیکھین بےحجاب ۔۔۔ پھر کہان باقی رہے رخ پر نقاب

کیون نہ پھر ہو طالبون کی جستجو ۔۔۔ کیون نہ پھر ہو دل جلون کی آرزو

لذتِ ہستی نمودی نیست را ۔۔۔ عاشقِ خود کردہ بودی نیست را

پھر نہ کیون شوقِ دل آزاری بڑھے ۔۔۔ پھر نہ کیون ذوقِ جفاکاری بڑھے

کیون نہ پھر ہو چاہنے والون کی یاد ۔۔۔ کیون نہ پھر ہو مرحبا و خیر باد

جب ہو حسن و عشق پر دار و مدار | پھر کہان قالب مین ٹھہرے جان زار
نیستی سے جب ہو ہستی آشکار | کیون نہ مضطر جان ہو اور دل بیقرار
عاشقی و عشق کی جب ہو نمود | کیون نہ ہو نالہ کنان روح وجود
ہر کہ او از ہمزبانے شد جدا | بینوا شد گرچہ دارد صد نوا
اب کہان تمکین و تنزیہی کی آن | اب کہان وہ رنگ بیرنگی کی شان
ہو کہان تشبیہ سے تسکین دل | ہو نہ کیون تلوین سے جان منفعل
کیون نہ تنہائی سے انسیت رہے | کیون نہ خود اپنے سے غیریت رہے
کیون نہ ہو خانہ بدوشی ابتری | کیون نہ ہو جوش جنون کی رہبری
کیون نہ سودائی بنین رسوا ہون | کیون نہ شیدائی بنین شیدا ہون
کیون نہ یہ دل کی بڑھین بیتابیان | کیون نہ ہو سوز درون لب پر فغان
نالم ایرا[1] نالہ ہا خوش آیدش | از دو عالم نالہ و غم بایدش
چون ننالم تلخ از دستان او | چون نیم در حلقۂ مستان او
من زجان جان شکایت می کنم | من نیم شاکی روایت می کنم
ہی خودی[2] کا چھوڑنا ملنا ترا | اپنا مٹ جانا ہوا پانا ترا
اے برادر یک دم از خود دور شو | با خود آ و غرق بحر نور شو

---

[1] ایرا بکسر و یای فارسی بمعنی زیرا از زیرا بیای فارسی زیرا و ایرا مترادف این اند ۱۲ منہ

[2] نفس و تن و طبع را رہا کن ٭ یعنے کہ خودی ر خود جدا کن ۱۲

ہی خودی کیا اک طلسم آذری / جسمین ہی ہر رنگ کی صورتگری
ہی کہین حقد و حسد عُجب و ریا / ہی کہین نمّامی و مکر و دغا
ہی کہین کذب و غرور و برتری / ہی کہین پندار و نخوت خودسری
ہی کہین بخل و انانیت کا زور / ہی کہین بہتان و غمازی کا شور
ہی کہین رنج و نفاق و بغض و کین / کون سی صورت ہی جو اسمین نہین
اور بھی ہین صورتین ان کے سوا / ہو گئے ہین کل ذمایم ایک جا
ہین یہ سب صورت پرستی کی دلیل / اُنکا شیدائی ہی شیدا اسے ذلیل
ترک صورت طالبون کا کام ہی / تخلیہ ہونا اسی کا نام ہی
جب نہ ہو صورت پرستی سے نجات / تزکیہ نفسی کی پھر کیا کیجے بات
جب ہون اخلاق رذیلہ دل شکست / تصفیہ باطن کا پھر کیا بندوبست
بند بگسل باش آزاد اے پسر / چند باشی بند سیم و بند زر
دل نہ جبتک ہوگا یکسو فکر سے / کام کیا نکلے گا شغل و ذکر سے
ہی یہ یکسوئی مقام بیدلان / ہی یہ یک روئی نشان عاشقان
خاک کے پُتلے ہین لیکن نور ہین / سب سے ملجاتے ہین رہتے دور ہین[لہ]
ہر کبوتر مے پرد در مذہبے / وین کبوتر جانبے بے جانبے
ہر عقابے مے پرد از جابجا / وین عقابان راست بیجائی سرا

لہ باخلق ہمیشہ در تنگ و پوسے + بیگانہ دلست و آشنا روے + ۱۲

نام ان کا محض ناکامی مین ہی ۔ نام ان کا صرف بدنامی مین ہی
بے خور و خواب ان کی گویا زندگی ۔ نے خدائی زیبدش نے بندگی
تا بہ کے از حال بیحالان سوال ۔ تا بہ کے از حال عشاقان مقال
ہان وہ پہلی صورتین پھر ہین عیان ۔ عاشقی و عشق مین جو تھین نہان
مختصر قصہ نہین ہی عشق کا ۔ پھر کبھی کہدینگے جب موقع ملا
جس کے ہون اخلاق حسنہ[۱] وہ بشر ۔ کب رہے ہے راہ وفا سے بیخبر
کیون نہ راہ بے وفائی چھوڑدین ۔ کیون نہ بدعہدی کے رشتے توڑدین
اندک اندک آب بر آتش بزن ۔ تا شود نار تو نورے بوالحزن
تا زند یاربنا آب طہور ۔ تا شود این نار عالم جملہ نور
کیون نہ عجز و انکساری سے ہو کام ۔ صابر و شاکر نہ ہو کیون اپنا نام
کیون نہ ہو حلم و قناعت بکسی ۔ کیون نہ ہو عشق و نیاز و بےکسی
کیون نہ ہو جود و عطا رحم و کرم ۔ کیون نہ ہو خوئے تواضع دمبدم
کیون رضاجوئی نہ ہوا اپنا شعار ۔ کیون قضائے یار سے ہون دلفگار
ہو نہ کیون راہ محبت مین قدم ۔ کس لیے ہو شوق و ذوق یار کم
کیون نہ دل مین ہو نیا اک پیچ تاب ۔ کیون نہ جاری چشم سے ہو جوئے آب
اے خنک چشمے کہ آن گریان اوست ۔ اے ہمایون دل کہ آن بریان اوست

[۱] اوصاف ذمیمہ چون بدل شد ٭ ہر عقدہ کہ در تو بود حل شد ٭ ۱۲

فضل کیون انسان کو حیوان پر ہوا
کیون ملائک سے بڑھا رتبہ سوا

آدم خاکی کو کب ہی برتری
حاکمی و مہتری و سروری

صرف جب ہو عقل کامل دستگیر
ورنہ آزادی کہان خود ہی اسیر

کیون ضعیف الخلقتی پر ناز ہی
فوقیت سب پر ہی کیون ممتاز ہی

فضل کی موجب ہی ہان عرفان کی شان
درد دل اور عشق ہی انسان کی جان

دردِ دل سے ہوا گر ربطِ قوی
جانِ جان سے پھر نہ ہو کیون آگہی

ہو جو الانسان سرّی کا ظہور
پھر نہ کیون یہ خاک کا پتلا ہو نور

جانِ جانان سے ہو پھر کیا ماجرا
خوب ہی عطار رح نے اس جا کہا

من خدا ایم من خدا ایم من خدا
فارغم از کبر و کینہ و زہوا

ہی وہ کیا جو کچھ نہین انسان مین
ہان مگر دے پھونک کوئی کان مین

پھونکنے والا ہی کیا سلطان عشق
طالبِ صادق مگر ہی جان عشق

جان عشق اے جانِ جان تیرے سوا
ہی کہان جسکی طلب ہی جا بجا

کس کو کھویا کس کو پایا کیا ملا
ابتدا کس سے تھی کس پر انتہا

درحقیقت خود توئی اُم الکتاب
خود زخود آیات خود را باز یاب

تو بمعنے جان جملہ عالمے
ہر دو عالم خود توئی بنگر دمے

آنچہ مطلوب جہان شد در جہان
ہم توئی و باز جو از خود نشان

جانِ جان کے ہین یہ اسرارِ نہان
ان کو وہ سمجھے جو خود ہو راز دان

جونهون سے کہنے کی باتین کیا کہین | هان یہی بہتر کہ ساکت ہو رہین
خوشتر آن باشد کہ سرّ دلبران | گفتہ آید در حدیث دیگران
درد جس دل مین نہو انسان نہین | ہوتا ہی بے درد بھی انسان کہین
جسم گر دل ہی تو جان مانند درد | جسم بے جان آپ ہو جاتا ہی سرد
جسم بے جان ایک مشت خاک ہی | جان جب نکلی تو قصہ پاک ہی
جب مکین باقی نہین کس کا مکان | پھر کہان وہ زینت آرائش کہان
جان بے معنی درین تن بے خلاف | هست ہمچون تیغ چوبین در غلاف
تا غلاف اندر بود با قیمت ست | چون برون شد سوختن را آلت ست
درد کا انسان کامل نام ہی | جس کو ناکامی سے ہردم کام ہی
درد دل خود ہی حیات جاودان | درد دل جاتا رہے پھر جان کہان
درد دل پر زندگی کا انحصار | درد دل پر دونون عالم کا مدار
درد دل اول بھی ہی آخر بھی ہی | درد دل باطن بھی ہی ظاہر بھی ہی
ساقیا خون جگر در جام کن | گر نداری درد از ما وام کن
عشق را دردے بباید پردہ سوز | گاہ جان را پردہ درگہ پردہ دوز
ذرۂ عشق از ہمہ آفاق بہ | ذرۂ درد از ہمہ عشاق بہ

؎ ہین مدان خود را کہ ہستی جملہ تن * تو ہمہ جانی لباس تست تن * این لباس عارضی
عاری بود * کہ از و چشم وفاداری بود * ١٢

عشق مغزِ کائنات آمد مدام | لیک عشق آمد نہ بے در دے تمام

قدسیان را عشق ہست و درد نیست | درد را جز آدمی در خورد نیست

لفظ انسان کا نہ جو مفہوم ہو | ہو غلط اطلاق پھر کیا دھوم ہو

آدمی دید ست باقی پوست ست | دید آنست آنکہ دیدِ دوست ست

بدتر از حیوان ہی انسان نام کا | نام نامی ہی وہی جو کام کا

کام ہو دیوانگی و درد سے | دمبدم ہو کام آہِ سرد سے

درد دل سے بیقراری سے ہو کام | سوزِ الفت آہ و زاری سے ہو کام

کام ہو عرفان سے ایقان سے | یعنی اپنی جان کی پہچان سے

صورتِ نقشِ الٰہی خود توئی | عارفِ اشیا کماہی خود توئی

ہم ملک ہم نہ فلک بشناختی | گر بجنہ خویشتن رہ یافتی

خود شناسی پر ہو جب دار و مدار | کیون نہ ہو شورِ انا منصور وار[1]

کیون نہ شبلی کی طرح اک اسم ذات | ہو زبان پر اور مٹ جائین صفات

جب کہ سبحانی کا ہو نعرہ بلند | پھر کہان یہ لاؤ الا کی کمند

پھر کہان یہ تفرقہ پردازیان | پھر کہان یہ عشق بازو بازیان

عشق مطلق رہ گیا بازی کہان | سحر کامل ہو گیا سازی کہان

گرچہ خاکستر تنِ منصور تھا | تھی انا الحق کی مگر جاری صدا

[1] چون نیستی تو شد محقق * آید ہمہ نعرہا انا الحق * ۱۲

دل جلاوان آکے اک کہنے لگا	اب اناکس کی فقط حق ہی رہا
ا بہائو خونہا را یافتیم	جانب جان باختن بشتافتیم
جسم خاکی کا ہی یہ سارا حجاب	اسکا مٹنا ہی دلیل فتح باب
ہی یہی مٹنا خودی کا چھوڑنا	ایک رشتہ توڑنا اک جوڑنا
توڑنا اور جوڑنا کس سے ہوا	کس کو چھوڑا کس سے آخر مل گیا
کس نے تھی آخر بچھائی یہ بساط	کس کی شہ تھی کس کی تھی یہ بردو مات
کون فرزین تھا پیادہ کون تھا	کس کا اردب کون تھا زچ مین پڑا
کون ہارا کون جیتا کیا ہوا	ابتدا کیا تھی ہوئی کیا انتہا
صلح کس سے ہو لڑائی کس سے تھی	کس سے ملجائین جدائی کس سے تھی
او چو جان ست وجہان چون کالبد	کالبد از جان پذیرد نیک وبد
جب جہان وجان کا جھگڑا رہے	کیون نہ صلح وجنگ کا چرچا رہے
فانی خود شوکہ تا یابی نجات	چون تو بے خبری نشیند حق بجات
جب معطل ہون یہ ظاہر کے حواس	کیون نہ آئین جسم مین روحی خواص
جسم وجان سے پھر کہان کا تفرقہ	رابطہ کیسا کہان کا واسطہ
ہو یہ مرگ اختیاری کا اثر	اپنی بے خبری کی بھی گم ہو خبر
پھر کہان یہ قیل وقال مدرسہ	پھر کہان یہ وسوسہ دروسوسہ
پھر کہان یہ منطق وطب ونجوم	پھر کہان رمل وجفر ہیئت کی دھوم

پھر کہان یہ رنج و راحت عیش و غم	پھر کہان یہ ظلم بیجا یہ ستم
عقل جزئی سے ہو کیون رنج فضول	فلسفہ سے کیون ہون پھر بیجا ملول
انقلاب دہر سے کیون ہو ملال	شادی و غم مین نہ کیون یکسان ہو حال
کیون نہ ہر حالت کی حالت ایک ہو	کیون نہ ہر صورت کی صورت ایک ہو
ایک صورت جبکہ ہر صورت مین ہو	پھر نہین کیا غم مین جو راحت مین ہو
ہان مگر ہو اَن تموتو اسسے یہ حال	ورنہ خالی قال ہی جان کا وبال
ہی یہی مرنا عزیزِ جانِ جان	ہی یہی مرنا نشانِ بے نشان
ہی اسی مرنے مین روحانی حیات	ہی اسی مرنے مین جسمانی نجات
کیون نہ اس مرنے کا جینا نام ہو	کیون نہ اس جینے کا مرنا نام ہو
کیون نہ مردون کو کہین زندہ ہین یہ	کیون نہ زندون کو کہین مردہ ہین یہ
جینے والے مرنے والون سے عیان	مرنے والے جینے والون سے نہان
بہر این گفت آن رسول خوش پیام	رمز مُوتوا قبل موتٍ یا کرام
بے حس و بے گوش و بے فکرت شوید	تا خطاب ارجعی را بشنوید
جان بسے کندی و اندر پردۂ	زانکہ مُردن اصل بدنا وردۂ
تا نمیری نیست جان کندن تمام	بے کمال نردبان نائی بیام
چون نمردی گشت جان کندن دراز	مات شو در صبح اے شمع طراز

۱؎ یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۱۲

اے حیات عاشقان در مردگی
دِل نیابی جز کہ در دل بردگی

غرق عشقے شو کہ غرق ستاندرین
عشقہاے اولین و آخرین

کُلّ شیٔ یرجع مشہور رہی
تھک گئے ہین اور جانا دور ہی

المدد اے عشق ہمت کم نہو
دردِ دل سوزِ محبت کم نہو

کم نہو بیتابی و جوشِ جنون
کم نہو دل کی تڑپ سوزِ درون

کم نہو یہ بے خودی مستانگی
کم نہو شوریدگی دیوانگی

کم نہو یہ آہ و زاری بیکسی
کم نہو یہ عاجزی و بیبسی

ہو کہان حُبّ وطن کی یاد کم
کیون نہ نالے لب پر آئین دمبدم

بشنو از نی چون حکایت می کند
و ز جدائیہا شکایت می کند

کز نیستان تا مرا ببریدہ اند
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش
باز جوید روزگار وصل خویش

ہین ملائک اور حیوان کی بہم
خصلتین اس آدمی مین بیش و کم

گویا معجون مرکب ہی بشر
پھر نہ کیون برپا ہو اس سے شور و شر

جب ہوئی غالب بہائم کی خصال
اِسکو پھر چھیڑے کوئی کس کی مجال

بڑھ گیا حیوان پہ غالب آگیا
کیسا بڑھنا تھا کہ خود کھویا گیا

یعنے انسان نام کا باقی رہا
کام حیوانی ہوئے حیوان ہوا

ایسا حیوان پھر نہ کیون مغرور ہو
جو صفتِ انسان سے کوسون دور ہو

سمجھے جو اپنے کو سب کچھ۔ کچھ نہین — بے سمجھ ہی نا سمجھ سمجھا کہین
جب سمجھ اُلٹی ہوئی سمجھائے کون — ایسے بے اٹکل کی اٹکل پائے کون
عقل جزئی سے کیا رسوا اگر — یہ اگر جائے کہان پھر شور و شر
خود پسندی زشت خوئی پھر کہان — عیب بینی عیب جوئی پھر کہان
پھر کہان یہ ماؤ تو کی گفتگو — پھر کہان یہ ساقی و جام و سبو
عقل کلی نے اضافت دی مٹا — اب یہ پتلا خاک کا نوری ہوا
پھر کہان کا دردسر جب سر نہو — کس کی جنگ زرگری جو زر نہو
اپنے ہونے مین ہی یہ سب قیل و قال — جب نہ ہونا ہو تو کیا جنگ و جدال
آپ ہی اپنے لیے ہین عیش و غم — آپ ہی اپنے لیے رنج و الم
آپ ہی دل شاد تھے ناشاد ہین — آپ ہی آباد تھے برباد ہین
آپ ہی سب سے الگ سب سے تھے دور — آپ ہی تھے نور نور و نور نور
جب مسبب ہو عیان کیسا سبب — عیش و عشرت کیا ہے کیا رنج و تعب
حلقۂ ماتم نہ ہی بزم طرب — عیش و غم دونون سے آزادی ہے اب
نسبتین جاتی رہین پھر کیا رہا — ناقص و کامل کا جھگڑا مٹ گیا
روح مے پرد سوے چرخ برین — سوئے آب و گل شدی در اسفلین
این جہان خود حبس جانہای شماست — ہین روید آن سو کہ صحرای شماست
ہے تصوف صرف مٹ جانے کا نام — کھو گئے خود ہو گیا پانے کا نام

اگر ہوا کشف و کرامت مین کمال
اس سے کیا حاصل یہ ہی حیض الرجال

یہ ملا روشن ضمیری سے ضرور
ہو گئی شہرت تری نزدیک و دور

تجھ کو سب شیخ جہان کہنے لگے
تجھ کو سب قطب زمان کہنے لگے

ہین ارادت مین تری برنا و پیر
ہین ترے حلقے مین سب شاہ و وزیر

فقیری کچھ نہین جنجال ہی
نفس نے تیرے بچھایا جال ہی

کس طرف جاتا تھا کس جا رہ گیا
اس ہجوم خلق نے رسوا کیا

دور بھاگ اس شہرت و تزویر سے
ہو الگ سالوسی و تدبیر سے

شعبدہ بازی پہ کیون مائل ہوا
کیا ہوا اس مین اگر کامل ہوا

شیخی و سجادگی سے دور ہو
پی شراب بے خودی مخمور ہو

شعبدہ بازی مین کیون ہی مبتلا
دل جلا[1] اس جان جان سے کو لگا

شوق و ذوق یار مین بیحال ہو
مثل سبزہ دم بدم پامال ہو

رہ کسی بھولے ہوئے کی یاد مین
لے مزا تو داد کا بیداد مین

کب الگ تجھ سے ہی یہ بیداد و داد
بھول جانے کی مگر باقی ہی یاد

جب نہو یہ یاد پھر کیا یاد ہو
داد ہو کس کی کہان فریاد ہو

یاد کی بھی یاد جب جاتی رہے
کون پھر کس کی سنے کس سے کہے

کہنا سننا کچھ نہو یہ ہی کمال
ہی اسی کا نام تصحیح خیال

[1] ازنیک و بد تو بے نیاز زند * می سوز چو شمع تا بسازند * ۱۲

خود خیال اپنا ہوا اپنا کمال	خود ملال اپنا ہوا اپنا وبال
خود خیالات ست و خوابست این جہان	گر گنی تحقیق ہیچ از ہیچ دان
رو فنا شو تا نمانی ہیچ تو	وارہی زین کار پیچا پیچ تو
کار عالم پر فنا پر پیچ دان	عاقبت حاصل ہمہ را ہیچ دان
ہیچ پر پیچ ست این عالم تمام	بس سخن کوتاہ باید والسلام
جب خیال یار ہو دل مین جما	پھر نہ ہو کس طرح سے لازم فنا
ہو فنا اقوال مین افعال مین	ہو فنا احوال مین ہر حال مین
جبکہ وجہ[۱] اللہ کا ہی ہر جا ظہور	پاس اب کس کے رہا کس سے ہی دور
نحن اقرب[۲] سے ہی جب قربت عیان	پھر عیان کیسے نہو کیون ہو نہان
کیا کہین اپنے مین ہی یا غیر مین	کیا کہین کعبے مین ہی یا[۳] دیر مین
کیا کہین یہ خودنمائی کس کی ہی	آئینے مین یہ صفائی کس کی ہی[۴]
کیا کہین کس سے ہی یہ کس کا ظہور	کیا کہین یہ نار کیا ہی کیا ہی نور
کیا کہین کس سے ہوا کس کا نیاز	ناز تھا کس کا کیا کس سے یہ ناز
رازداری کس کی تھی کیا راز تھا	کون تھا کس سے یہ سوز و ساز تھا
شمع محفل کون ہی پروانہ کون	دلربائی کس کی ہی دیوانہ کون

۱ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط ۱۲ ۲ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۱۲

۳ وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۱۲ ۴ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ ط ۱۲ منہ

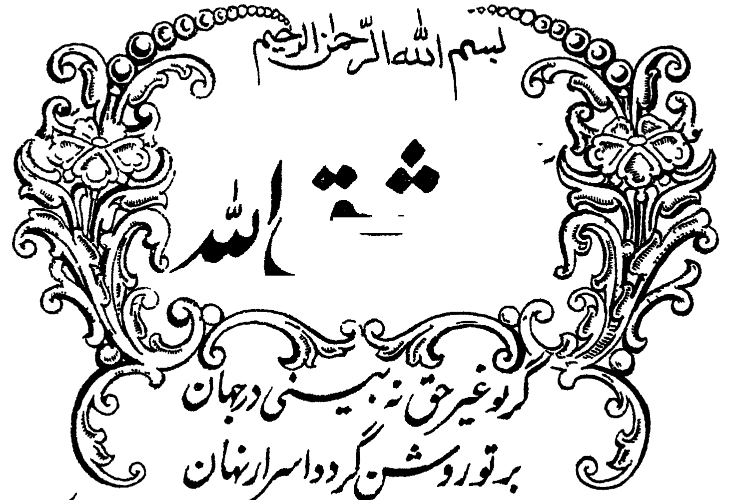
کس کے حُسن و ناز کا شہرہ ہوا | کس نے جان دی کون گھائل ہو گیا
چال سے کس کی ہوا محشر بپا | کِس نگاہِ ناز نے جادو کیا
ہی یہ یفعل ما یشاء[۱] مین کس کا زور | ہی رمیت ما رمیت[۲] کس کا شور
ہی ہو الاوّل ہو الآخر یہ کون | ہی ہو الباطن ہو الظاہر یہ کون
ہی وہی جو نے مرکب نے بسیط | ہی وہی جو سب کے اوپر ہی محیط
ہی وہی جو عرض سے جوہر سے دور | نور نور و نور نور و نور نور
نور او در زمین و بسیر و تحت و فوق | بر سر و بر گردنم مانند طوق
برکشا از نور پاک شہ نظر | تا نہ پنداری تو چون کو تہ نظر
یہ بصارت آپ ہی اپنا نقاب | اس سے آنکھین بند ہون پھر کیا حجاب
جب بصیرت آگئی پھر کیا رہا | بے حجابی مین کہان پردا رہا
کس سے پھر پردہ ہو سکتی پردگی | کون پھر مردہ ہو کیسی زندگی
پردگی بے پردگی کا نام کیا | زندگی و موت سے پھر کام کیا
مرنے والے پھر بھی مرتے ہین کہین | لا یموتون اس پہ کیا شاہد نہین
جب ہوئی ظاہر سے غیریت ہمین | ہو گئی باطن سے عینیت ہمین
کس کا ظاہر کس کا باطن کون تھا | کس کا پردہ اُٹھ گیا کس کا رہا
تو حجاب و پردۂ خود خود بدی | چون بجائے خود رسیدی خود شدی

۱ یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید ۱۲ ج ۲ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی ۱۲ ج

جب کہ ہو توحید تنزیہی پدید ۔۔۔ پھر کہان رہ جاسے یہ گفت وشنید
آپ قائل آپ ہی مقول ہین ۔۔۔ آپ سائل آپ ہی مسئول ہین
خود ہی اپنی بھول خود اپنی ہی یاد ۔۔۔ آپ ہی اپنے سے تھی فریاد وداد
آپ ہی مخمور رہین مسرور رہین ۔۔۔ آپ ہی رنجور رہین مجہور رہین
آپ ہی ہر حال مین شادان رہے ۔۔۔ آپ ہی ہر رنگ مین یکسان رہے
آپ شاہد آپ ہی مشہود ہین ۔۔۔ آپ ساجد آپ ہی مسجود ہین
آپ ہین اپنے لیے آہ وبکا ۔۔۔ آپ ہین اپنے لیے راہِ وفا
خود طبیب اپنے ہوئے اور خود دوا ۔۔۔ خود مرض اپنے ہوئے اور خود شفا
ہین یہ نیرنگی کی نیرنگ سازیان ۔۔۔ یا کہ تشبیہی کی دھوکے بازیان
اسمین کیون طال اللسان کا کم ہو جوش ۔۔۔ کیون نہ ہو ہر دم نیا جوش وخروش
ہو نہ مثل شمع کیون سوز وگداز ۔۔۔ کیون نہ گاہے ناز ہو گاہے نیاز
گنگ تنزیہی مین ہے لیکن زبان ۔۔۔ خود شناسی نے کیا کل اللسان
کیا کہین کسکی کہین کس سے کہین ۔۔۔ گونگے بہرے ہوگئے چپ ہو رہین

صورت از بے صورتی آمد برون
باز شد کانا الیہ راجعون

سلہ امام شبلی رحمۃ اللہ علیہ را گفتہ اند کہ عارفان کیا نند صفت عارفان چیست۔ گفت صُمٌّ بُکمٌ عُمیٌ در گفتند ہذا صفت الکافرون فقال الکافر صم عن سماع الحق بکم عن قول الحق عمی عن رویۃ الحق والعارفون صم بکم عمیٌ عن غیر الحق۔ ۱۲ (از مکتوبات جوابی)



عشق سے ہوتی ہی بسم اللہ کیون ‌ ‌ یعنے سمجھے عشق کو اللہ کیون

عشق کے ہین نام رحمن و رحیم ‌ ‌ کیون نہو اللہ پر عشق اے سلیم

عشق اللہ اُسکی بسم اللہ ہو ‌ ‌ جو کہ راہ عشق سے آگاہ ہو

اللہ اللہ عشق کا اظہار ہی ‌ ‌ اللہ اللہ عشق کی تکرار ہی

اللہ اللہ عشق سے ظاہر ہوا ‌ ‌ اللہ اللہ عشق سے باہر ہوا

عشق ہی کے نام سے ہی ابتدا ‌ ‌ عشق ہی پر عشق کی ہوا انتہا

عشق ہی سے عشق کرتا ہی کلام ‌ ‌ عشق پر ہو عشق کا قصہ تمام

داستان عشق خود کہتا ہی عشق ‌ ‌ آپ کہتا آپ ہی سنتا ہی عشق

عشق خود ہی بے نشانی کا نشان ‌ ‌ عشق خود ہی جانِ عالم جانِ جان

ذات مطلق صرف شان عشق ہی ‌ ‌ اور مقید اِک بیان عشق ہی

ہی غلط خود یہ بیان خود یہ خیال
ہستیِ موہوم مین کیا قیل وقال

کب رہا قائم نہ ہو جس مین قیام
ہی وہی قیوم ہو جسکو دوام

ہی وہی موجود جو فانی نہین
رہتا ہی معدوم بھی باقی کہین

مادّی آلات سے کب ہو نظام
اتفاق صرف کا کیا ہی قوام

منتشر ذرات سے کیسا ظہور
موجد و موجود مین کیون یہ فتور

موجد و موجود مین تفریق کیون
اپنے ہاتھون آپ ہی یہ ضیق کیون

نیست کو نسبت کہان ہو ہست سے
فائدہ کیا ایسے بند و بست سے

مرنے جینے کا عبث مذکور ہو
عشق کا کیون ذکر دل سے دور ہو

جب نہو یہ دور کیا دوری رہے
وصل کس کا کس سے مہجوری رہے

یہ نہونا اور ہونا کچھ نہین
اور یہ پانا اور کھونا کچھ نہین

لا و الا ہر دو لفظے ساختند
خلق را در دام وہم انداختند

یہ صفاتی نسبتین ہین نام کی
ہی حکایت صرف صبح و شام کی

رات دن کے ہین یہ سارے انقلاب
دیکھیے کب تک نظر آئین یہ خواب

خواب کی گویا حکایت زندگی
آنکھ کے کھلتے ہی ہو شرمندگی

جب کہ ہم نابود کو سمجھے ہین بود
پھر کہان آئے نظر واجب وجود

اس یقین و شک سے نکلے کام کیا
جب برا آغاز ہوا انجام کیا

یہ یقین و شک ہین ضد یکدگر
یہ اگر جائین تو جائے درد سر

درد سر یہ رنج و راحت عیش و غم | درد سر یہ جوش عشرت یہ الم
درد سر ہی یہ فراق اور یہ وصال | درد سر ہی یہ کمال اور یہ زوال
درد سر گمنامگی و سروری | درد سر آزادگی و چاکری
درد سر یہ بے دلی فرخندگی | درد سر یہ خوش دلی افسردگی
درد سر خوف و رجا امید و بیم | درد سر طبع زبون عقل سلیم
دین و دنیا کفر و ایمان درد سر | شوق جنت خوف نیران درد سر
درد سر ہی یہ حیات اور یہ ممات | درد سر ہی یہ تعین یہ نجات
اس یقین و شک کا مٹنا خوب ہی | اس دو علے سے نکلنا خوب ہی
بند ہا بگسل برو مردانہ باش | ہم قلندر مشرب و دیوانہ باش
بینوایان جہان راہم بہ بین | بے یقین و بے شک و بے کفر و دین
اپنی ہستی پر نہو جب اعتماد | پھر کہان یہ آب و آتش خاک و باد
پھر کہان افسانۂ نابود و بود | پھر کہان یہ جسم فانی یہ وجود
پھر کہان یہ اختلال و اعتدال | پھر کہان یہ عرض و جوہر کا خیال
یہ خیال خام گر جاتا رہے | عشق کا جلوہ نظر آتا رہے
تا تو سے پھر نہ رہجائے گا کام | یہ یقین و شک سے مٹے گا لا کلام
ہی خرابی اس دوئی سے سر بسر | ہی وہ عارف اس سے جو ہی دور تر

لہ درعشق نہ شک و نے یقین ست ÷ نے خوف و رجا نہ کفر و دین ست ÷

دور رہتے ہین وہی جو پاس ہین — پاس والے دور وبے وسواس ہین
وسوسہ مٹنا ہے آنا عشق کا — سب کا کھو جانا ہی پانا عشق کا
عشق ہی مقصود ہے موجود ہی — عشق خود موجود ہی مقصود ہی
عشق ہی کے ہین یہ سب نقش ونگار — عشق ہی ہی خود خزان اور خود بہار
چون نماند نقشہا اندر میان — آن زمان نقاش را بینی عیان
با تو گویم سرّا سرار نہان — اے برادر نقش ہر نقاش دان
عشق ہی اول بھی ہی آخر بھی ہی — عشق ہی باطن بھی ہی ظاہر بھی ہی
ہستی مطلق فقط اک نام عشق — صرف خود رہجانا ٹھہرا کام عشق
ابتدا مین آپ تھا اپنے سے راز — انتہا مین بھی وہی ہو سوز و ساز
ابتدا مین آپ ہی تھے دور دور — انتہا مین بھی وہی رہجاے نور
ابتدا اپنی ہوئی خود بے طلب — انتہا مین بھی نہ رہجاے سبب
اول و آخر کی نسبت ایک ہی — ظاہر و باطن کی قربت ایک ہی
بند آنکھین ہون تو کھل جاے یہ راز — ناز کیا ہی سوز کیا ہی کیا ہی ساز
مشرب توحید[1] مین تثلیث کیا — عشق ہو خود عشق ہی اور عشق تھا
عشق کی تکرار یہ توحید ہی — عشق کی خود عشق ہی سے دید ہی

[1] زمن این نکتہ را اے دوست بشنو ٭ یکے دان ویکے بین ویکے شو ٭ سفر اندر وجود خویش می کن ٭ کہ راہ وحدت ست می گیر و میرو ٭ ۱۲

اللہ اللہ عشق اللہ عاشقین ‏— اللہ اللہ عشق اللہ صادقین
عشق اللہ عاشقون سے کہتے ہین ‏— عشق اللہ دوستون سے کہتے ہین
عشق اللہ نجد کے صحرا نورد ‏— عشق اللہ مرد میدانِ نبرد
عشق اللہ بے ستون کے گوشہ گیر ‏— عشق اللہ عاشقون کے زندہ پیر
عشق اللہ شیخ صنعانی تجھے ‏— عشق اللہ پیر کنعانی تجھے
عشق اللہ اے ایاز بانیاز ‏— عشق اللہ شاہ غزنی پاکباز
عشق اللہ رومی وعطار سے ‏— عشق اللہ ہی حسین و دار سے
عشق اللہ شمس تبریزی سے ہو ‏— عشق اللہ مے پرستون سے کہو
عشق اللہ بینوایانِ جہان ‏— عشق اللہ اے قلندر مشربان
عشق اللہ بلبل شوریدہ حال ‏— عشق اللہ ہدہد فرخندہ فال
در زمان ہفت آسمان راطے کنی ‏— مرکبِ حرص وہوا راپے کنی
دمبدم روشن کنی در دل چراغ ‏— ہر نفس از عشق سازی سینہ داغ
عشق سے خالی ہی کب کون ومکان ‏— عشق کا جلوہ ہی ہر سو بیگمان
بے گمان و وہم ہر جا عشق ہی ‏— ظاہر و باطن ہویدا عشق ہی
عشق اللہ ہو زبانِ عشق سے ‏— اور بیانِ عشق جانِ عشق سے

لہ گر عشق نتازد از کمینش ✤ نامش نبود ز آفرینش ✤ از عشق نہ ہیچ ذرہ خالیست ✤ خورشید فضاے لایزالیست ✤ از پرتو نور عشق میدان ✤ ہستی ہمہ جماد وحیوان ✤ ۱۲

اللہ اللہ عشق سے تھی ابتدا
اللہ اللہ عشق پر ہوا انتہا

ابتدا و انتہا سب لا کلام
عشق اللہ عشق اللہ والسلام

عشق میداند ہمہ بازی و پیچ
غیر حق آخر چہ باشد ہیچ ہیچ

صورتے از پردہ آمد عیان
باز اندر پردہ خواہد شد نہان

لہ چون عشق چراغ برفروزد ؛ اول پر جبرئیل سوزد ؛ ۱۲





وَالْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّىْ ۵

محبت سے پہلے اُٹھاؤں قلم — کروں تا محبت کا مضمون رقم
محبت کی جنبش ہوئی بار بار — محبت سے عالم ہوا آشکار
محبت سے آدم نے پایا وجود — ملائک گرے ہو کے سر در سجود
محبت سے ساری خدائی ہوئی — محبت نے خود کی ہی پیدا دوئی
یکی نے دوئی کو بنایا حبیب — دوئی کیون نہو پھر یکی سے قریب
محمد رکھا ہی محبت نے نام — محمد پہ بھیجا درود اور سلام
صلے اللہ علیہ وسلم ۱۲
محبت سے معراج حاصل ہوئی — زمین عرب عرش منزل ہوئی
محبت صحابہ کی ہی منقبت — محبت ائمہ کی ہی منزلت

محبت سے نعمان ہین اعظم امام — محبت کا قرآن ہے نامہ پیام
محبت کے محکوم شاہ و گدا — محبت سے مخدوم اہلِ ولا
محبت کے نازک ہین ناز و ادا — محبت مین شیطان راندہ گیا
محبت سے پھرتا ہے گھر گھر خدا — محبت سے کرتا ہے خود دل مین جا
محبت علامت ہے ایمان کی — محبت وجاہت ہے انسان کی
محبت سے جو دل ہے خالی تمام — تو اُس دل کا بس آب اور گِل ہے نام
محبت کا ذرّہ ہے مہر سپہر — محبت سے تابندہ ہین ماہ و مہر
محبت ہے خود آسمان و زمین — محبت ہے بس اور کچھ بھی نہین
جو چاہے محبت کو پیدا کرے — تو وہ اللہ اللہ اللہ کرے
محبت کی اللہ سے ابتدا — محبت کی اللہ پہ انتہا
محبت مین کچھ لا و الا نہین — یہ گبر و مسلمان کا چرچا نہین
محبت مین درکار ہے یہ ذہول — کہ سب بھولے اللہ بھی جائے بھول
محبت کا آخر سے آخر اثر — نہ اُسکی خبر اور نہ اپنی خبر
تجھے تیرا جب تک کہ ادراک ہے — اگر پاک بھی ہو تو ناپاک ہے
جو ادراک جائے تو ظاہر ہوا — ہوا سب جب اپنے سے باہر ہوا
جو اپنے سے باہر نہین کچھ نہین — وہین کا وہین ہے کہین کچھ نہین
جو چاہے کہ کچھ ہو تو باہر نکل — سنبھل اور محبت کے میدان مین چل

محبت کا میدان ہی ہو کا مقام
نہ انسان ہین وان اور نہ حیوان کا نام

فروعات سب اصل کا ذکر کیا
سوا ہجر کے وصل کا ذکر کیا

مگر ایک آواز ہی پر اثر
چلے جاتے ہین سب اُس آواز پر

سنا جو۔ محبت کی آواز ہی
جو دیکھا محبت کا انداز ہی

محبت سے پروانہ ہی سوختہ
محبت سے ہی شمع افروختہ

محبت سے ہی چاک دامان گل
محبت سے بلبل کا ہی شور و غُل

محبت سے لیلی کی صورت ہوئی
محبت سے مجنون کی شہرت ہوئی

محبت کا ہر جا نرالا ہی ڈھنگ
محبت نے ہر جا جمایا ہی رنگ

محبت ہی باعث ہی ایجاد کی
محبت ہی تکوین و تمکین سبھی

محبت کے ہین دام ہر جا بچھے
محبت کے پھندے ہین ہر جا لگے

محبت کی پھیلی ہی ہر جا کمند
محبت مین جکڑے ہین سب بند بند

محبت ہی بتخانے مین ہی صنم
محبت عرب مین ہوئی ہی حرم

محبت جو آئی تو سب آگیا
محبت گئی تو غضب آگیا

محبت مین پڑنا کچھ آسان نہین
محبت نہو گر تو ایمان نہین

[redacted]

محبت عرب سے بخارا گئی
بخارا سے اُٹھ ہند مین چھا گئی

محبت کا بغداد ہی اک مقام
محبت کا ہی سہرورد اژدہام

محبت ہوئی چشت مین جلوہ گر
محبت کا ہر جا نیا ہی اثر

محبت اگر تجھکو مطلوب ہی
تو اُٹھ اور کسی شکل پر جان دے

کسی ماہرو پر ہو مائل ابھی
کہ ہو تیغ ابرو کا گھائل ابھی

کوئی مانگ ہی تجھسے مانگے جو دل
تو دیدے خدارا انھو مضمحل

نہ تیر مژہ کا اگر صید ہو
تو جا دام گیسو ہی مین قید ہو

اُٹھین گر نہ یہ نازخوبان تمام
تو اک خال ہندو کا ہو جا غلام

چمک اور رنگت دیکھ دندان کی
گرا سر پہ لے اپنے بجلی کوئی

جو سوز محبت سے بیتاب ہو
تو جا چاہِ غبغب مین غرقاب ہو

شہادت کی ہی دور منزل اگر
تو دستِ حنائی ہو مدِّ نظر

اگر زندگی مین ہی مرنا کٹھن
تو کر ورد موئے کمر کا بھجن

خدا خوبصورت ہی کا نام ہی
ہمین جھوٹ کہنے سے کیا کام ہی

سخن میر اگر ہو نہ باور تجھے
تو چل جا مے جام سے پوچھ لے

مگر بات اک اور بھی یاد رکھ
کہ دل سارے جھگڑون سے آزاد رکھ

نہ بھولے سے جانا کبھی مدرسہ
کہ پیدا ہو دل مین ترے وسوسہ

اِدھر زاہد خشک سے دور دور
اُدھر نشۂ عشق مین چور چور

قدوری کا ہرگز نہ لینا سبق
اُلٹ جائے گا تیرا سارا طبق

ترا کام قرآن[1] پڑھنا نہین — قرآن پڑھ کے کافر ہونا کہین
جو تو صومعہ مین معظم نہین — تو بھائی ترا میکدہ کم نہین
تجھے بس ہے اک جام پیر مغان — تجھے بس ہے اک جلسۂ مہ رخان
تماشا محبت کا چاہے اگر — تو میخانے مین ایک دن کر گزر
ادب سے تو لے جام کو ہاتھ مین — صراحی اُٹھا جام کے ساتھ مین
دمادم مئے دلکشا نوش کر — تو بیہوش ہو ہو کے پھر ہوش کر
کہ معلوم ہو قدر پیر مغان — کھلے میکدے کی جو ہے عز و شان
جو دن مین نہو کام تجھ سے بھلا — تو دے رات کی نیند ہی کو اُڑا
ستارون سے دے آنکھ اپنی لڑا — کہ خورشید کی دل مین آئے ضیا
اگر ہے گناہون کا کچھ اژدحام — تو آنسو کا دریا بہا دے تمام
جو کچھ کام کر وہ محبت سے کر — کہ تو جائے گا بے محبت کدھر
کہ ہے بے محبت اندھیرا سبھی — اندھیرے مین کب راہ سوجھے کوئی
محبت کا مضمون ہے بے انتہا — کہ ہے انتہا اُسکی خود ابتدا
نکل جائے پہلو سے جب دل کہین — تو مضمون محبت کا ہو دلنشین

[1] يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۔ قرآن کا ادب ملحوظ نہ رکھنا غلط سلط طوطے کی طرح رٹنا یاد کرکے بھلا دینا لاپروائی برتنا۔ کتاب اللہ کو دام تزویر بنانا۔ نہ ترتیل کا خیال نہ عمل سے واسطہ ریاوسالوس سے رابطہ ع گر تو قرآن بدین نمط خوانی ٭ ببری رونق مسلمانی ٭ بیچارہ مجذوب شیراز خوش می گوئید ع حافظامی خور و رندی کن وخوش باش و لے — دام تزویر مکن چون دگران قرآن را ۔ ۱۲ منہ

محبت کا مضمون افسون ہے
بھلاتا یہ سب اور مضمون ہے

محبت کے مضمون کا ہے یہ اثر
کہ اُسکے سوا کچھ نہ آئے نظر

مبرا ہے توجیہ و تاویل سے
منزہ ہے تشبیہ و تمثیل سے

نہ ہے اسمین اغلاق بندش کہین
نہ اغراق کی کچھ تراوش کہین

نہ تعمیق غور اور نہ تدقیق فکر
نہ ہرگز کہین ہے تکلف کا ذکر

نہ آمد نہ آورد کا کچھ خیال
نہ کچھ شاعرانہ کہین چال ڈھال

نہ غم قافیے کا نہ فکر ردیف
نہ ہے حرف پر خوف حرف حریف

محبت مین سکتہ ہے حسن کلام
محبت مین حرف روی رو تمام

محبت کی بندش مین ہے پیچتاب
فعولن فعولن کی مٹی خراب

نہ معلول کی اور نہ علت کی بحث
نہ عزت کی بحث اور نہ ذلت کی بحث

نہ منقول و معقول کا ماجرا
نہ نعمان کا ذکر اور نہ بقراط کا

محبت کے مضمون مین حجت کہان
عداوت کہان اور کدورت کہان

محبت سے اخلاص کا ضبط ہے
خلوص اور محبت مین خود ربط ہے

محبت کی ہے بات رکھتی اثر
کہ جب دل سے نکلی کیا دل مین گھر

محبت کہان اور بناوٹ کہان
محبت مین طرز لگاوٹ کہان

محبت سے رہتے ہین سب دور تر
ریا و حسد مکر و تلبیس و شر

اسے نیک و بد سے سروکار کیا
اسے یار کیا اور اغیار کیا

محبت کے ہین اہل سب پاک طبع — ہر اک فرد ہی اُن کا لولاک طبع
کسی لوث سے وہ ملوث نہین — مذکر ہین اصلا مونث نہین
بدی دیکھ کر وہ کرین نیکیان — برُائی کے بدلے بھلائی ہی یان
دعا دین اُسے جو کہ دشنام دے — بھلائی سے اُن کو غرض کام ہی
نہین اس سے خود جو ہوا اُنسے جدا — کرین اُسکو خوش جو ہوا اُنسے خفا
ہی دشمن کو کھانا کھلانے سے کام — ہی قاتل کو شربت پلانے سے کام
وہ اورون کی خاطر مصیبت سہین — مصیبت سہین اور اذیت سہین
اگر کوئی سائل ہو کھانے مین آ — تو کھانا اُسے سب کا سب دین اُٹھا
اُسے دے کے خود اسطرح سو رہین — کہ قصہ نہ اسکا کسی سے کہین
مددگار رہون بیکسون کے تمام — کرین کام بیوون کا مثل غلام
وہ ہمدرد سب ناتوانون کے ہون — حمایت مین پیر اور جوانون کے ہون
برابر اُنھین اپنا نفع وضرر — تجھے کیا خبر ہین وہ کیسے بشر
بشر ہین مگر لین ملائک سبق — اُلٹتے ہین جبریلؑ آ کر ورق
اُنھین ہی محبت سے فرصت کہان — بکھیڑون مین پڑنے کی مہلت کہان
کسی خوبرو سے وہ ہین ہمکنار — کبھی ہین وہ بیخود۔ کبھی بیقرار
کبھی دل سے ہی آہ آتش فشان — کبھی سوز ہجران جلاتا ہی جان
کبھی سلسلہ اشکباری کا ہی — کبھی شغل اختر شماری کا ہی

کبھی دل سے خود دلستان کا گلہ
کبھی یاس و حرمان سے ہارے ہوئے
کبھی غم کبھی دل کی اُلجھن اُنھین
اُنھین کوئی دیکھے تو بیتاب ہو
برستی نگاہون سے حسرت ہی یان
محبت نے پھونکا ہی کچھ کان مین
وہ ایسے ہین دنیا مین گویا نہین
ہو خلوت اُنھین یا کہ ہو انجمن
گذر اُنکی خلوت مین کب غیر کا
نہ پہچانین وہ آپ اپنے سوا
وہ خلوت مین بھی آپ ہوتے نہین
اُنھین ایک سے کام ہی ہر گھڑی
وہ خود اُٹھ گئے جب تو خلوت کہان
یہ راز محبت نہ جانے کوئی
وہ جانین کہ جو کچھ نہین جانتے
وہ جانے گا جو درد رکھتا ہی دل
وہ جانے جو ہی زخم کھائے ہوئے

[illegible] جان سے جانجان کا گلہ
کبھی وہ تغافل کے مارے ہوئے
کبھی سوز ہجران کی تلجھن اُنھین
نہ بیتاب ہو بے خور و خواب ہو
تمنا کی صورت ہی رُخ سے عیان
کہ بھاتی نہین دین و دنیا اُنھین
نظر آتے ہین یان مگر ہین کہین
ہر اک جا ہی اُن کا نرالا چلن
رہے اُنکی صحبت مین کیا دوسرا
نہ جانین وہ کچھ دوسرا تیسرا
خیال اُنکا ہی دور اُنسے کہین
اُنھین دوسرے سے بھلا کیا پڑی
ہوئی بات کس سے محبت کہان
وہ جانے کہ ہو دور جس سے دوئی
مگر خود ہون اپنے کو پہچانتے
خمیر محبت ہی جو آب و گل
محبت کا صدمہ اُٹھائے ہوئے

وہ جانے جو ہو جان ھوئے ہوئے ۔ محبت مین دل کو ڈبوئے ہوئے
وہ جانے ۔ لگا جسکے تیر مژہ ۔ چکھا ہو محبت کا جس نے مزہ
وہ جانے ڈسا جسکو گیسو نے ہو ۔ کیا قتل اُسے تیغ ابرو نے ہو
وہ جانے جسے عشق سے کام ہو ۔ محبت مین ناکام و بدنام ہو
وہ جانے جسے دیکھ طفلان راہ ۔ کرین چور پتھر سے اور بے گناہ
وہ جانے جو خود ہو ہوا سے بری ۔ مجازی کرے اُسکی پردہ دری
وہ جانے جو اک سو تصور کرے ۔ نہ ناظر نہ منظور کا دم بھرے
وہ جانے جسے خود نمائی نہین ۔ خودی بھی نہین اور خدائی نہین
انا الحق انا لیلی کس نے کہا ۔ زبان کس کی تھی کون گویا ہوا
محبت مین ہی بحث لفظی کہان ۔ جو معنے کو لو تو ہین معنی عیان
طُرق ہین محبت کے گو بیشمار ۔ پہ آخر مین ہی ایک ہی رہگذار
فنا کے سوا اور حاصل نہین ۔ فنا ہو تو پھر حد فاصل نہین
ہو بے کیف ہو وصل اے جانجان ۔ تو پھر این و آن کا یہ جھگڑا کہان
حقیقی مجازی کا پھر ذِکر کیا ۔ رہا اک محبت ہی کا تذکرا
محبت ہی کے بُو سے غنچہ دہن ۔ کرین قتل عشاق کو بے سخن
محبت سے نرگس کو ہی ٹکٹکی ۔ نہ جانے کہان آنکھ اُسکی لگی
محبت سے ہے انتظام جہان ۔ محبت نہو تو کہان جسم و جان

محبت ہی انسان و حیوان مین — محبت شجر اور حجر بھی رکھین
محبت مین ہی بیقراری تمام — محبت مین ہوتا ہی سونا حرام
محبت مین ہی ایک ایسا مزا — کہ دیتا ہی وہ سب مزون کو بھلا
محبت کے اوصاف سب خوب تر — محبت کے اخلاق سب پُر اثر
محبت کا کیجے کہانتک بیان — کہ ہی وصف مین اُسکے قاصر زبان
محبت سے مضمون کی تھی ابتدا — محبت ہی کے ساتھ ہوا انتہا

محبت سے بالخیر ہو خاتمہ
بحق حسین رض و حسن رض فاطمہ رض

اشعار مناسب موقع در بحر متقارب مثمن سالم

ترا سوز ساز انتہا ہی محبت — ترا درد لذت فزا ہی محبت
یہ کیا پوچھتے ہو کہ کیا ہی محبت — بس اک گوہرِ بے بہا ہی محبت
کہین ساقیِ مہ لقا ہی محبت — کہین بادۂ جان فزا ہی محبت
کہین ہی کسی شوخ کی ترچھی چتون — کہین بانکپن کی ادا ہی محبت
کہین چشمِ فتّان مین فتنے کی صورت — کہین رخ کی تاب ضیا ہی محبت
کہین ناز مین بے نیازی کا نقشہ — کہین جانستان دلربا ہی محبت
کہین غنچہ دہنی کہین خوشخرامی — کہین خوبروِ خوش ادا ہی محبت

دہن اور رخ مین ہی گر غنچہ و گل
تو آنکھون مین گویا حیا ہی محبت

مین بیٹھا ہون سینے سے دل کو لگائے
کہ دل مین مرے تیری جا ہی محبت

مُراد اس سے پاتے ہین عشاق مسکین
غریبون کی حاجت روا ہی محبت

کسی سے نہ اچھا ہو بیمار تیرا
کہ تو خود مرض خود دوا ہی محبت

ترے نام کا کیون نہو ورد ہر دم
ترے نام مین بھی شفا ہی محبت

محبت مین کب بو ریائے ریا ہی
نہ بوئے ریا - بے ریا ہی محبت

نہ بے درد سمجھین گے مضمون تیرا
تو اُن مین نرالی صدا ہی محبت

کنشت اور کلیسا ہو یا دیر و مسجد
ترا شور ہر جا بپا ہی محبت

تو ہی آپ عشّاق پر اپنے شیدا
تو عُشّاق مین پارسا ہی محبت

محبت ہی مطلوب و طالب مین یکسان
کوئی شان ہو کب جدا ہی محبت

ترے رنگ مین رنگ ہر رنگ پیدا
ترا رنگ سب سے جدا ہی محبت

یہ شی اور لا شی یہ عرض او رجوہر
وہ کیا ہی جو تیرے سوا ہی محبت

عیان اور نہان ہستی و نیستی مین
یہ تیرا ہی سب ماجرا ہی محبت

محبت کے افسون زدہ سے یہ پوچھو
کہ اک چلتا جادو ہی - یا ہی محبت

محبت کے پھندے سے کب کوئی نکلا
نہ سمجھو کہ بے دست و پا ہی محبت

کرشمے محبت کے ہر جانتے ہین
کہ خود درد و درد آشنا ہی محبت

اللّٰھم حرق قلبی بنار عشقک وارزقنی ازدیاد محبتک حتے لایبقی شئ غیرک اٰمین اٰمین

انا اللہ ثم انا اللہ

صورت از بے صورتی آمد عیان
باز اندر پردہ خواہد شد نہان

فقط





آج کیا ہی کیون ہوا جوش الم — دل پہ کیون چھایا ہوا ہی ابر غم
کیون سرشکِ غم کی طغیانی ہوئی — کشتیِ دل کیون یہ طوفانی ہوئی
سوز غم سے کیون ہی سینہ داغدار — کیون کسی پہلو نہین دل کو قرار
دل کی بیچینی نے کیون مضطر کیا — درد کیون اُٹھ اُٹھ کے بیٹھانے لگا
کیون ہوا بیت الحزن بیت السرور — اور مسرت ہو گئی کیون کوسون دور
کیون یہ تنہائی سے اُنسیت ہوئی — اپنے بیگانے سے کیون وحشت ہوئی
صحبت احباب سے کیون ہی ملال — کیون ہوا کنج خمولی کا خیال

لہ اِس نظم دردانگیز مین بعض جگہ فراق سے محض فراق (ضد وصال یا فراق عارضی) اور اکثر جگہون مین فراق دائمی (موت) مراد ہی مثالین عام ہین اور مراد خاص۔ گو تمہید مین تذبذب یا استفہام ہی مگر نتیجہ صاف اور نہایت صاف ہی ۱۲ منہ

کیا کسی کے چھوٹ جانے کا ہی غم — یا اکیلے چھوڑ جانے کا الم
بیوفائی کا کسیکی یا خیال — یا کسی کی سرد مہری سے ملال
یا کسی بے رحم نے نالان کیا — یا دل بیمار نے گریان کیا
یا جدائی ہی کسیکی دل پہ شاق — کیون زبان پر آرہا ہی الفراق
اے فراق دوست تجھسے الحذر — الحذر ثم الحذر ثم الحذر
اے فراق دوست تو آیا جہان — پھر رہا یہ خشک و تر باقی کہان
آگ تیری پھونک دیتی ہی جگر — اور جلا دیتی ہی سینہ سر بسر
تیرا جس دل مین ٹھکانا ہوگیا — تیر غم کا وہ نشانا ہوگیا
مہر کی جسپر پڑے تیری نگاہ — رات و دن کرتا رہے وہ آہ آہ
تو نے جس سے آشنائی ٹھان لی — مال و دھن بھی لے لیا اور جان لی
موت کا آنا ہوا آنا ترا — جان کا جانا ہوا جانا ترا
عقل والے تجھسے بھولے قیل و قال — صوفیون کا بھی بگاڑا تو نے حال
باپ کو بیٹے کا غم تو نے دیا — مان ہوئی بیوہ اگر تو آگیا
داغ مان کا تو کبھی لڑکون کو دے — اور کبھی تو مان کو دکھیاری کرے
بھائیون کو دے کبھی بہنون کا غم — اور کبھی بہنون کو بھائی کا الم
ننھے بچون کو بنائے تو یتیم — دوستون کی تجھ سے ہو حالت سقیم
کچھ ترس تجھ کو نہ آئے وہ ہی تو — دھوم تیری ہو رہی ہی چار سو

سیکڑون جانین ہوئین تجھسے ہلاک — تو نے لاکھون کو چھپایا زیرِ خاک
اپنی چالون مین تو سب سے فرد ہی — فتنۂ دوران بھی تجھ سے گرد ہی
فتنۂ ایام و آشوبِ جہان — خانہ سوز صد چومن بے خانمان
از تو چشم اہلِ دوران خون فشان — کوہ و صحرا ہم بہ خون دامن کشان
روحیون کو دے محبت کا سبق — جسم والون کا کلیجہ تجھ سے شق
خیر مقدم تیرا روحانی کرین — اور نفرت تجھ سے جسمانی کرین
تیرے دو پہلو ہین امید اور بیم — فرق اسمی ہی جو ہو قلب سلیم
پختگی امید کی صورت دکھائے — اور خامی خوف سے ہر دم ڈرائے
پختگی یعنے کہ تصحیح خیال — جس سے کوسون دور ہی رنج و ملال
ایک صورت جبکہ ہر صورت مین ہی — پھر نہین کیا غم مین جو راحت مین ہی
دل کے عکسون کا تفاوت ہی فقط — اپنے ہاتھون یہ مصیبت ہی فقط
شکل بھونڈی آئینہ بدنام ہی — کیسا اُلٹا اس جہان کا کام ہی
ہان فراقِ دوست پھر ہو گفتگو — دل بہلتا ہی جو تو ہو روبرو
سب ہنر تجھ مین ہین لیکن اے عزیز — ہم ہین جسمانی کہان تیری تمیز
صاحب باطن تجھے پہچان لین — ہم سے ظاہر بین بھلا کیون مان لین
دل ہی قابو مین نہین مانے گا کون — ایک حالِ بیدلان جانے گا کون
ہان وہی جانے گا جسکو اے فراق — تجھسے ملنے کا ہوا ہو اتفاق

اضطراری امر مین کیا اختیار — بیقراری مین کہان آئے قرار
ہان کسی بھولے ہوئے کی یاد مین — کچھ مزا مل جاتا ہی فریاد مین
اے فراق دوست یہ تیرا کرم — ہم سے محتاجون کو جو دے وہ ہی کم
سینہ بریان چشم گریان تجھسے ہی — وحشت دل آہ سوزان تجھسے ہی
بیقراری بیدلی افسردگی — سینہ کاوی جان کنی آزردگی
تجھ سے کیا کیا اے سخی ہمکو ملا — مرحبا صد مرحبا صد مرحبا
خواب و خور تجھ سے ہوا ہمپر حرام — اے تو زندہ باشی تا یوم القیام
ہم ہی اک تجھ سے نہین ہین درد مند — سب ہین تیرے کچھ نہ کچھ احسانمند
حضرت یعقوبؑ کیون گریان رہے — کسکی یوسفؑ چاہ مین جویان رہے
سلطنت سے مصر کی کیون تھے اُداس — اور قمیص خاص بھیجا کس کے پاس
تھین زلیخا کس لیے لیل و نہار — با دل غمناک و چشم اشکبار
کس لیے دی قیس نے جان حزین — کس لیے لیلی ہوئی محمل نشین
کیون ہوا فرہاد تیشے سے ہلاک — کس نے شیرین کو دبایا زیر خاک
نل دمن کی کس سے یہ شہرت ہوئی — وامق و عذرا کی کیا حالت ہوئی
شیخ صنعان کیون ہوئے زناردار — یاد کسکی لے گئی صبر و قرار
کیون رہے زین العباؓ آزردہ جان — اے فراق دوست تجھ سے الامان
تیرے افسانے ہین خود مشہور عام — من چہ گویم من چہ باشم والسلام

روح جب نکلی ہوا مرنے کا نام ‏— روتے دھوتے رہگئے ہر خاص و عام
جسم و جان کا واسطہ جاتا رہا ‏— رابطہ اور ضابطہ جاتا رہا
ہی یہی جانا نہ آنے کی خبر ‏— رونے دھونے کا کہان اُن پر اثر
جانے والون کو نہین آنے سے کام ‏— آنے والون کا رکھواب کوئی نام
آنے والون سے کرواب دل کو شاد ‏— جانے والون کی مگر دل مین ہو یاد
اُنکو مت بھولو کہ مرنا ہی تمھین ‏— اور اسی جانب گزرنا ہی تمھین
دوسرون کی موت سے تم لو سبق ‏— اور اثر ایسا ہو دل ہو جائے شق
رو بتاب از جسم و جان را شاد کن ‏— موطنِ اصلی خود را یاد کن
پھر کہان ہو مرنے جینے کی خبر ‏— پھر کہان رہجائے یہ نفع و ضرر
جب ہو یکسوئی دوئی کا نام کیا ‏— مرنے جینے سے رہے پھر کام کیا
تہنیت کسکی ہو کسکی تعزیت ‏— اُنسیت کس سے ہو کس سے غیریت
رنج و غم عیش و طرب سب سے الگ ‏— آہ و واشور و شغب سب سے الگ
وصل کِسکا اور کس سے ہو فراق ‏— ایک حالت ہو نہ رہجائے نفاق
ایسی حالت مین کہان پھر ہو کلام ‏— بس سخن کوتاہ باید والسلام

صورت از بیصورتی آمد برون
باز شد انا الیہ راجعون

تمام شد

